امام نوویؒ کا جمع کردہ مشہور مجموعہ احادیث

اربعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اُردو میں پہلی بار

ترجمہ و اضافات

اِرشاد الرحمٰن

دار التذکیر

امام نوویؒ کی جمع کردہ احادیث کا مشہور مجموعہ

اربعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اردو میں پہلی بار

ترجمہ و اضافات

ارشاد الرحمٰن

دار التذکیر

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(الحشر:۷)

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز
سے وہ تم کو روک دیں اس سے رُک جاؤ۔

فہرستِ عنوانات

❑ حرفِ آغاز ١٥

❑ تعارف امام نوویؒ ١٩

❑ اربعین میں مذکور اصطلاحاتِ حدیث ٢٣

❑ مقدمۂ کتاب از امام نوویؒ ٢٧

حدیث-١ اعمال کے نتیجہ خیز ہونے کا انحصار ٣٠

❑ تفہیم الفاظ ٣١

❑ شرح الحدیث ٣٢

● نیت کے ساتھ عمل کرنے کی مختلف صورتیں ● کیا اچھے اعمال کی تشہیر جائز ہے؟ ● بہترین نمازی کی چار صفات ● اعمال کی قبولیت میں نیت کا درخ ● انما الاعمال سے مراد ل ● نیت کا مفہوم ● نیت کن اعمال کو نتیجہ خیز بناتی ہے؟ ● ہجرت کا مفہوم اور مختلف صورتیں ● ہجرت کی بنیادی اقسام ● ہجرت ہرب ● ہجرت طلب ● مقبول ہجرت

❑ فقہ الحدیث ٤٣

حدیث-٢ اسلام، ایمان اور احسان ٤٦

❑ تفہیم الفاظ ٤٩

❑ شرح الحدیث ٥٣

● ایمان اور اسلام میں فرق ● تقدیر کا مفہوم ● تقدیر کی اقسام ● عبادت میں احسان کا مفہوم ● قیامت کب آئے گی؟ ● قیامت کی ٢ نشانیاں ● دین تین چیزوں ایمان، اسلام اور احسان پر مشتمل ہے

❑ فقہ الحدیث ٦١

حدیث-٣ اسلام کی پانچ بنیادیں ٦٤

❑ تفہیم الفاظ ٦٤

❑ شرح الحدیث ٦٦

● اسلام کی اعلیٰ اور ادنی قسم

☐ فقہ الحدیث ۶۸

حدیث-۴ تخلیق انسانی کے پانچ مراحل ۷۰

☐ تفہیم الفاظ ۷۱

☐ شرح الحدیث ۷۴

☐ فقہ الحدیث ۷۸

حدیث-۵ دین میں نئی چیزیں پیدا کرنا ۸۰

☐ شرح الحدیث ۸۰

● دین مکمل ہے ● دین کے مقابلے میں رائے نہیں چل سکتی

● دین وشریعت کے دائرے اوران میں اضافے کا مسئلہ

۱-اعتقادات میں اضافہ بدعت ہے۔

۲-عبادات میں اضافہ بھی بدعت ہے۔

۳-معاملات میں قرآن وسنت سے متصادم ضابطے بدعت ہیں۔

۴-عادات میں اصولوں کی خلاف ورزی بدعت ہوگی۔

☐ فقہ الحدیث ۸۵

حدیث-۶ مشتبہ چیزیں اور دل کا معاملہ ۸۸

☐ تفہیم الفاظ ۸۹

☐ شرح الحدیث ۹۲

● مشتبہات سے بچنا چاہیے ● مشتبہات حرام تک پہنچا سکتی ہیں ● حرام کردہ چیز ایک باڑ ہے

● سلطنت بدن کا مرکزی شہر ● سلطنت بدن کا بادشاہ

☐ فقہ الحدیث ۹۴

حدیث-۷ دین اسلام خالص وفاداری اور خیر خواہی کا نام ہے ۹۶

☐ تفہیم الفاظ ۹۶

☐ شرح الحدیث ۹۷

● نصیحت کا مفہوم ● اللہ سے وفاداری و اِخلاص مندی ● کتاب اللہ سے وفاداری ● رسول اللہؐ سے اِخلاص مندی ● مسلم حکمرانوں سے خیرخواہی ● عام مسلمانوں سے اِخلاص مندی

❑ فقہ الحدیث ۱۰۱

حدیث-۸ اسلامی حکومت کی طرف سے جان و مال کی ضمانت کب حاصل ہوتی ہے؟ ۱۰۴

❑ تفہیم الفاظ ۱۰۵

❑ شرح الحدیث ۱۰۶

❑ فقہ الحدیث ۱۰۹

حدیث-۹ احادیث رسول ﷺ کی آئینی حیثیت ۱۱۲

❑ تفہیم الفاظ ۱۱۳

❑ شرح الحدیث ۱۱۴

● رسولؐ کا امر و نہی ● بے مقصد سوالات کی ممانعت ہے

❑ فقہ الحدیث ۱۱۷

حدیث-۱۰ حلال و حرام کا قبولیت دعا پر اثر ۱۲۰

❑ تفہیم الفاظ ۱۲۱

❑ شرح الحدیث ۱۲۳

● حرام اور ردی اشیاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ● حرام کی آلائش ہو تو نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ● حرام قبولیتِ دعا میں رکاوٹ بن جاتا ہے

❑ فقہ الحدیث ۱۲۷

حدیث-۱۱ تقوے کی اعلیٰ منزل ۱۳۰

❑ تفہیم الفاظ ۱۳۰

❑ شرح الحدیث ۱۳۱

❑ فقہ الحدیث ۱۳۱

حدیث-۱۲ فضولیات سے کنارہ کشی مسلمان کو محسن بنا دیتی ہے ۱۳۴

❑ تفہیم الفاظ ۱۳۴

❑ شرح الحدیث ۱۳۵

● ترکِ مالا یعنی کا مفہوم ● ابراہیمؑ کے صحیفوں کے مشتملات ● ان صحیفوں کی تعلیمات

❑	فقہ الحدیث	۱۳۸
حدیث-۱۳	مسلمان بھائی کے لیے سچی اخلاص مندی	۱۴۲
❑	تفہیم الفاظ	۱۴۲
❑	شرح الحدیث	۱۴۳
❑	فقہ الحدیث	۱۴۴
حدیث-۱۴	تین صورتوں ہی میں مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے	۱۴۶
❑	تفہیم الفاظ	۱۴۷
❑	شرح الحدیث	۱۴۷
❑	فقہ الحدیث	۱۴۸
حدیث-۱۵	ایمان کے تین اَخلاقی تقاضے	۱۵۰
❑	تفہیم الفاظ	۱۵۱
❑	شرح الحدیث	۱۵۱

● چار احادیث...... چار آداب ● صرف ضرورت کے وقت بولنا چاہیے ● کم بولنا سمجھ داری کی علامت ہے ● زبان کے کیے دھرے کی سزا ● ہمسائے کی توقیر ● ہمسائے کی تعریف ● ضیافت اور اس کے آداب

❑	فقہ الحدیث	۱۵۷
حدیث-۱۶	غصے کی ممانعت	۱۶۰
❑	تفہیم الفاظ	۱۶۰
❑	شرح الحدیث	۱۶۱
❑	فقہ الحدیث	۱۶۳
حدیث-۱۷	مسلمان کی زندگی میں احسان کی ہمہ جہتی	۱۶۶
❑	تفہیم الفاظ	۱۶۶
❑	شرح الحدیث	۱۶۷

● قتل میں احسان ● ذبح میں احسان ● عبادات میں احسان ● انفاق میں احسان ● والدین کے ساتھ احسان ● معاشرت میں احسان ● معاملات میں احسان ● قصاص میں احسان ● اخلاقیات میں احسان ● گفتگو میں احسان ● دعوت وتبلیغ میں احسان ● دشمنوں کے ساتھ احسان

❑	فقہ الحدیث	۱۷۲
حدیث-۱۸	اچھے اخلاق کی اہمیت وضرورت	۱۷٦
❑	تفہیم الفاظ	۱۷٦
❑	شرح الحدیث	۱۷۷

● اللہ سے ڈرتے رہو ● برائی کے بعد نیکی کرو ● نفس کا محاسبہ کرو ● لوگوں سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ ● ہمارا مسلک

❑	فقہ الحدیث	۱۸۱
حدیث-۱۹	توحید کی ہمہ گیری اور اس کے تقاضے	۱۸۴
❑	تفہیم الفاظ	۱۸٦
❑	شرح الحدیث	۱۸۸

● اللہ کو یاد رکھ، وہ تجھے یاد رکھے گا ● خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھ ● مانگو تو اللہ ہی سے مانگو ● نصرت الٰہی کا ذریعہ ● نفع وضرر کا اختیار اللہ کے پاس ہے ● تکلیف کے بعد عافیت، تنگی کے بعد آسانی

❑	فقہ الحدیث	۱۹۲
حدیث-۲۰	شرم وحیا بھی عمل کی ایک کسوٹی ہے	۱۹۴
❑	تفہیم الفاظ	۱۹۴
❑	شرح الحدیث	۱۹۵

● معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانی وفحاشی ● ذرائع ابلاغ کا فتنہ ● دینی واصلاحی جماعتوں کی ذمہ داری

❑	فقہ الحدیث	۲۰۰
حدیث-۲۱	ایمان لانے کے بعد استقامت کا مظاہرہ لازمی ہے	۲۰۲
❑	تفہیم الفاظ	۲۰۳

❑	شرح الحدیث	۲۰۳
	● استقامت کا مطالبہ کیوں؟ ● استقامت کہاں مطلوب ہے؟	
❑	فقہ الحدیث	۲۰۵
حدیث-۲۲	فرائض کو ادا کرنا اور حرام سے بچنا- جنت میں داخلے کی ضمانت	۲۰۸
❑	تفہیم الفاظ	۲۰۹
❑	شرح الحدیث	۲۱۰
❑	فقہ الحدیث	۲۱۱
حدیث-۲۳	دلائل ایمان کی مختلف صورتیں	۲۱۴
❑	تفہیم الفاظ	۲۱۵
❑	شرح الحدیث	۲۱۶
	● طہارت ● ذکر ● نماز ● صدقہ ● صبر ● قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہو گا ● انسان اپنے نفس کا بیوپار کرتا ہے	
❑	فقہ الحدیث	۲۲۰
حدیث-۲۴	توحید اور اس کے تقاضے- اللہ کے خزانے اور ان کی وسعت	۲۲۴
❑	تفہیم الفاظ	۲۲۷
❑	شرح الحدیث	۲۳۰
	● ظلم میرے لیے حرام ہے اور تمہارے لیے بھی حرام ● ہدایت مجھ سے مانگو ● رزق کا مطالبہ مجھ سے کرو ● گناہوں کی معافی مجھ سے مانگو ● اللہ کی صفت بے نیازی ● اللہ کے خزانوں کی وسعت	
❑	فقہ الحدیث	۲۳۷
حدیث-۲۵	صدقے کا وسیع تصور	۲۴۰
❑	تفہیم الفاظ	۲۴۲
❑	شرح الحدیث	۲۴۳
❑	فقہ الحدیث	۲۴۵
حدیث-۲۶	انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے	۲۴۸

☐	تفہیم الفاظ	۲۴۹
☐	شرح الحدیث	۲۵۰
☐	فقہ الحدیث	۲۵۲
حدیث-۲۷	نیکی اور گناہ کی پہچان	۲۵۴
☐	تفہیم الفاظ	۲۵۵
☐	شرح الحدیث	۲۵۶
	● نیکی ● گناہ	
☐	فقہ الحدیث	۲۵۷
حدیث-۲۸	سنت سے تمسک اور بدعت سے احتراز-رسول اللہ کی ایک جامع نصیحت	۲۶۰
☐	تفہیم الفاظ	۲۶۱
☐	شرح الحدیث	۲۶۳
	● تقویٰ-اسلام کا مطلوب ● سمع وطاعت کی اہمیت اور حدود ● اختلافات کے دور میں سنت سے تمسک ● بدعات سے اجتناب واحتراز	
☐	فقہ الحدیث	۲۶۶
حدیث-۲۹	ایک بہت بڑا سوال اور اس کا جواب	۲۷۰
☐	تفہیم الفاظ	۲۷۳
☐	شرح الحدیث	۲۷۵
	● ارکان اسلام ● خیر کے دروازے ● معاملے کی بنیاد، ستون اور چوٹی ● سارے معاملے کی کنٹرولنگ	
☐	فقہ الحدیث	۲۷۹
حدیث-۳۰	فرائض، حدود، محرمات کا تعین اور بعض اشیاء کے بارے میں شریعت کی خاموشی	۲۸۲
☐	تفہیم الفاظ	۲۸۳
☐	شرح الحدیث	۲۸۳
	● فرائض کو ضائع نہ کرو ● حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو ● محرمات کی ایک فہرست ● جہاں شریعت خاموش ہو، وہاں زیادہ کرید نا نہیں چاہیے	
☐	فقہ الحدیث	۲۹۱

حدیث-۳۱	اللہ اور مخلوق کا محبوب بننے کا گُر	۲۹۴
❑	تفہیم الفاظ	۲۹۵
❑	شرح الحدیث	۲۹۵
	● ضرورت کی حد تک طلب واجب لیکن زیادہ کی حرص ناپسندیدہ ہے	
	● دنیا کا سامان اور انسانی رویے	
❑	فقہ الحدیث	۳۰۰
حدیث-۳۲	نہ تو نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ	۳۰۴
❑	شرح الحدیث	۳۰۴
	● ضرر وضرار کے دائرے کی وسعت ● وصیت میں ضرر کی ممانعت ● معاشرت میں ضرر کی ممانعت ● تجارت میں ضرر کی ممانعت ● ہمسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت ● دین کے نام پر دوسروں کو ضرر پہنچانے کی ممانعت	
❑	فقہ الحدیث	۳۱۰
حدیث-۳۳	نزاعی معاملات میں قانونی ضابطے	۳۱۲
❑	تفہیم الفاظ	۳۱۲
❑	شرح الحدیث	۳۱۳
❑	فقہ الحدیث	۳۱۶
حدیث-۳۴	ایمان کا اعلیٰ، متوسط اور کمزور درجہ	۳۱۸
❑	تفہیم الفاظ	۳۱۸
❑	شرح الحدیث	۳۱۹
	● برائی کو روکنے اور نیکی کو پھیلانے کا حکم ● اس فریضہ سے پہلوتہی پر عذاب کی وعید ● اس فرض کو ادا کرنے میں حکمت کو ملحوظ رکھنا ● ایمان کے کمزور ہونے کا مفہوم ● دینی جماعتوں اور اسلامی تحریکوں کا کردار	
❑	فقہ الحدیث	۳۲۴
حدیث-۳۵	مسلمانوں کے باہمی معاشرتی اور قانونی حقوق	۳۲۶
❑	تفہیم الفاظ	۳۲۷

❑ شرح الحدیث ۳۲۸

●ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا ●دھوکہ دینے کے لیے بھاؤ نہ بڑھانا ●مسلمان بھائی سے پیٹھ نہ پھیرنا ●مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرنا ●اخوت اسلامی اور اس کے تقاضے: (۱) مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرنا (۲) مسلمان بھائی کو بے یارو مددگار نہ چھوڑنا (۳) مسلمان بھائی سے جھوٹ نہ بولنا (۴) مسلمان بھائی کو حقیر نہ جاننا ●تقویٰ یہاں ہے ●مسلمان کے خون اور مال و آبرو کی حرمت

❑ فقہ الحدیث ۳۳۸

حدیث-۳۶ مسلمانوں کے باہمی انسانی حقوق ۳۴۲

❑ تفہیم الفاظ ۳۴۴

❑ شرح الحدیث ۳۴۵

● کسی مومن کی تکلیف کو آسان کرنا ●تنگ دست سے آسانی کا معاملہ کرنا ●مسلمان کی پردہ پوشی کرنا ●انسانیت کی خدمت، اللہ کی خوشنودی ●حصولِ علم کے لیے نکلنا ●حصولِ علم کی شرائط ●اجتماعی تلاوت و تفہیم قرآن ●تلاوت و تدارس قرآن کی فضیلت ●عمل نہ ہو تو نسب بے فائدہ ہے

❑ فقہ الحدیث ۳۵۷

حدیث-۳۷ نیکیوں اور برائیوں کے اِندراج کا طریقہ اللہ کی صفات رحمانیت ورحیمیت کی دلیل ۳۶۰

❑ تفہیم الفاظ ۳۶۱

❑ شرح الحدیث ۳۶۲

❑ فقہ الحدیث ۳۶۴

حدیث-۳۸ فرائض اور نوافل دونوں تقربِ الٰہی کے ذرائع ہیں ۳۶۶

❑ تفہیم الفاظ ۳۶۷

❑ شرح الحدیث ۳۶۸

●ولی کون ہے؟ ●فرائض اور نوافل میں فرق ●فرائض کے ساتھ نوافل کو مستقل کرنا

❑ فقہ الحدیث ۳۷۱

حدیث-۳۹	خطاء، نسیان اور جبری گناہوں پر اللہ سزا نہیں دے گا	۳۷۴
❑	تفہیم الفاظ	۳۷۴
❑	شرح الحدیث	۳۷۵
❑	فقہ الحدیث	۳۷۶
حدیث-۴۰	زندگی کا سفر احساسِ ناپائیداری کے ساتھ ہو	۳۸۰
❑	تفہیم الفاظ	۳۸۱
❑	شرح الحدیث	۳۸۱
❑	فقہ الحدیث	۳۸۵
حدیث-۴۱	ایمان اتباعِ رسولؐ سے مشروط ہے	۳۸۸
❑	تفہیم الفاظ	۳۸۸
❑	شرح الحدیث	۳۸۹
❑	فقہ الحدیث	۳۹۲
حدیث-۴۲	اجتنابِ شرک مغفرت کو لازم کر دیتا ہے	۳۹۴
❑	تفہیم الفاظ	۳۹۵
❑	شرح الحدیث	۳۹۶
	● اللہ کی عفو و رحمت کی وسعتیں ● سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر شرک نہیں ● اللہ سے مغفرت طلب کرو، اسے غفور و رحیم پاؤ گے ● استغفار کے مواقع اور صورتیں ● رسول اللہؐ کی حضرت ابو بکرؓ کو نصیحت	
❑	فقہ الحدیث	۳۹۹

❖❖❖❖❖❖

حرفِ آغاز

اربعینِ نووی ساتویں صدی ہجری کے بلند پایہ عابدوزاہداور محدث وفقیہہ امام یحییٰ بن شرف نووی کی مرتب کردہ چالیس احادیثِ نبویہ کا مختصر مجموعہ ہے۔ چالیس احادیث کو جمع کرنے کا عمل بعض روایاتِ حدیث کی بنیاد پر علماء دین کے ہاں باعث سعادت رہا ہے۔ اگرچہ یہ روایات ضعیف ہیں لیکن اربعین نویسی کی اصل بنیاد یہی روایات ہیں۔ امام نووی سے قبل متعدد اہل علم کے ایسے مجموعے موجود تھے جن میں مختلف موضوعات کی چالیس احادیث کو جمع کیا گیا تھا، امام نووی نے بھی ان اہلِ علم کی اقتدا میں اربعین مرتب کرنے کا عزم کیا اور اللہ کی توفیق سے اسے تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ درجنوں اربعین میں امام نووی کی اربعین کو جو قبولِ عام اور شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ ان سے پہلے کسی مرتب کے حصے میں آئی، نہ ان کے بعد کوئی عالم اس شرف کو پاسکا۔

امام نووی نے اپنی اربعین میں ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو دین میں اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خود امام نے ان احادیث کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے: ''ان میں سے ہر حدیث دین کا ایک اہم ستون ہے۔ علماء نے اسلام کا دارومدار ان احادیث پر قرار دیا ہے۔ یا انہیں نصف اسلام یا تہائی اسلام یا ایسا ہی کوئی اہم نام دیا ہے۔''

اربعین نووی میں شامل احادیث کی جامعیت وہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ وہ کم وبیش ان تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہیں جو ہر مسلمان کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ ان احادیث میں مسلمان کے لیے عقیدہ وعمل کا تعین موجود ہے۔ قرآن وسنت کے اتباع اور ان کی دستوری وقانونی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ حلال وحرام کے اصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔ شبہات سے دور رہنے کی حکمت بھی سمجھائی گئی ہے۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق وفرائض کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے قانونی ودستوری معاملات کے لیے ضابطے کا ذکر بھی ہے۔ لین دین اور تجارت وکاروبار کے مسائل میں رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ اعتقادات کی تصحیح بھی ہے اور عبادات ومعاملات کے

اصول بھی۔ معاشرت و معیشت اور اخلاق و احسان کے آداب بھی ہیں۔ زہد و تقویٰ کی ترغیب بھی ہے اور اس کے ضوابط و اصول بھی۔ نیکی و برائی کی وضاحت بھی ہے اور توبہ و استغفار کی فضیلت بھی۔ انسان کی خطاؤں، جفاؤں اور گناہوں کا بیان بھی ہے اور خالق و معبود کی رحمتوں، بخششوں اور عطاؤں کا ذکر بھی۔ غرضیکہ چالیس احادیث کا یہ مختصر مجموعہ اپنے اندر علم و عرفان اور رشد و ہدایت کا بحرِ بیکراں سموئے ہوئے ہے۔

امام نووی نے جس اِخلاص اور احساسِ فرض کے ساتھ یہ کام کیا ہے شاید یہ اسی کا ثمر ہے کہ عربی، فارسی اور اردو میں اس کی سینکڑوں شرحیں شائع ہو چکی ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

علمائے کرام نے اربعین کی اہمیت کے پیشِ نظر اپنے اپنے انداز میں اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ہم اس شرح کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو خود امام علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے، امام نے مقدمۂ کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن یہ شرح کہیں مفصل ہے اور کہیں مجمل۔ ہم نے مجمل مقامات پر اضافے کر کے اجمال کو تفصیل سے بدل دیا ہے اور ان اضافوں کو تیر ◄◄ ►► کے نشانات سے واضح کر دیا ہے۔ کہیں کہیں امام کی تشریح میں بھی حک و حذف کیا گیا ہے۔

یوں تو اربعین نووی بیشتر دینی تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل ہے لیکن اس کے مضامین کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلباء، مساجد کے خطباء اور قرآن و حدیث کے مدرسین کے علاوہ عام آدمی بھی اس سے استفادہ کریں۔ تعلیمی اداروں کے طلبہ کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اربعین کے متن کو از بر کر لیں کیونکہ اصل علم وہی ہے جو سینے میں محفوظ ہو جائے، کسی نے کہا:

لَیسَ بِعِلْمٍ مَاحَوَی الْقِمَطْرُ مَا الْعِلْمُ اِلَّا مَا حَوَاهُ الصَّدْرُ

''علم وہ نہیں جو الماریوں میں بند ہو بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں محفوظ ہو۔''

امام شافعی علیہ الرحمہ سے منسوب اشعار میں کہا گیا ہے:

عِلْمِی مَعِی حَیثُ مَا یَمَّمْتُ یَتْبَعُنِی صَدْرِی وِعَاءٌ لَهُ لَا بَطْنُ صُنْدُوقِی

اِنْ كُنْتُ فِی الْبَیتِ كَانَ الْعِلْمُ فِیهِ مَعِی أَوْ كُنْتُ فِی السُّوقِ كَانَ الْعِلْمُ فِی السُّوقِ

''میں جہاں بھی جانے کا ارادہ کروں میرا علم میرے پیچھے آ جاتا ہے، اس کا ٹھکانہ میرا سینہ ہے نہ کہ میرے صندوق کا پیٹ۔ میں اگر گھر پر ہوتا ہوں تو میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے اور اگر بازار چلا جاؤں تو میرا علم بازار میں میرے ساتھ ہوتا ہے۔''

اس کتاب سے استفادے کو آسان تر بنانے کے لیے ہم نے تمام ممکنہ طریقے اختیار کیے ہیں۔

- حدیث کے متن کو جملوں میں تقسیم کردیا ہے تاکہ ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو۔
- ''تفہیم الفاظ'' کے عنوان کے تحت مشکل الفاظ کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔
- ''شرح الحدیث'' کے زیرِ عنوان حدیث کی تشریح و تفہیم اور وضاحت و تبیین کی گئی ہے۔ یہاں بھی عبارت کو مسلسل رکھنے کے بجائے ذیلی عنوانات میں تقسیم کردیا گیا ہے۔
- ایک حدیث کے مضمون کی مزید وضاحت یا اس کے کسی ایک پہلو کی وضاحت کرنے والی دوسری احادیث کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے تاکہ مذکورہ حدیث کی مکمل تشریح سامنے آسکے۔
- ''فقہ الحدیث'' کے عنوان سے حدیث سے اخذ ہونے والے اہم مسائل اور نکات درج کردیے گئے ہیں۔
- اربعین کے متن میں شامل احادیث کی اصطلاحات بھی دے دی گئی ہیں تاکہ ہر حدیث کے آخر میں آنے والی اصطلاح کا مفہوم سمجھا جاسکے۔

میں نے اس کتاب کے ترجمے، تہذیب اور اضافات و عنوان بندی کا کام ایک نئے انداز میں کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کام کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کام میں نائب صدر الفوز اکیڈمی جناب خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی رہنمائی اور علمی تعاون میرے لیے ہمت و حوصلے کا باعث بنا۔ انھوں نے کتاب پر دو مرتبہ نظرِ ثانی فرمائی، بہت اہم نکات کا اضافہ کیا اور ضروری مشوروں سے نوازا۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے!

الحمد للّٰہ الذی ھدٰنا لھذا و ما کنا لنھتدی لو لا ان ھدٰنا اللّٰہ!

طلبگارِ دعا

ارشاد الرحمٰن

۵ دسمبر ۲۰۰۷ء

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ

مؤلفِ کتاب کا مختصر تعارف

اس کتاب کے جامع وشارح یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ محرم الحرام ۶۳۱ ھ کو دمشق کے زیرِ انتظام علاقہ کے شہر ''نوی'' میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے دور میں حدیث کے امام اور حافظ تھے۔ حصولِ علم کا شوق بچپن سے ہی غیر معمولی اور مثالی تھا۔ ان کے ہم عمر بچے انہیں اپنے ساتھ کھیل کود میں شریک ہونے پر مجبور کرتے لیکن آپ قرآنِ مجید کے حفظ اور علم کے حصول کا شوقین ہونے کے باعث ساتھیوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے۔

آپ کے والد گرامی نے آپ کو اپنی دکان پر بٹھا دیا تا کہ آپ کاروبار کو سنبھال لیں مگر آپ چونکہ حصولِ علم کی طرف مائل تھے اس لیے کاروبار پر کوئی توجہ نہ تھی جب کوئی گاہک آتا تو آپ اس سے کہتے: ''اللہ آپ کا اور میرا بھلا کرے مجھے نہ چھیڑو۔''

آپ کے والد گرامی کہتے ہیں کہ میں ان کے معلمِ قرآن کے پاس آیا کہ وہ ان کو سمجھائیں، تو معلم میری بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے: ''یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم اور زاہد بننا چاہتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے علم سے مستفید ہوں گے۔''

آپ کے والد گرامی کہتے ہیں: میں نے استاد سے کہا: کیا آپ نجومی ہیں؟

استاد نے کہا: نہیں میں نجومی تو نہیں ہوں مگر یہ بات مجھ سے اللہ تعالیٰ نے کہلوائی ہے۔

امام نوویؒ قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حصولِ علم کی خاطر دمشق کے سفر پر نکل گئے، آپ خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''جب میری عمر ۱۹ برس تھی تو میرے والد ۶۴۹ ھ میں مجھے دمشق لے گئے جہاں میں ''مدرسہ رواحیہ'' میں قیام پذیر ہو گیا۔ میں نے تقریباً دو برس اپنا پہلو زمین پر نہ ٹکایا اور اسی خوراک پر گزر بسر کرتا رہا جو مدرسہ سے ملتی تھی۔ اس دوران میں نے چار ماہ میں سعدی کی ''تنبیہ'' یاد کر لی، پھر چھ ماہ میں سعدی ہی کی ''مہذب'' سے عبادات کا حصہ ازبر کر لیا۔ میں نے اپنے اسباق کی شرح وتصحیح اپنے استاد اسحاق مغربی سے کرانا

شروع کی۔ میں ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا وہ بھی اپنے ساتھ میرے تعلق اور حصول علم کی طرف میلان اور لوگوں کے ساتھ عدم تعلقات کو دیکھ کر مجھ سے مانوس ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بے انتہا شفقت اور محبت دی اور مجھے کئی جماعتوں کو سبق دہرانے والا (مانیٹر) مقرر کر دیا۔"

علامہ علاء الدین بن عطار سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: میرے استاد نے مجھے بتایا کہ امام نوویؒ روزانہ اساتذہ کے سامنے شرح وتصحیح کی غرض سے ۱۲ درس پڑھا کرتے تھے۔ دو سبق کتاب "وسط" سے، ایک سبق کتاب "مہذب" سے، ایک سبق صحیح بخاری وصحیح مسلم سے مشترکہ، ایک سبق صحیح مسلم سے اس کی شرح کے ساتھ، ایک سبق ابن جنی کی نحو پر کتاب "اللمع" سے، ایک سبق لغت میں ابن سکیت کی "اصلاح المنطق" سے، ایک سبق "صَرف" کا، ایک سبق اصولِ فقہ سے، یہ کبھی ابی اسحاق کی "اللمع" سے ہوتا اور کبھی امام فخر الدین رازی کی "منتخب" سے، ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصول دین کا ہوتا تھا۔

امام رَحِمہُ اللہ بیان کرتے ہیں: "میں ان تمام دروس کے مشکل مقامات کی شرح اور عبارتوں کی وضاحت اور اہم الفاظ کے اِعراب بیان کرتا۔ اللہ تعالی نے میرے وقت اور سعی میں برکت فرمائی اور مجھے اپنی توفیق واعانت سے نوازا۔ اسی دوران میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے طب کا علم بھی حاصل کرنا چاہیے، میں نے اس موضوع پر "القانون" نامی کتاب خرید لی اور اس کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا، اس دوران میں نے اپنے دل میں کچھ تاریکی محسوس کی۔ میرا کسی کام میں دل نہ لگتا، اس کیفیت کو کئی روز گزر گئے، میں نے غور وفکر کیا کہ کونسی چیز میرے دماغ میں ایسی آ گئی ہے کہ میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالی نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میرے ظلمتِ قلب کا سبب میرا طب کے علم میں مشغول ہو جانا ہے۔ میں نے فوراً طب کی یہ کتاب بیچ دی اور اپنے پاس سے ہر وہ چیز نکال دی جو طب کے علوم سے متعلق تھی۔ اس کے بعد میرا دل روشن ہو گیا اور میں پہلی حالت پر آ گیا۔"

امام نووی رَحِمہُ اللہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ ریاض الصالحین، شرح صحیح مسلم، الاذکار، الاربعین النوویہ، التبیان، مختصر التبیان، المنہاج، الروضہ، الفتاویٰ، الایضاح، الایجاز، تحریر الفاظ التنبیہ، الترخیص فی القیام لاھل الفضل، الارشاد، التقریب، المبھمات، طبقات الفقہاء، تہذیب الاسماء واللغات، مختصر اسد الغابہ، مناقب الامام الشافعی، مہذب کے ایک حصہ کی شرح، تنبیہ کے ایک حصہ کی شرح، وسیط کے ایک حصے کی شرح، صحیح بخاری کے ایک حصہ کی شرح، سنن ابی داوٗد کے کچھ حصوں کی شرح، آپ نے تحقیق اور جامع السنن پر بھی کچھ لکھا ہے۔ خلاصۃ الاحکام فی مہمات الاحکام اور بستان العارفین آپ کی تصانیف ہیں، ان کے علاوہ اور کتب بھی ہیں جو طبع ہونے

سے رہ گئیں اور کئی لائبریریوں میں ان کے مخطوطات موجود ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمۃ کو ورع وزہد سے حظِ وافر نصیب ہوا تھا آپ اس قابلِ رشک صفت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ امام ذہبی رحمۃُ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ خوراک ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ کبھی آنے والے دنوں کے لئے کوئی توشہ جمع کر کے نہ رکھا صرف اللہ پر توکل رکھتے اور آسودگی و آسائش کی طرف مائل نہ ہوتے۔ آپ جلوت وخلوت میں اللہ تعالیٰ سے خائف رہتے اور تقویٰ وقناعت اور ورع وزہد کی صفت سے ہمہ وقت متصف رہتے۔ ذیل کے اشعار ان کی طرف منسوب ہیں:

وَجَدْتُ القَنَاعَةَ أَصْلَ الغِنىٰ ۔۔۔ فَسِرْتُ بِأَذْيَالِهَا مُمْتَسِكِ

فَلا ذَا يَرَانِي عَلَى بَابِهِ ۔۔۔ فَلا ذَا يَرَانِي بِهِ مُنْهَمِكِ

وَعِشْتُ غَنِيًّا بِلا دِرْهَمٍ ۔۔۔ أَمُرُّ عَلَى النَّاسِ مِثْلَ المَلِكِ

''میں نے قناعت کو اصل تونگری پایا اس لئے میں اس کے دامن سے ہی وابستہ رہا ہوں۔''

''مجھے کسی نے اپنے دروازے پر کچھ مانگتے نہیں دیکھا اور نہ کسی نے مجھے دنیاوی ضرورت میں منہمک پایا۔''

''میں نے تو درہم و دینار کے بغیر ہی امیرانہ زندگی گزاری اور اس شان سے گزاری کہ بادشاہوں کی طرح لوگوں پر میرا حکم چلتا تھا۔''

امام نووی علیہ الرحمہ عادت سے ہٹ کر اپنی ظاہری حالت میں خوبصورتی پیدا کرنے، لذیذ ومرغوب کھانا کھانے اور حسین وجمیل کپڑے استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے کہ اس طرح کہیں نفس کی رعونتیں زور نہ پکڑ جائیں، بلکہ آپ روٹی اور معمولی سادہ سالن کھاتے، ناقص کپڑے کا لباس پہنتے اور باریک اور معمولی جبہ استعمال کرتے۔

رشید الدین بن معلم حنفی کہتے ہیں: ایک روز میں نے امام نوویؒ سے حمام میں جا کر غسل نہ کرنے اور کھانے پہننے میں مشکل زندگی اپنائے رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے جو تمہارے بلند مقاصد تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے گی تو انہوں نے جواب دیا: فلاں آدمی روزے رکھتا رہا یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں پیلی ہوگئیں۔ رشید الدین کہتے ہیں: امام نوویؒ کے اس جواب سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کو دنیا کے کسی مقام ومرتبہ کی کوئی حاجت نہیں اور نہ اس زندگی کی خواہش اور طلب ہے جو ہم گزار رہے ہیں۔

آپؒ نے ساری زندگی شادی نہ کی۔ آپ کے کسی ساتھی نے آپ کو شادی کر لینے کے لئے ترغیب دلائی تو

آپ نے اس سے فرمایا: میرا اور شادی کا کیا تعلق؟ یہ مجھے میری محبوب ترین چیز علم سے بیگانہ کردے گی۔"

امام نووی رَحِمَہُ اللہ حکمرانوں اور امراء کو بھلائی کا کام کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے۔آپ حکمت اور موعظتِ حسنہ کے انداز میں حق کو واشگاف بیان کرتے تھے۔بسا اوقات تو غلط لوگوں کی ایسی خبر لیتے تھے جس کے وہ مستحق ہوں۔انہیں خط لکھتے کہ عوام میں عدل کرو، جرائم سے دور رہو اور حقداروں کو ان کے حق ادا کرو۔

ابو العباس بن فرج کہتے ہیں: "امام نووی رَحِمَہُ اللہ کو تین ایسے مراتب حاصل تھے کہ ان میں سے ایک رتبہ بھی اگر کسی شخص کو حاصل ہوتا تو لوگ اس سے مستفید ہونے اور فیض حاصل کرنے کے لئے سفر کرکے اس کے پاس جاتے۔ پہلا رتبہ علم، دوسرا زہد اور تیسرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) ہے۔

آپ ایسے صالح اوصاف اور قابل تعریف خوبیوں سے متصف تھے کہ قلم ان کو لکھنے سے قاصر ہے۔

۶۷۶ھ میں آپ نے کتابیں اور صحیفے اوقاف کے مالکوں کو واپس لوٹا کر اپنے قصبہ آجانے کا ارادہ کیا۔ چلنے سے قبل اپنے مرحوم اساتذہ کے لئے دعا کی غرض سے ان کی قبروں پر گئے۔ان کے لئے دعا کی اور آبدیدہ ہو گئے۔ پھر اپنے زندہ احباب سے ملے اور انہیں الوداع کہا۔احباب اور معتقدین کی ایک جماعت آپ کو الوداع کرنے کے لئے دمشق کے باہر تک آئی۔کسی نے آپ سے پوچھا: شیخ! دوبارہ کب ملاقات ہوگی! آپ نے فرمایا: "بہت سے برسوں بعد!" لوگوں نے جان لیا کہ آپ کے اس جواب سے مراد قیامت کا دن ہے۔

پھر آپ "نوی" میں والد سے ملاقات کے بعد بیت المقدس اور الخلیل چلے گئے، اور وہاں سے واپس نوئ آئے تو بیمار ہو گئے اور ۲۴ رجب ۶۷۶ھ کو بدھ کی رات وفات پا گئے۔آپ کی عمر ۴۵ یا ۴۶ برس تھی۔

جب امام نووی رَحِمَہُ اللہ کی وفات کی خبر دمشق پہنچی تو سارا شہر آہ و بکا سے گونج اٹھا۔ مسلمانوں نے اس سانحہ پر شدید صدمے اور افسوس کا اظہار کیا۔ چیف جسٹس عزالدین محمد بن صائغ نے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کو جمع کیا اور آپ کی قبر پر دعا کے لئے "نوی" گئے۔دس سے زاید عالموں اور ادیبوں نے آپ کا مرثیہ پڑھا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمتِ واسعہ میں ڈھانپ لے، آپ کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے، قیامت کے روز آپ کو عالمین و اولیاء، صالحین وشہداء اور صدیقین وانبیاء کے ساتھ اٹھائے۔اللہ ان سب کو اور ہمیں بھی ان لوگوں کی صف میں اٹھائے جن پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ کسی حزن میں مبتلا ہوں گے۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ

اربعین میں مذکور

اصطلاحاتِ حدیث

اربعین کے متن میں شامل احادیث کی تعداد ۴۰ کی بجائے ۴۲ ہے۔ان میں بھی کئی احادیث کی دو دو روایات نقل کی گئی ہیں۔ان ۴۲ اَحادیث میں سے ۲۹ صحیح ہیں جو سب کی سب امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی روایات ہیں۔ ۷ حسن ہیں [ان ۷ میں سے ۲ کو حسن الاسناد بھی کہا گیا ہے اور ایک کو مسند اور مرسل بھی کہا گیا ہے]۔ ۶ حسن صحیح ہیں [ان میں سے ایک کو صحیح الاسناد بھی کہا گیا ہے]

حسن اور حسن صحیح احادیث امام ترمذی، نسائی، احمد، دارمی، ابو داؤد، دار قطنی بیہقی، مالک، ابن ماجہ اور شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی کی روایات ہیں۔

حدیث کی ان اصطلاحات کی تعریفات موضوع کی مناسبت اور تفہیم کی غرض سے ذیل میں دی جا رہی ہیں:

صحیح

”محدثین کی اصطلاح میں صحیح سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جس کی سند اپنے قائل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تک متصل ہو، اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں، وہ اپنے جیسے راویوں سے نقل کریں، اور یہ کیفیت سند کے شروع سے آخر تک قائم رہے، نیز اس میں کوئی شذوذ یا کوئی خفی علت نہ پائی جائے۔“

یعنی کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱- سند متصل ہوگی: یعنی ہر راوی نے اس روایت کو اپنے سے اوپر والے راوی سے براہِ راست حاصل کیا ہو۔ یہ کیفیت سند کے شروع سے لے کر آخر تک تمام راویوں میں موجود ہو، کہیں انقطاع واقع نہ ہوا ہو۔

۲- راوی عادل ہوں: یعنی اس روایت کے تمام راوی مسلمان، عاقل اور بالغ ہوں، فسق و فجور سے دور اور اَخلاق و آداب کے منافی امور سے مبرا ہوں۔ ثقہ ہوں۔

۳- راوی ضابط ہوں: یعنی اس کے تمام راوی قوتِ حفظ وضبط میں کامل ہوں، ان کے حفظ وضبط کی قوت کمزور نہ ہو، وہ اپنے حافظے (یادداشت) یا تحریر میں موجود بات کو مکمل طور پر محفوظ رکھنے کی قوت وصلاحیت رکھتے ہوں۔

۴- شذوذ نہ ہوں: یعنی کوئی ثقہ راوی اس روایت یا حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرے۔

۵- مخفی علت نہ ہو: یعنی اس روایت یا حدیث کی سند اور متن میں کوئی ایسا مخفی نقص نہ ہو جو بظاہر نظر نہ آتا ہو لیکن اس کے صحیح ہونے پر اثر انداز ہو سکتا ہو۔

ان شرائط میں سے ایک بھی شرط اگر کم ہو تو وہ حدیث یا روایت 'صحیح' نہ ہو گی 'غیر صحیح' ہو گی۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی روایت کردہ احادیث ان تمام شرائط کو پورا کرتی ہیں اور یہ دیگر محدثین کے ہاں بھی صحیح سمجھی جاتی ہیں لہٰذا جہاں بخاری و مسلم کی روایات آئیں ان کے ساتھ بخاری و مسلم لکھ یا ذکر کر دیا جاتا ہے وہاں حدیث کی حیثیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ ان دونوں اصحاب کا نام ہی کافی ہے۔

صحیح الاسناد

''وہ حدیث جس کی سند صحیح ہو مگر اس کا متن کسی علت یا شذوذ کی وجہ سے غیر صحیح ہو۔''

یعنی حدیث کے صحیح ہونے کی پانچ شرائط میں سے پہلی تین شرائط پوری ہوتی ہوں اور آخری دو کی کوئی ضمانت نہ ہو۔ محدثین کے نزدیک 'صحیح الاسناد' کا درجہ صحیح سے کم ہوتا ہے۔

حسن

''وہ حدیث جس کی سند متصل ہو، کوئی علت یا شذوذ نہ ہو، راوی عادل اور ضابط ہو مگر ضبط ضعیف ہو۔''

یعنی وہ حدیث جو صحیح کی چار (۴) شرائط پوری کرتی ہو لیکن راوی کا ضبط ضعیف ہو۔

حسن صحیح

''ایسی حسن حدیث جس کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں یعنی وہ ایک سند کے لحاظ سے حسن اور دوسری کے لحاظ سے صحیح ہو۔'' یا

''ایسی حسن حدیث، جو محدثین کے ایک طبقے کے ہاں حسن ہو اور دوسرے کے ہاں صحیح ہو۔''

حسن الاسناد

''وہ حدیث یا روایت جس کی سند حسن ہو لیکن متن میں کوئی علت یا شذوذ ہو۔''
محدثین کے نزدیک 'حسن الاسناد' کا درجہ 'حسن' سے کم تر ہے۔

مُسند

''وہ حدیث جس کی سند مرفوع اور ظاہری طور پر متصل ہو''
یعنی اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور بظاہر اس میں کوئی انقطاع نہ ہو۔

مُرسَل

''وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے اوپر ایک یا دو راوی ساقط ہوتے ہیں، مرسل کہلاتی ہے۔''
یعنی تابعی اپنے سے اوپر والے راوی یا راویوں کا ذکر کیے بغیر براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے حدیث بیان کرے۔

❖❖❖❖❖❖❖

مقدمۂ کتاب
از
امام یحییٰ بن شرف الدین نوویؒ

حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد!

ہم نے علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعدد طرق (سندوں) کے ساتھ متنوع احادیث روایت کی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا مِنْ أَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي زُمْرَةِ الْفُقَهَاءِ وَ الْعُلَمَاءِ. ''جو شخص میری امت کے دینی امور کے حوالے سے چالیس حدیثیں حفظ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو فقہاء وعلماء کے زمرے میں اٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے: بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا عَالِمًا. ''اللہ تعالیٰ اس کو عالم وفقیہ کی حیثیت سے اٹھائے گا۔''

ابوالدرداء ؓ کی روایت میں ہے: كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيْدًا. ''میں قیامت کے روز اس کا شافع اور گواہ ہوں گا۔''

ابن مسعود ؓ کی روایت میں ہے: قِيْلَ لَهُ ادْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ. ''اس آدمی سے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔''

ابن عمر ؓ کی روایت میں ہے: كُتِبَ فِي زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ وَحُشِرَ فِي زُمْرَةِ الشُّهَدَاءِ. ''اس کو علماء کے زمرے میں لکھ دیا جائے گا اور شہداء کے زمرے میں اٹھایا جائے گا۔''

حفاظِ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سندیں کثیر ہیں مگر یہ ضعیف ہے۔ تاہم علماء کرام نے اس موضوع پر بے شمار مواد چھوڑا ہے۔ میرے علم کے مطابق عبداللہ بن مبارک پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر لکھا۔ پھر عالم ربانی محمد بن اسلم طوسی، پھر حسن بن سفیان النسائی، ابوبکر الآجری، ابوبکر محمد بن ابراہیم

الاصفہانی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابوعبدالرحمٰن السلمی، ابوسعید المالینی، ابوعثمان الصابونی، عبداللہ بن محمد انصاری، ابوبکرالبیہقی اور متقدمین ومتاخرین میں سے لاتعداد لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔

میں نے بھی ان ائمہ وحفاظ کرام کی اقتداء میں اربعین (چالیس احادیث) کوجمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔

علماء کااس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال کی فضیلتوں کے سلسلے میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔اس کے باوجود میں نے اس بات پر اعتماد وانحصار نہیں کیا بلکہ صحیح احادیث میں وارد رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرامین کو بنیاد بنایا ہے:لِیُبَلِّغَ الشَّاھِدُ مِنکُمُ الغَائِبَ. ''تم میں سے (یہاں) حاضر شخص غیر حاضر لوگوں تک (میری) بات پہنچادے۔''

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمرَأً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاھَا فَأَدَّاھَا کَمَا سَمِعَھَا. ''اللہ تعالیٰ اس آدمی کوآبادوشادرکھے جس نے میری بات (حدیث) کوسنا پھراس کوحفظ کیااوراسی طرح آگے بیان کیا جس طرح سنا تھا۔''

علماء میں سے کچھ نے اصولِ دین پر چالیس احادیث جمع کی ہیں، کچھ نے فروع، کچھ نے جہاد، کچھ نے زھد (تقویٰ)، کچھ نے آداب اور کچھ نے خطبات پر احادیث جمع کی ہیں۔یہ سب کچھ مقاصدِ صالحہ میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ یہ کام کرنے والوں سے راضی ہو۔

میں نے ان تمام احادیث میں سے ایسی چالیس اہم احادیث کوجمع کرنے کا ارادہ کیا۔جو مذکورہ تمام موضوعات کااحاطہ کرتی ہیں۔ان میں سے ہر حدیث دین کا ایک عظیم ستون ہے۔علماء نے اسلام کا دارومدار ان احادیث پر قرار دیا ہے۔یاانہیں نصف اسلام یا تہائی اسلام یاایسا ہی کوئی اہم نام دیا ہے۔

اس الاربعین میں اس بات کااہتمام اورالتزام کیا گیاہے کہ یہ احادیث صحیح ہوں۔اس کا اکثر حصہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے۔میں نے ان احادیث کی سندوں کوحذف کر کے بیان کیاہے تاکہ ان سے استفادہ کرنااور انہیں حفظ کرنا آسان رہے۔پھرتشریح طلب الفاظ کی مختصر تشریح بھی دے دی ہے۔

آخرت میں رغبت رکھنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان احادیث سے آگاہی حاصل کرے کیونکہ یہ احادیث دین کے اہم اموراورفرمانبرداری کے کاموں کی نشاندہی کرتی ہیں۔جوشخص غوروفکر سے کام لے گااس کے سامنے یہ سب کچھ ظاہر ہوجائے گا۔میرا اعتماد وتوکل اللہ تعالیٰ پر ہے۔وہی تعریف کا حقدار ہےاور وہی نعمتوں کا مالک۔نیکی کی توفیق دینے والا اور برائی سے بچانے والا وہی ہے۔

❖❖❖❖❖❖

۱
الحدیث الاول

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِى حَفْصٍ عُمَرَ بِنِ الخَطَّابِ ﷺ قَالَ:

سَـمِـعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُوْلُ : " اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِـجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ"

رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ: أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْبُخَارِىُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بِنْ مُسْلِمِ الْقُشَيْرِىُّ النِّيْسَابُوْرِىُّ فِىْ صَحِيْحَيْهِمَا الَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ

۱

الحدیث الاول

اعمال کے نتیجہ خیز ہونے کا انحصار

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

"امیر المومنین ابو حفص عمر بن خطاب ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

" إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِيءٍ مَا نَوَى،

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ،

وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ"

اعمال (کے انجام) کا انحصار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

لہٰذا جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت (اللہ کے حضور) اللہ و رسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے لیے ہو کہ وہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کے لیے ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف شمار ہوگی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی ہے۔"

رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ: اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْبُخَارِيُّ، وَاَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمِ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ

اس حدیث کو ائمہ محدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری نے اپنی صحیح میں اور ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، یہ دونوں کتب دیگر تمام کتب احادیث میں صحیح ترین شمار ہوتی ہیں

تفہیم الفاظ

اِنَّمَا : اِنَّ + مَا = اِنَّمَا ۔ یہ لفظ بات میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ انّما کلمۂ حصر بھی ہے۔ بات کو محدود و مقید کرتا ہے۔

بِالنِّيَّاتِ : بِ+النِّيَّاتِ = بِالنِّيَّاتِ. بِ حرف جار ہے، یہ اپنے بعد آنے والے اسم کے آخری حرف کو زیر دیتا ہے جو ظاہری بھی ہوتی ہے اور پوشیدہ بھی۔ یہاں بِالنِّيَّاتِ کی ت کے نیچے اسی کی وجہ سے زیر آئی۔ بِ کے کئی معنی ہیں یہاں ہم جملے کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا معنی پر کریں گے اور اس طرح بالنِّيَّاتِ کا ترجمہ "نیتوں پر" ہوگا۔

اِمْرِیءٍ : آدمی۔ یہ لفظ اِمْرَأٌ یا مَرْءٌ ہے لفظ لِكُلِّ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور [آخری حرف کے نیچے زیر] ہو گیا اور اس کی شکل اِمْرَأٌ سے اِمْرِیءٍ ہوگئی۔

مَا : جو، جس۔ اس کا معنی "نہیں" بھی ہوتا ہے لیکن یہاں 'جو/ جس' ہوگا۔

نَوٰی : اس نے نیت کی، اس نے ارادہ کیا۔ فعل ماضی ہے۔

فَمَنْ : لہٰذا۔ یہ فَ اور مَنْ کا مرکب ہے۔

كَانَتْ : ہے، ہو۔ مؤنث کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

هِجْرَتُهُ : اس کی ہجرت، اس کی نقل مکانی، یہ لفظ هِجْرَة اور هُ کا مرکب ہے۔

اِلٰی : طرف، جانب، تک۔ یہ لفظ اپنے بعد آنے والے اسم کو زیر دیتا ہے۔

يُصِيْبُهَا : يُصِيْبُ+هَا = يُصِيْبُهَا، وہ حاصل کرے+اسے۔ هَا ضمیر اپنے سے پہلے آنے والے لفظ دنیا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اَوْ : یا (OR)۔ یہ لفظ اَوْ ہے اس کی واؤ ساکن ہے اور اس کو اگلے لفظ کے ساتھ ملانے کے لیے

زیر دی گئی اور عربی گرامر کا یہ اصول ہے کہ جب کسی ساکن حرف کو حرکت دینا مقصود ہو تو اس کو زیر دے دیتے ہیں۔

اِمْرَأَةٌ : عورت، یہ لفظ اِمْرَأٌ / مَرْءٌ کا مونث ہے۔

یَنْکِحُهَا : وہ نکاح کرے اس سے یَنْکِحُ کا فاعل مَنْ ہے جو مرد ہے اور هَا ضمیر کا اشارہ اِمْرَأَةٌ کی طرف ہے۔ اس طرح یہ لفظ یَنْکِحُ + هَا = یَنْکِحُهَا بن گیا۔

هَاجَرَ : فعل ماضی۔ اس (مرد) نے ہجرت کی۔ یہ لفظ باب مزید مفاعلہ سے ہے یعنی هَاجَرَ. یُهَاجِرُ. مُهَاجَرَةً. اس کا ثلاثی مجرد باب هَجَرَ یَهْجُرُ هِجْرَانًا ہے جس کا معنی محض کسی چیز کو چھوڑ دینا ہے۔ جبکہ مُهَاجَرَتْ کا معنی کسی ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کے حصول کی خاطر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نقل مکانی کرنا ہے۔

اِلَیْهِ : اِلٰی +هٗ = اِلَیْهِ. اس کی طرف، جس کی طرف۔ هٗ اِلٰی کی وجہ سے هِ ہو گیا۔

شرح الحدیث

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اعمال کے صحیح ہونے کا معیار نیت ہے، لہٰذا جب نیت درست ہو گی تو عمل بھی درست ہو گا اور جب نیت میں فساد موجود ہو گا تو عمل بھی فاسد و بے کار ہو جائے گا۔

نیت کے ساتھ عمل کرنے کی مختلف صورتیں

جب نیت کے ساتھ عمل کیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ یہ کہ آدمی جو عمل کر رہا ہے اللہ کے خوف کی وجہ سے کر رہا ہے اور یہی چیز بندے کی اصل عبادت ہے۔

۲۔ یہ کہ آدمی جو عمل کرے وہ جنت اور اجر و ثواب کے حصول کی خاطر کرے اور یہ تاجروں کی سی عبادت ہے۔

۳۔ یہ کہ آدمی جو عمل بھی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقِ عبودیت اور شکر کی ادائیگی کے لیے اس سے حیا کرتے ہوئے انجام دیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو کوتاہ کار بھی خیال کرتا ہے اور اس کا دل بھی ڈرتا رہتا ہے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس قدر جد و جہد کے ساتھ کیا گیا عمل مقبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔ یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور اسی چیز کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے رات کو طویل قیام فرمایا اور آپ ﷺ کے پائے مبارک متورم ہو گئے تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

''لِمَ تَصْنَعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ھٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا؟''[1] ''یارسول اللہ ﷺ! آپ (عبادت کی) اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آئندہ وسابقہ تمام لغزشوں کو بخش دیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں ایک شکرگزار بندہ بنوں؟''

کہتے ہیں کہ کسی نے پوچھا کہ خوف کے ساتھ کی جانے والی اور امید کے ساتھ کی جانے والی عبادتوں میں سے افضل عبادت کونسی ہے؟ تو اس سوال کا جواب امام غزالیؒ نے یہ دیا کہ امید کے ساتھ جو عبادت کی جائے وہ افضل ہے کیونکہ امید محبت کو جنم دیتی ہے اور خوف ناامیدی پیدا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں صورتیں ان بندوں کے حق میں ہیں جو خلوص سے عبادت کرتے ہیں۔ خبردار رہیے کہ خود فریبی اخلاص کی دشمن ہے۔ جو شخص اپنی عبادت وعمل کے فریب میں مبتلا ہوا اس کا عمل ضائع ہوگیا اور اسی طرح اس شخص کا عمل بھی بے کار ہوگیا جو تکبر میں مبتلا ہوا۔

حارث محاسبی اپنی کتاب الرعایۃ میں کہتے ہیں کہ: اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت سے تمہارا مقصود اسی کی ذات ہو نہ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز۔ اخلاص کے مقابلے میں ریاء ہے، اور ریاء کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ آدمی اللہ کی اطاعت کر کے لوگوں کو دکھلانا چاہتا ہے۔ (۲) یہ کہ وہ اس عمل کے ذریعے لوگوں کی طرف سے تعریف وتوصیف بھی چاہتا ہے اور اللہ کی خوشنودی کا بھی متمنی ہوتا ہے۔ یہ دونوں قسمیں غارت گرِ عمل ہیں۔ حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب الحلیۃ میں بعض سلف کا یہی قول نقل کیا ہے۔

بعض اہل علم نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول: اَلْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ سے یہی استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بیوی، بچوں اور ساجھی شریک کی ضرورت سے بلند تر ہے، ایسے ہی اس کو وہ عمل قبول کرنے کی چنداں ضرورت نہیں جس میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا گیا ہو۔ وہ بلند وبرتر ہے۔ وہی اکبر، کبیر اور متکبر ہونے کا حقدار ہے۔ امام سمرقندیؒ نے کہا ہے کہ: جتنا عمل انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کرے گا وہ قبول ہوگا اور جتنا لوگوں کی خاطر کرے گا وہ قبول نہیں ہوگا۔ فرض کیجیے ایک آدمی ظہر کی نماز ادا کرتا ہے۔ وہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے مگر محض لوگوں کی وجہ سے وہ ان رکعات کے ارکان وقراءت کو طویل اور ہیئتِ نماز کو بڑے حسن کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اس شخص کی اصل نماز تو مقبول ہوگی لیکن لوگوں کی خاطر اختیار کیا گیا

(۱) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک...... الخ﴾ ۴۸۳۷

اس کا حسن وطول نامقبول ہوگا کیونکہ اس کے ذریعے اس نے لوگوں کو خوش اور حیران کرنے کی کوشش کی تھی۔
شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز کو طویل کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کا یہ عمل ضائع نہیں ہوگا۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب عمل کی اصل میں شرک کی صفت پائی جائے۔ اگر عمل کے اصل میں یہ چیز آ جائے کہ اس نے نماز اللہ اور لوگ دونوں کی وجہ سے ادا کی ہے تو پھر عمل کی اصل میں شرک کے شامل ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز مقبول نہیں۔

کیا ریا کاری کے ڈر سے نیک کام چھوڑ دیا جائے؟

عمل میں اس ریاء کو ممنوع ٹھہرایا گیا ہے جو ترکِ عمل میں کی جاتی ہے، یعنی لوگوں کے لیے دکھلاوا بن جانے کی خاطر کوئی اچھا کام نہ کرنا۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: لوگوں کی وجہ سے اچھا کام ترک کرنا ریا کاری میں شامل ہے اور لوگوں کی خاطر کیا گیا عمل شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں بری صفات سے محفوظ رکھے۔ حضرت عیاضؒ کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کا پختہ ارادہ کرتا ہے پھر لوگوں کے خوف کی وجہ سے کہ لوگ اس کو یہ کام کرتے دیکھ لیں گے اس کام کو نہیں کرتا تو ایسا شخص ریا کار ہے۔ کیونکہ اس نے لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کیا ہے۔ لیکن اگر وہ عمل کو اس لیے ترک کرتا ہے کہ خلوت میں اسے کرے گا تو یہ بات مستحب ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ عمل فرض نماز نہ ہو یا فرض زکوٰۃ نہ ہو۔ کیونکہ فرائض کی ادائیگی سر عام زیادہ بہتر ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ہونے والی غلط فہمی یا بے عملی کی ترغیب سے بچایا جائے یا ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسا آدمی عالم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہو کیونکہ اس کے عمل نہ کرنے کو لوگ حجت بنا لیں گے اگرچہ وہ عمل کا تارک نہیں ہے۔ تاہم اس طرح کے مواقع ومعاملات میں عبادت کو ظاہری طور پر ادا کرنا افضل ہے۔

کیا اچھے اعمال کی تشہیر جائز ہے؟

جس طرح ریا کاری محبطِ اعمال ہے، اسی طرح تسمیع (تشہیر پسندی) بھی عمل کے ضیاع کا باعث ہے۔ تسمیع یہ ہے کہ آدمی تنہائی میں کوئی اچھا کام سرانجام دے پھر لوگوں کو بتاتا پھرے کہ میں نے یہ عمل کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ[۲] ''جس شخص نے اپنی تشہیر کی، اللہ تعالیٰ بھی اس کو شہرت پسند بنا دے گا اور جس شخص نے لوگوں کے سامنے ریا کاری کی اللہ تعالیٰ اس کو ریا کار بنا دے گا''۔ علماء

---

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء ۲۹۸۶

نے کہا ہے کہ عمل کرنے والا شخص اگر ایسا عالمِ دین ہے، جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں، اس کی بات مانتے ہیں اور اس کے عمل کو حجت جانتے ہیں تو وہ لوگوں کو ترغیب دلانے کی خاطر اپنا اچھا پوشیدہ عمل بتا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

بہترین نمازی کی چار صفات

مرزبانیؒ فرماتے ہیں: ''نمازی کو چار اعلیٰ صفات کی ضرورت ہوتی ہے، جب یہ چاروں صفات نمازی میں موجود ہوں تب نماز عرش کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ یہ چار صفات یہ ہیں (۱) دل کی حضوری (۲) عقل کی حاضری (۳) ارکان کی عاجزی (۴) اعضاء و جوارح کا انکسار۔ جو شخص حضوریِ قلب کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک مضطرب نمازی ہے اور جو شخص عقل کو حاضر کیے بغیر نماز ادا کرے وہ ایک غافل نمازی ہے، اور جو شخص ارکان کے خضوع کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک سخت اور خشک نمازی ہے اور جو شخص اعضاء کے خشوع کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک خطا کار نمازی ہے اور جو شخص ان تمام خصال و صفات کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے وہ ایک کامل و مکمل نمازی ہے''۔

اعمال کی قبولیت میں نیت کا دخل

نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ''اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے'' اس سے آپؐ کی مراد نیکی و طاعت کے وہ اعمال ہیں (عموماً جن کے کرنے کی ترغیب اور نہ کرنے کی ممانعت آئی ہے) نہ کہ وہ اعمال جو مباح ہیں (جن کے کرنے کا بمشکل جواز ملتا ہے) حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں: ''چونکہ عبادات و طاعات میں اخلاص مطلوب ہے اور یہ اخلاص مباح عمل میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ عمل ان اعمالِ حسنہ میں شامل نہیں، جو بندے کو اللہ کے قریب کرنے کا باعث بنتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مباح عمل بندے کو قربِ الٰہی کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عالی شان عمارت صرف اس مقصد کی خاطر بنائی جائے کہ اس سے لوگوں پر اپنی دولت کی دھاک بٹھائی جائے اور ان کے سامنے اپنی رعونت کا اظہار کیا جائے۔ لیکن اگر یہی عمارت کسی اچھے مقصد مثلاً مساجد کے لیے یا (عوام کے) مال اسباب کے لیے (سٹور کے طور پر) یا جانور وغیرہ باندھنے کے لیے بنائی جائے تو یہی چیز مستحب کے دائرے میں آجائے گی اور اس پر اس کو اجر ملنے کی امید ہے''۔ امام حارث کہتے ہیں کہ: ''کسی حرام یا مکروہ عمل میں اخلاص کی صفت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص کسی ایسی چیز کی طرف دیکھتا ہے جس

کو دیکھنا اس پر حرام ہے مگر وہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس لیے دیکھ رہا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کاری میں غور و فکر کرے۔ مثلاً کسی امرد (بے داڑھی) شخص یا لڑکے کی طرف دیکھنے میں اخلاص نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں تو سرے سے ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بننے والی ہو'' امام کہتے ہیں: ''بندے کے خفیہ و علانیہ اور ظاہر و باطن تمام امور و اعمال میں صدق (انتہائی اخلاص) ضروری ہے اور صدق تبھی میسر آسکتا ہے جب تمام مقامات و احوال جو اس کے لیے ضروری ہوتے ہیں، حاصل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ اخلاص صدق کا محتاج ہوتا ہے اور صدق کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ کیونکہ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ ''اعمالِ اطاعت'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی مقصود ہوتی ہے۔ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس نماز کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے مگر بندہ حضورِ قلب سے یہ عمل انجام نہیں دیتا۔ جبکہ صدق، اعمالِ عبادت کے ذریعے حضورِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہر صادق، مخلص ہوتا ہے مگر ہر مخلص، صادق نہیں ہوتا اور اسی چیز کا نام اتصال و انفصال بھی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی جب عبادت کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہے تو غیر اللہ سے قطع تعلق ہو جاتا ہے اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرتا ہے اور اس چیز کو غیر اللہ سے کٹ جانے اور اللہ تعالیٰ سے حضوری قلب کے ساتھ جڑ جانے کا نام بھی دیا گیا ہے۔

اِنَّمَا الاعمال سے مراد

نبی ﷺ کے قول اِنَّمَا الْاَعمال کے مفہوم میں صحتِ اعمال یا تصحیحِ اعمال یا قبولیتِ اعمال یا کمالِ اعمال شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اس کا یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ انہوں نے اعمال میں سے تروک کی قبیل کے اعمال کو اس مفہوم سے باہر رکھا ہے۔ مثلاً طہارت حاصل کرنے کی خاطر جسم و لباس سے نجاست و آلودگی کو دور کرنا، لوٹ کھسوٹ کا مال واپس کرنا اور تحائف وغیرہ دوسروں تک پہنچانا اور اسی طرح کے دیگر افعال، ان چیزوں کی صحت کا انحصار نیت کے صحیح ہونے پر نہیں ہے بلکہ ان پر اجر و ثواب ملنے کا انحصار ایسی نیت پر ہے جس میں تقرب الٰہی کی خواہش موجود ہو۔ مثلاً ایک آدمی اپنے جانور کو چارہ کھلاتا ہے، اگر وہ اپنے اس عمل کو حکمِ الٰہی کے اتباع کی نیت سے کرتا ہے تو اجر و ثواب کا مستحق ہے لیکن اگر وہ اس عمل سے صرف اپنے مال کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ قرافیؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، انہوں نے مجاہد کے گھوڑے کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجاہد جب اللہ کی راہ میں نکل کر اس کو کھولتا باندھتا ہے اور پانی پلاتا اور چارہ کھلاتا ہے اگر چہ وہ اس عمل پر کسی

اجر وثواب کے حصول کی نیت نہ بھی رکھتا ہوتب بھی اس کو اس پر اجر وثواب ملے گا۔صحیح بخاری میں بھی اسی طرح آیا ہے،اسی طرح بیوی کا معاملہ ہے اور اسی طرح گھر کا دروازہ بند کرنے اور رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا مسئلہ ہے۔ان تمام امور میں اگر حکمِ الٰہی کے اتباع کی نیت ہوتو آدمی کو اس پر اجر ملے گا اور اگر نیت کچھ اور ہے تو پھر انسان اجر کا مستحق نہیں!

نیت کا مفہوم

لغت میں نیت، ارادے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے نَوَاکَ اللّٰہُ بِخَیْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے۔شریعت میں نیت اس ارادہ کو کہتے ہیں جو اپنے فعل سے ملحق ہو، یعنی وہ داعیہ، جو انسان کو کوئی کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔آدمی کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا اور کرنے میں کچھ دیر کر دیتا ہے مگر کرتا ضرور ہے، اس صورت میں اس کا ارادہ (نیت) عزم بن جاتا ہے۔"نیت کو اس لیے دائرہ شریعت میں داخل کیا گیا ہے تاکہ عادت اور عبادت میں فرق کیا جا سکے۔" یا عبادت کے بعض مراتب ودرجات میں فرق ہو سکے، عادت اور عبادت میں فرق کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں عادت کے طور پر آرام کی نیت سے بھی بیٹھا جاتا ہے اور عبادت کے لیے اعتکاف کی نیت کر کے بھی۔اب دونوں کیفیتوں میں جو چیز فرق کرتی ہے وہ نیت ہے۔اسی طرح غسل کی مثال ہے کہ اس سے عادت کے طور پر بدن کی صفائی مقصود ہوتی ہے لیکن بعض اوقات عبادت کی خاطر غسل کیا جاتا ہے جو ضروری ہوتا ہے، اب غسل کی دونوں صورتوں کے درمیان جو چیز تمیز قائم کرتی ہے، وہ نیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے جب آپ ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ریاکاری، حمیت اور شجاعت کے اظہار کی خاطر قتال میں حصہ لیتا ہے کہ ان میں سے قتال کی کونسی صورت فی سبیل اللہ ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۳) "جو شخص قتال اس لیے کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو ایسا شخص (قتال) فی سبیل اللہ میں مشغول ہے۔"

مراتب عبادت میں تمیز کی مثال یہ ہے: فرض کیجیے ایک آدمی چار رکعات نماز پڑھتا ہے اور وہ یہ رکعات ظہر کی نماز کی پڑھنا چاہتا ہے اور وہ ان رکعات کو بطور سنت نماز ادا کرنا چاہتا ہے، اب ان تمام صورتوں میں جو چیز فرق کرنے والی ہے وہ نیت ہے۔

---

(۳) ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فیمن یقاتل ریاء و للدنیا ۱۶۴۶

نیت کن اعمال کو نتیجہ خیز بناتی ہے؟

''ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی'' آپؐ کے اس قول میں یہ دلیل موجود ہے کہ عبادت کی نیت کے سلسلے میں نیابت اور وکالت جائز نہیں۔ زکوٰۃ کی تقسیم وادائیگی اور قربانیوں کا ذبح کرنا اس سے مستثنٰی ہے۔ یعنی طاقت ہونے کے باوجود قربانی ذبح کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے اپنی نیت کا کسی دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔ جبکہ یہی چیز حج کی ادائیگی کے سلسلے میں طاقت رکھتے ہوئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قرض کی ادائیگی کا معاملہ ہے اگر یہ معاملہ یک پہلو ہو یعنی صرف قرض ہی ادا کرنا ہو، دوسری کوئی ادائیگی واجب نہ ہو تو پھر کسی نیت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ معاملہ دو پہلوؤں پر محیط ہو مثلاً ایک آدمی کے ذمے دو ہزار کی ادائیگی واجب ہے ان میں سے ایک ہزار قرض اور ایک ہزار رہن کی رقم ہے اب یہ شخص ایک ہزار ادا کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ ہزار رہن کی رقم کے طور پر ادا کیا ہے تو اس آدمی کی بات صحیح مانی جائے گی۔ اگر اس شخص نے اس موقع پر سرے سے کوئی نیت ہی نہ کی ہو اور بعد میں کی ہو تو ادا کی گئی رقم کو جس مد میں چاہے رکھ سکتا ہے۔ ایسے مواقع پر تو عمل کے بعد نیت کر لینا صحیح ہے مگر ہر موقع پر ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

ہجرت کا مفہوم اور مختلف صورتیں

''پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہی ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ وہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔''

مہاجرت کی اصل ''ایک جگہ نہ ٹھہرنا'' اور ''چھوڑ دینا'' ہے۔ اس لفظ کا اطلاق کئی امور پر ہوتا ہے:

(۱) صحابہؓ کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانا: جب مشرکین مکہ رسول ﷺ کو سخت تکلیف دینے لگے تو صحابہؓ یہاں سے نکل کر نجاشی کے پاس چلے گئے۔ یہ واقعہ بعثتِ رسول ﷺ کے پانچ سال بعد کا ہے۔

(۲) صحابۂ رسول ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت: یہ واقعہ بعثتِ رسول ﷺ کے تیرہ برس بعد کا ہے۔ اس وقت ہر مسلمان پر فرض تھا کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا جائے۔

کچھ علماء نے ہجرت کو صرف مکہ سے مدینہ کی جانب ہی فرض ٹھہرایا ہے جبکہ ایسی بات نہیں ہے۔ مدینہ میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں تھی کہ لوگ اس کی طرف ہجرت کرتے، بلکہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس

جانا فرض ہجرت ہے۔

(۳) قبائل کا ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف آنا تا کہ وہ دین کے احکام و شرائع سیکھیں اور واپس جا کر اپنی قوم کو سکھائیں۔

(۴) اہل مکہ میں سے مسلمان ہو جانے والوں کی ہجرت کہ وہ قبولِ اسلام کے بعد نبی ﷺ کے پاس آئیں اور پھر واپس اپنی قوم میں چلے جائیں۔

(۵) بلادِ کفر سے بلادِ اسلام کی طرف ہجرت: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالکفر میں اِقامت پذیر رہے۔ ماوردیؒ کہتے ہیں: اگر ایسے ملک یا علاقے میں اس کے اہل وعیال اور خاندان مقیم ہیں اور یہ آثار بھی دکھائی دے رہے ہیں کہ اس سرزمین پر عنقریب دین اسلام کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عنقریب وہ جگہ دارالاسلام بننے والی ہے۔

(۶) مسلمان کا کسی شرعی سبب وعذر کے بغیر [بطور ناراضی] تین دن سے زائد اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رہنا۔ تین دن کا قطع تعلق مکروہ عمل ہے اور اس سے زاید حرام ہے، الا یہ کہ کوئی ضرورت پیش نظر ہو۔ کہتے ہیں ایک آدمی نے اپنے ایک بھائی سے تین روز سے زاید مدت تک قطع تعلق کیے رکھا تو اس کے بھائی نے خط لکھا جس میں یہ اشعار لکھے:

يَا سَيِّدِیْ عِنْدَکَ لِیْ مَظْلِمَه — فَاسْتَفْتِ فِيْهَا ابْنَ أَبِیْ خَيْثَمَه
فَاِنَّهُ يَرْوِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ — مَا قَدْ رَوَی الضَّحَّاکُ عَنْ عِکْرَمَه
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْمُصْطَفٰی — نَبِيِّنَا الْمَبْعُوْثِ بِالْمَرْحَمَه
اِنَّ صُدُوْدَ الْاِلْفِ عَنْ اِلْفِهٖ — فَوْقَ ثَلَاثٍ رَبُّنَا حَرَّمَه

”اے میرے برادر محترم! آپ نے میری ایک حق تلفی کر رکھی ہے۔ اس بارے میں آپ ابوخیثمہ سے پوچھیں، وہ اپنے دادا سے وہ حدیث روایت کرتے ہیں جو ضحاک نے عکرمہ سے روایت کی اور عکرمہ، ابن عباس سے اور ابن عباس، نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اپنے محبّ (بھائی) کے ساتھ تین روز سے زاید قطع تعلقی کو ہمارے رب نے حرام قرار دیا ہے۔“

(۷) آدمی کا اپنی بیوی کے نافرمان ثابت ہو جانے پر اس سے قطع تعلق ہو جانا: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ ”اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو۔“ سرکش ونافرمان

لوگوں کے ساتھ تعلق نہ رکھنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست، گفتگو اور سلام کہنا یا اس کا جواب دینا چھوڑ دیا جائے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممنوع قرار دی گئی چیزوں کو چھوڑ دینا: یہ بہت ہی عام قسم کی ہجرت ہے۔

ہجرت کی بنیادی اقسام

ابن عربی نے کہا ہے کہ علماء نے زمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی ہجرتِ ہرب (ڈر کر بھاگنا) اور ہجرتِ طلب (کسی چیز کے حصول کی خاطر جانا)

ہجرتِ ہرب کی قسمیں

پہلی قسم یعنی "ہرب" مزید چھ اقسام میں منقسم ہے۔

(۱) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت: اور یہ قیامت تک باقی رہے گا اور وہ ہجرت جس کو رسول ﷺ نے اپنے قول لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ "فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں" کے ذریعے ختم کر دیا ہے۔ وہ دراصل کہیں سے بھی ہجرت کر کے رسول ﷺ کی طرف آنا تھا جس کو آپؐ نے ختم کر دیا۔

(۲) بدعتوں کی سرزمین سے ہجرت: ابن قاسم کہتے ہیں: میں نے امام مالکؒ کو فرماتے سنا ہے کہ: کسی مسلمان کے لیے ایسی زمین پر رہنا جائز نہیں جہاں سلف کو گالیاں دی جاتی ہوں۔

(۳) ایسی سرزمین سے ہجرت کرنا جہاں حرام خوری وحرام کاری کا غلبہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ حلال چیز کی طلب وتلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۴) کوئی جسمانی تکلیف پہنچنے پر بھاگ نکلنا: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس معاملے میں رخصت دی ہے۔ جب مسلمان کو کسی جگہ اپنی جان کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ وہاں سے نکل سکتا ہے اور بھاگ سکتا ہے تاکہ اس کی جان اس خطرے سے بچ سکے۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ کام کیا وہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیمؑ ہیں جب ان کو اپنی قوم سے خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے کہا: اِنِّی مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّی (العنکبوت:۲۶) "میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (القصص:۲۱) "(موسیٰؑ) خوف اور وحشت کی حالت میں وہاں (مصر سے مدین کی طرف) نکل گئے"۔

(۵) مرض کے خوف سے کسی وبائی زمین سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر جانا جو اس بیماری سے محفوظ ہو۔ ایک دفعہ عرنہ بیماری میں مبتلا لوگوں نے جب مدینہ میں وبا پھیلا دی تو آپؐ نے ان کو مُرج کی طرف چلے جانے کی اجازت دی تھی۔

(۶) مالی نقصان کے خوف سے ہجرت: یہ بھی جائز ہے کیونکہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی مانند ہے۔

ہجرتِ طلب کی قسمیں

اب ہجرت کی دوسری قسم ''طلب'' کو لیجئے۔ یہ دو اقسام میں منقسم ہے یعنی طلب دین اور طلب دنیا۔

ہجرت طلب دین کی قسمیں:

ہجرت طلب دین نو انواع میں منقسم ہے۔

(۱) سفرعبرت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ '' تو کیا یہ لوگ کہیں چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان (کافر) لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں''۔

ذوالقرنین نے دنیا کا چکر صرف اس مقصد کے لیے لگایا تھا کہ دنیا کے عجائب وغرائب دیکھے۔

(۲) سفرِ حج

(۳) سفرِ جہاد

(۴) سفرِ معاش

(۵) اپنی گزران سے بڑھ کر مال و دولت کے حصول کی خاطر سفرِ کسب وتجارت اختیار کرنا اور یہ کوئی ممنوع چیز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں جائز ہے: لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِنْ رَبِّکُمْ (البقرہ:۱۹۸) ''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل (مال و دولت) تلاش کرو''۔

۶) طلب علم کے لیے سفر:

۷) قابل احترام جگہوں کی طرف جانا: رسول اللہؐ نے فرمایا: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ''زاد سفر نہ باندھا جائے مگر صرف تین مساجد کی طرف سفر کے لیے۔'' (مسجدِ حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی)

۸) سرحدوں کی طرف جانا تاکہ ان کو مضبوط بنایا جائے۔

۹) اخوان فی اللہ سے ملاقات کے لیے جانا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: زَارَ رَجُلٌ اَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ مَلَكًا عَلٰى مَدْرَجَتِهِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ اَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، فَقَالَ هَلْ لَهُ عَلَيْكَ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّهُ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى. قَالَ فَإِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ[۴] ''ایک آدمی کسی بستی میں اپنے بھائی سے ملنے کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو کھڑا کر دیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ آدمی نے کہا: میں اس بستی میں اپنے ایک بھائی سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس نے تجھ پر کوئی احسان کیا ہے جس کا بدلہ چکانے کے لیے تو اس کے پاس جا رہا ہے۔ اس نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح تیرے ساتھ محبت کرتا ہے جس طرح تو اس آدمی کے ساتھ محبت کرتا ہے''۔

مقبول ہجرت

''پھر جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی''۔ آپ ﷺ کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کی ہجرت نیتاً وارادۃً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی وہ شرعی طور پر بھی ہجرت الی اللہ و الرسول شمار ہوگی۔

طلب دنیا کے لیے ہجرت

''اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ وہ اس کو حاصل کرے......'' اس بارے میں علماء نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی۔ اس کے ہجرت کرنے کا مقصد ہجرت کا ثواب حاصل کرنا نہ تھا، بلکہ اس نے تو اُم قیس نامی ایک عورت سے شادی کی خاطر ہجرت کی تھی۔ اس وجہ سے اس آدمی کا نام ہی ''مہاجرِ ام قیس'' پڑ گیا۔

---

(۴) صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الحب فی اللہ تعالی ۲۵۶۷

یہ کہا جاسکتا ہے کہ نکاح، شریعت کے مطالبات میں سے ہے تو پھر اس کو دنیا کے مطالبات میں کیوں شمار کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ: وہ بظاہر حصول دنیا کی خاطر نہیں نکلا بلکہ ہجرت کے لیے نکلا ہے لہٰذا اس نے اپنے دل کی نیت وارادہ کو چھپا کر کچھ اور ظاہر کیا ہے تو وہ سزا و ملامت کا مستحق ٹھہر گیا ہے۔ اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص بظاہر حج کے لیے جائے اور نیت وارادہ تجارت کرنے کا ہو، تو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح وہ شخص ہے جو ریاست وحکومت کے حصول کی خاطر علم حاصل کرتا ہے وہ بھی طلب علم کی فضیلت وعظمت سے محروم ہوگا۔ ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔

آپ ﷺ کے قول ''اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے لیے کوئی ثواب نہیں جس نے حج کی آڑ میں تجارت اور سیر سپاٹے کی نیت رکھی۔ حدیث کے مفہوم میں یہ بات شامل رہنی چاہیے کہ جب تجارت ہی اس شخص کے لیے سفر کا محرک و باعث ہو تب وہ ثواب سے محروم ہوگا۔ ہاں اگر اس کے سفر کا باعث حج ہے تو اس کا ثواب بھی ملے گا اور تجارت بھی اس کے تحت آجائے گی۔ مگر یہ شخص اس شخص کی نسبت کم ثواب کا مستحق ہوگا جو محض حج کی خاطر نکلا ہے۔ اگر حج اور تجارت وغیرہ دونوں چیزیں آدمی کے لیے سفر کا محرک ہوں تو پھر ثواب ملنے کا بھی امکان ہے۔ کیوں کہ اس کی ہجرت (سفر) محض دنیا کے لیے نہیں ہے اور یہ امکان بھی موجود ہے کہ وہ ثواب سے محروم رہے۔ کیونکہ اس نے عمل آخرت کے ساتھ عمل دنیا کو خلط ملط کر دیا ہے۔ لیکن حدیث میں جو حکم ہے وہ محض نیت کے بارے میں ہے پس جو شخص حج وتجارت دونوں کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے فقط حصولِ دنیا کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

فِقهُ الحديث

۱- نیت کی درستی کے بغیر عمل درست نہیں ہوسکتا۔

۲- انسان کو اچھی نیت پر تو اجر مل سکتا ہے، مگر اچھی نیت کے بغیر کیے گئے عمل پر اجر نہیں ملے گا۔

۳- نیت اور ارادے ہی سے عادت اور عبادت کا فرق واضح ہوتا ہے۔

۴- مومن کا اچھا اور نیک ارادہ بھی، اس کے لیے باعث اجر وثواب ہے۔

۵- جو محض دنیا کے حصول کی نیت کرے گا اس کو دنیا ہی میں یہ چیز دے دی جائے گی لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہے گا۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اِلَّا النَّارُ [ھود:۱۵]

۶- ریاء وشہرت کے ارادہ اور دادِ تحسین کی خواہش کی خاطر کیا گیا عمل ہرگز اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگا۔ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَمَلًا فِيْهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ رِيَاءٍ [ابن رجب بحوالہ مراسیل قاسم بن مخیمرہ]

۷- جو شخص اپنی عبادت وعمل کے فریب میں مبتلا ہو جائے، اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

۸- نیت اور عمل کے امتزاج کی ممکنہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) حسن نیت اور حسن عمل ...... یہ واحد صورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔

(۲) حسنِ نیت اور اعمالِ سیئہ ...... یہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔

(۳) فسادِ نیت اور اعمالِ حسنہ ...... یہ منافقین کا طرزِ عمل ہے، جو اللہ کے ہاں مقبول ومنظور نہ ہوگا۔

(۴) فسادِ نیت اور اعمالِ سیئہ ...... یہ کفار کا طرزِ عمل ہے اور یہ بھی غیر مقبول یعنی مردود ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

٢

الحدیث الثانی

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَيْضًا قَالَ:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَومٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرىٰ عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَتُقِيمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" قَالَ صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيْمَانِ؟ قَالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ" قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،" قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟ قَالَ: "أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَ أَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ" ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: "يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟" قُلْتُ: اَللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ"۔

رواهُ مُسلِمٌ

۲

الحدیث الثانی

اسلام، ایمان اور احسان

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَیْضًا قَالَ:

بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَ وَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ وَقَالَ:

یَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِی عَنِ الْاِسْلَامِ!

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی سفید لباس اور سیاہ بالوں والا آدمی ہماری طرف آرہا ہے۔ نہ تو اس شخص پر سفر کے آثار دکھائی دے رہے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس (پہنچ کر) بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیا اور اپنی ہتھیلیوں کو آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیا اور کہا:

اے محمدؐ! مجھے بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟

رسول اللہؐ نے فرمایا:

اَلْـاِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَأَنَّ مُـحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰـهِ، وَتُـقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَـصُـومَ رَمَضَانَ، وَ تَـحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا"

قَالَ صَدَقْتَ،

فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ،

قَالَ: فَأَخْبِرْنِی عَنِ الْـاِيْمَانِ؟

قَـالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِـهٖ وَرُسُلِـهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ"

قَالَ: صَدَقْتَ،

قَالَ فَأَخْبِرْنِی عَنِ الْاِحْسَانِ؟

''اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے، اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے، بشرطیکہ وہاں تک پہنچنے کی (بدنی اور مالی) طاقت ہو۔''

آدمی نے کہا: آپؐ نے درست فرمایا ہے!

(عمرؓ کہتے ہیں) ہمیں اس شخص پر تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی (جواب کی) تصدیق بھی کر رہا ہے،

(پھر) اس شخص نے کہا: مجھے 'ایمان' کے بارے میں بتایئے؟

آپؐ نے فرمایا: ''(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر، ملائکہ پر، آسمانی کتابوں پر، رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر ایمان رکھے، خواہ وہ اچھی ہو یا بری!''

اس نے کہا: آپ نے ٹھیک فرمایا ہے!

پھر پوچھا: مجھے بتایئے کہ 'احسان' کیا ہے؟

قَالَ: ”اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ،	آپؐ نے فرمایا:” (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس کیفیت میں) کرے گویا اس کو (سامنے) دیکھ رہا ہے،
فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ“	اگر تو اس کو دیکھ سکنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکے تو کم از کم یہ کیفیت پیدا کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے“
قَالَ: فَاَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟	(اس کے بعد) اس شخص نے کہا: مجھے 'قیامت' کے (وقوع کے) بارے میں بتایئے؟
قَالَ: ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،“	آپؐ نے فرمایا:” جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اس کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“
قَالَ: فَاَخْبِرْنِي عَنْ اَمَارَاتِهَا؟	اس نے کہا: تو پھر اس کی علامات کے بارے میں کچھ بتا دیجئے؟
قَالَ: ”اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَ اَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ“	آپ ﷺ نے فرمایا:” (اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ) باندی اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن بکریوں کے چرواہوں کو تعمیرات میں مقابلہ بازی کرتے دیکھے گا“
ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ:	(عمرؓ کہتے ہیں) پھر وہ شخص چلا گیا اور میں (آپ ﷺ سے سوال کرنے سے) رکا رہا، پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا:

"یَاعُمَرُ أَتَدْرِی مَنِ السَّائِلُ؟"

"اے عمرؓ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟"

قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ،

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

قَالَ: "فَاِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ"، (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبریلؑ تھے (اس طرح بات کرکے) وہ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔" (مسلم نے اسے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

اَیْضًا : بھی۔ تکرار کو ظاہر کرتا ہے یعنی پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی روایت کردہ ہے اور یہ حدیث بھی آپؓ ہی کی روایت کردہ ہے۔

بَیْنَمَا : اس دوران میں۔

نَحْنُ : ہم

جُلُوْسٌ : بیٹھنا

ذَاتَ یَوْمٍ : ایک روز۔ ایک دن

اِذْ طَلَعَ : اچانک طلوع ہوا، اچانک آیا۔

عَلَیْنَا : عَلٰی+نَا=عَلَیْنَا، اوپر+ ہمارے۔ یہاں یہ لفظی ترجمہ نہیں کریں گے بلکہ "ہمارے پاس" کریں گے۔

رَجُلٌ : آدمی، اس لفظ سے ملتا جلتا لفظ رِجْلٌ ہے اس کا معنیٰ: پاؤں/قدم ہے۔ دونوں لفظوں کے حروف بالکل ایک ہیں لیکن حرکات [زبر زیر پیش] میں فرق ہے۔

شَدِیْدٌ : سخت/ بہت زیادہ/ انتہائی۔

بَیَاض : سفید پن(Whitish)

الثِّیَاب : ثَوبٌ [کپڑا] کی جمع۔کپڑے،لباس۔

سَوَاد : سیاہ پن(Blackish)

الشَّعْر : بال(Hair)،اس سے ملتا جلتا لفظ شِعْر ہے جس کا معنی شاعری ہے۔

لَا یُرٰی : دکھائی نہ دیتا تھا،نظر نہ آتا تھا۔

عَلَیْہِ : عَلٰی+ہٗ=عَلَیْہِ، اوپر اس کے،یعنی اس کے اوپر۔

أَثَرُ السَّفَرِ : اَثَرُ:اثر۔السَّفَرِ : سفر کا۔مرکب اضافی ہونے کی وجہ سے ترجمہ ہوا:سفر کے آثار۔

لَا یَعْرِفُہٗ : لَا: نہیں/نہ۔یَعْرِفُ جانتا،ہٗ: اسے۔اسے نہ جانتا تھا۔

مِنَّا : ہم میں سے۔

اَحَدٌ : کوئی

جَلَسَ : وہ بیٹھ گیا،وہ بیٹھا۔فعل ماضی

فَأَسْنَدَ : فَ: پھر/اُس کے بعد أَسْنَدَ اس نے ٹیک لگالی،اس نے سہارا لے لیا۔

رُکْبَتَیْہِ : رُکْبَتَیْ+ہِ، دونوں گھٹنے+اپنے،اپنے دونوں گھٹنے۔
رُکْبَتَیْ اصل میں رُکْبَتَیْنِ تھا جس کی نون ہٗ کا مضاف ہونے کی وجہ سے گرگئی۔

وَضَعَ : فعل ماضی۔اس نے رکھ دیا۔

کَفَّیْہِ : کَفَّیْ+ہِ: دونوں ہتھیلیاں/دونوں ہاتھ+اپنے۔اپنے دونوں ہاتھ۔لفظ کَفَّیْ بھی کَفَّیْنِ تھا،ہٗ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون گرگیا اور کَفَّیْہِ ہوگیا۔

فَخِذَیْہِ : فَخِذَیْ+ہِ: دونوں ران+اپنے۔اپنے دونوں ران۔فَخِذَیْ بھی فَخِذَیْنِ تھا،ہٗ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اس کا نون گرگیا۔

أَخْبِرْنِی : فعل امر۔أَخْبِرْ+نی: خبر دیجیے،بتایئے۔+ مجھے۔مجھے خبر دیجیے،مجھے بتایئے۔

عَنْ : سے/متعلق/بارے میں۔

تَشْھَدَ : تو گواہی دے/تو شہادت دے/تو اقرار کرے۔تَشْھَدَ اصل میں تَشْھَدُ تھا،اپنے سے پہلے آنے والے أَنْ کی وجہ سے تَشْھَدَ ہوگیا۔

تُقِیمَ : تو قائم کرے/تو اہتمام کے ساتھ ادا کرے/تو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔ تُقِیمَ کی م کے اوپر زبر بھی تَشْهَدَ سے پہلے آنے والے أَنْ کی وجہ سے ہے۔ اصل میں اس کی م کے اوپر بھی پیش تھی۔

تُؤتِیَ : تو ادا کرے/تو دے۔ اس کی ی کے اوپر زبر بھی أَن کی وجہ سے ہے

تَصُومَ : تو روزے رکھے۔ اس کی م کی زبر کا معاملہ بھی تَشْهَدَ، تُقِیمَ اور تُؤتِیَ جیسا ہے۔

تَحُجَّ : تو حج کرے۔ بیت اللہ جا کر حج کے دنوں میں مخصوص مناسک ادا کرے۔ تَحُجَّ کی میم کا معاملہ بھی تَشْهَدَ، تُقِیمَ، تُؤتِیَ اور تَصُومَ جیسا ہے۔

البَیْتَ : خاص گھر۔ اس سے مراد بیت اللہ [اللہ کا گھر] خانہ کعبہ ہے۔ ال کی وجہ سے خاص ہو گیا۔ ورنہ ہر گھر کو بیت کہا جا سکتا ہے۔

اِنْ : اگر۔ حرفِ شرط ہے۔

استطَعْتَ : تو طاقت/استطاعت رکھے۔ یعنی بدنی اور مالی دونوں اعتبار سے بیت اللہ تک سفر کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

فَعَجِبْنَا : ہم نے تعجب کیا/ہمیں تعجب ہوا۔ (یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے)

القَدَر : تقدیر

تَعْبُدَ : تو عبادت کرے۔ اس کی د پر زبر بھی پہلے آنے والے أَنْ کی وجہ سے ہے اصل میں یہ تَعْبُدُ تھا۔

کَاَنَّکَ : کَأَنَّ+ک: گویا/جیسے کہ + کَاَنَّکَ: گویا تو/جیسے کہ تو۔

تَرَاہُ : تَرٰی+ہُ= تم دیکھتے ہو/تم دیکھ رہے ہو+اسے۔ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ : فَاِن: اور اگر۔ لَمْ: نہ/نہیں۔

السَّاعَة : مخصوص لمحہ/قیامت۔ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

مَا : نہیں۔

المَسْئُولُ: جس سے سوال کیا گیا ہو/جس سے پوچھا گیا ہو۔ یہاں مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اَعْلَم : زیادہ علم رکھنے والا۔

السَّائِل : سوال کرنے والا/ پوچھنے والا۔ یہاں حضرت جبریلؑ مراد ہیں۔

أَمَارَاتِهَا : أَمَارَاتِ+ هَا: علامات/ نشانیاں+اس کی، یعنی قیامت کی نشانیاں۔ اَمَارَاتٌ کی واحد اَمَارَةٌ ہے۔

تَلِدَ : جنم دے گی۔ مونث، فعل مضارع (مادّہ و ل د)

الاَمَةُ : لونڈی/کنیز۔ لفظ اُمَّة اس سے ملتا جلتا ہے۔ حرکات کا فرق ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

رَبَّتَهَا : رَبَّةٌ+هَا: مالکہ+اپنی۔ اپنی مالکہ کو۔

الحُفَاةُ : حَفِیٌّ کی جمع، ننگے پاؤں والے۔ پاؤں میں جوتے نہ پہننے والے لوگ۔

العُرَاةُ : عُرِیٌّ کی جمع۔ ننگے بدن والے۔ لباس زیب تن نہ کرنے والے۔

العَالَةُ : عَائِلٌ کی جمع۔ دولت وثروت سے تہی دست لوگ۔ فقیر لوگ۔

رِعَاء : رَاعٍ کی جمع۔ چرواہے/گڈریے۔ چوپایوں کو پال کر اپنی گزر بسر کرنے والے لوگ۔

الشَّاءِ : شَاةٌ کی جمع۔ بھیڑیں۔ مراد بھیڑ بکریاں ہے۔

یَتطَاوَلُوْنَ: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بلند کریں گے۔ یہ لفظ باب تفاعل سے ہے۔ جس میں مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

البُنیَانُ : عمارتیں/تعمیرات۔

ثُمَّ : پھر/اس کے بعد۔

اِنطَلَقَ : وہ چلا گیا۔

فَلَبِثْتُ : فَ: تو+ لَبِثْتُ: میں رکا رہا/ٹھہرا رہا۔

مَلِیًّا : کچھ وقت۔

أَتَدْرِی : أَ+تَدْرِی: کیا+تو جانتا ہے؟/کیا تجھے معلوم ہے؟

أَتَاکُمْ : أَتَا: +کُمْ: وہ آیا+تمہارے پاس۔

یُعَلِّمُکُمْ : یُعَلِّمُ: تعلیم دینے+کُمْ: تمھیں۔ تمہیں تعلیم دینے کے لیے/تمھیں سکھانے کے لیے۔

دِیْنَکُمْ : دِیْنَ: دین+کُمْ: تمہارا۔

شرح الحدیث

ایمان اور اسلام میں فرق

لغت میں ایمان سے مراد محض تصدیق ہے اور شریعت میں خاص تصدیق کو ایمان کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتب، اس کے رسل، یومِ آخرت اور اچھی بری تقدیر کو مانا جائے، جبکہ اسلام واجبات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ یعنی ظاہری اعمال میں فرمانبرداری اختیار کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:۱۴) ''بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبرؐ اِن سے) کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے فرمائی ہے کہ منافقین نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، صدقات دیتے تھے، لیکن دل سے ان چیزوں کا انکار کرتے تھے۔ لہٰذا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ صاحب ایمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعوئی میں جھوٹا قرار دے دیا۔ اس لیے کہ وہ دلی طور پر ایمان کا انکار کرتے تھے، البتہ ان کے دعوائے اسلام کی تصدیق کر دی کیونکہ وہ اسلام کے ظاہری اعمال میں فرمانبرداری کا اظہار کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو ان الفاظ میں بھی بیان فرمایا ہے: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنٰفقون:۱) ''اے نبیؐ! جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔'' ہاں، اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔'' یعنی وہ رسالت کی گواہی کے دعوے میں اس لیے جھوٹے ہیں کہ ان کے دل اس بات کے مخالف ہیں اور ان کی زبانیں ان کے دلوں سے مطابقت نہیں رکھتیں اور شہادت بالرسالت کے لیے زبان کا دل سے موافق ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جب وہ اپنے اس دعوئی میں جھوٹے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جھوٹ کے پول کو کھول کر رکھ دیا۔

جب آدمی کے 'اسلام' کے صحیح ہونے کی شرط 'ایمان' ٹھہری تو اللہ تعالیٰ نے اس زمرے سے ان لوگوں کو الگ کر کے بیان کر دیا جو مومن بھی ہیں اور مسلم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

(الذاریات: ۳۵، ۳۶) ''پھر ہم نے وہاں موجود لوگوں میں سے مومنین کو نکال لیا اور ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا وہاں کوئی گھر نہ پایا'' یہ استثنا شرط اور مشروط کے درمیان اتصال سے وابستہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 'نماز' کو بھی 'ایمان' کہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ''اور اللہ تعالیٰ (ایسا نہیں) ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے''۔ دوسری جگہ فرمایا: مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (اے نبیؐ!) ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے''۔ ان دونوں آیات میں 'ایمان' سے مراد ''نماز'' ہے۔

◄ ایک دوسری حدیث میں ایمان کے بارے میں یوں آتا ہے:

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ، وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَ أَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَ أَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ (۱)

''حضرت انسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جس شخص کے اندر ہوں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا: (۱) جس کو اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اگر کسی آدمی سے محبت کرے تو محض اللہ کی خاطر کرے۔ (۳) اور جس طرح اُسے جہنم میں پھینک دیا جانا ناگوار ہو اسی طرح کفر کی طرف پلٹ جانا اس کو ناگوار ہو جس کفر سے اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی تھی۔

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے اسلام اور ایمان کی تشریح یوں فرمائی:

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: طِيبُ الْكَلَامِ، وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ! فَقُلْتُ: مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ! قُلْتُ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ! قُلْتُ: أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ! (۲)

''حضرت عمروؓ بن عنبسہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شائستہ گفتگو کرنا اور (اللہ کی راہ میں) کھانا کھلانا! (حضرت عمرو

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من کرہ أن یعود فی الکفر کمایکرہ......الخ ۲۱
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بھن و جد حلاوۃ الایمان ۴۳ واللفظ لہ

(۲) شعب الایمان للبیہقی، حدیث رقم ۷۷۸۷

کہتے ہیں)

پھر میں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر اور سماحت!

میں نے عرض کیا: کونسا اسلام افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (اس آدمی کا اسلام) جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے!

(حضرت عمرو کہتے ہیں) میں نے پوچھا: افضل ایمان کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اخلاق!" ◄◄

قدر [تقدیر] کا مفہوم

قدر (تقدیر) کو قَدْر اور قَدَر دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ اہلِ حق تقدیر کے اِثبات کے قائل ہیں۔ اثبات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے ازل سے ہی اشیاء کا اندازہ (Precise calculation) قائم کررکھا ہے اور یہ بات اس کے علم میں ہے کہ یہ اشیاء معلوم اوقات اور معلوم مقامات پر اسی طرح واقع ہوں گی جس طرح ان کے بارے میں اس نے اندازہ قائم کیا ہے۔ ہر چیز کا وزن، حجم، معین مقدار، اُس کی حدود (Limits)، امکانات (Scope) وغیرہ سب اللہ کے علم میں ہے۔

تقدیر کی اقسام

تقدیر کی چار (۴) اقسام ہیں:

پہلی قسم: **تقدیر فی العلم** ہے: کہا گیا ہے:

"عنایت، ولایت سے پہلے ہوتی ہے" [یعنی کسی پر توجہ اور مال اس سے دوستی و تعلق ہونے سے پہلے خرچ کیا جائے]

سعادت، ولادت سے پہلے ہوتی ہے [یعنی انسان کی خوش بختی یا بدبختی اس کی پیدائش سے پہلے لکھی جاچکی ہوتی ہے]

لواحق، سوابق پر مبنی ہوتے ہیں۔ [یعنی بعد میں ہونے والے کام، پہلے کاموں کا نتیجہ ہوتے ہیں]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُؤْفَکُ عَنْهُ مَنْ اُفِکَ "اس کے خلاف اسی شخص کو بہکایا جاسکتا ہے جو پہلے ہی بہکایا جاچکا ہے" یعنی قرآن سننے اور اس پر ایمان لانے سے اسی شخص کو بہکا دھمکا اور بہلا پھسلا کر پھیرا جاسکتا ہے

جو ازل سے ہی پھیرا جا چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا یَھْلِکُ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا ھَالِکٌ...... یعنی اللہ کے علم میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ آدمی ہلاک ہوگا۔

دوسری قسم: تقدیر فی اللوح المحفوظ ہے: یہ وہ تقدیر ہے، جس کا بدلنا ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ (الرعد:۳۹)

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔''

ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: ''اے اللہ! اگر تو نے مجھے شقی لکھ دیا ہے تو اس کو مٹا دے اور مجھے سعید لکھ دے''۔

تیسری قسم: تقدیر فی الرَّحم ہے: تقدیر فی الرحم یہ ہے کہ آدمی کی پیدائش سے قبل فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے رزق، عمر، عمل اور شقی و سعید ہونے کے بارے میں لکھ دے۔

چوتھی قسم: تقدیر: یعنی جن اشیاء کے واقع ہونے کا پلان۔ منصوبہ بندی کیا گیا ہے ان کو مقررہ اوقات تک لے جانا، خیر اور شر کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے، اس چیز کو معلوم و معین اوقات میں بندے تک پہنچنے کا بھی اس نے پلان فرما رکھا ہے۔

خیر اور شر کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ''کہہ دیجئے! میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، اس چیز کے شر سے، جو اس نے پیدا کی ہے''۔

یہ تقدیر کی وہ قسم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان ہو جائے تو اسے آدمی تک پہنچنے سے پہلے ٹال سکتا ہے۔ حدیث رسول کریم ہے: اِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ یَزِیْدُ اللّٰہُ بِھِمَا فِی الْعُمْرِ وَ یَدْفَعُ بِھِمَا مِیْتَةَ السُّوْءِ وَ یَدْفَعُ اللّٰہُ بِھِمَا الْمَکْرُوْہَ وَالْمَحْذُوْرَ. (۴) ''یقیناً صدقہ اور صلہ رحمی کے ذریعے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور ان کے ذریعے بُری موت کو ٹال دیتا ہے اور ان کے ذریعے ناگوار و خطرناک چیز کو دور کر دیتا ہے''۔

ایک بار امام احمدؒ بن حنبل کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: مجھے نصیحت کیجئے۔ امام علیہ الرحمہ نے فرمایا:

---

(۴) (مجمع الزوائد ۸/۱۵۱) ھیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں صالح المری ضعیف راوی ہے۔

☆ اگر تیرے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے تو تیرا یہ رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرنا کیسا؟
☆ اگر اللہ کی طرف سے سخاوت کا بدلہ ملنا برحق ہے تو تیرا یہ بخل کیسا؟
☆ اگر جنت برحق ہے تو دنیا کا یہ آرام کیسا؟
☆ اگر جہنم برحق ہے تو تیری یہ معصیت کیسی؟
☆ اگر منکر نکیر کے سوال برحق ہیں تو دنیا کے ساتھ تیری یہ محبت کیسی؟
☆ اگر دنیا فانی ہے تو تیرا یہاں اطمینان کے ساتھ رہنا کیسا؟
☆ اگر حساب برحق ہے تو یہ دنیا کا مال و دولت جمع کرنا کیسا؟ اور
☆ اگر یہ سب کچھ قضاء وقدر کے مطابق ہے تو پھر تیرا یہ خوف کیسا؟

مقامات العلماء کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ دنیا کی پچیس اقسام ہیں۔

۱- پانچ کا تعلق قضاء وقدر کے ساتھ ہے۔ جن میں رزق، اولاد، اہل، بادشاہی اور عمر شامل ہیں۔
۲- پانچ کا تعلق اجتہاد (کوشش) سے ہے۔ ان میں جنت، دوزخ، عفت، گھڑ سواری اور کتابت شامل ہیں۔
۳- پانچ کا تعلق عادت سے ہے۔ ان میں کھانا، نیند، چلنا پھرنا، قضائے حاجت اور نکاح شامل ہیں۔
۴- پانچ کا تعلق جوہر سے ہے۔ ان میں زہد وتقویٰ، ذہانت، جدوجہد، جمال اور ہیبت شامل ہیں۔
۵- پانچ کا تعلق وراثت سے ہے۔ ان میں دولت، سخاوت، صدق، امانت اور صلہ رحمی شامل ہیں۔

یہ تمام چیزیں آپؐ کے اس قول کہ ''ہر چیز قضا وقدر کے مطابق ہوتی ہے'' کے خلاف نہیں ہیں۔ آپؐ کے اس قول کے مفہوم میں یہ شامل ہے کہ بعض امور کسی سبب سے واقع ہوتے ہیں اور بعض بغیر سبب کے واقع ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ہوتا سب کچھ قضاء وقدر کے مطابق ہی ہے۔

[قضا وقدر کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۴]

عبادت میں احسان کا مفہوم

آپ ﷺ نے احسان کے بارے میں فرمایا ہے: ''احسان یہ ہے کہ تو اس طرح عبادت کرے گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔'' یہ مشاہدہ کا مقام ہے، کیونکہ جو شخص یہ طے کرتا ہے کہ مالک کائنات کا مشاہدہ کرے تو اس کو شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ نماز میں کسی اور کی طرف التفات کرے یا اپنے دل کو کسی اور کے ساتھ مشغول رکھے۔ احسان

کا مقام صدیقین کا مقام ہے۔

آپ ﷺ کے ارشاد: "وہ (اللہ) تجھے دیکھ رہا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر غفلت کی حالت میں نماز پڑھی جائے تو وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی جو انتہائی طور پر مطلوب ہے تاہم اتنا تو ہونا چاہئے کہ آدمی یہ کیفیت پیدا کر کے ہی ادائیگی میں مصروف رہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ [یہ مراقبہ ہے، جو ایک کم تر درجہ ہے۔]

◄◄ قرآن مجید میں 'احسان' کا ذکر کہیں 'ایمان' کے ساتھ ہوا ہے، کہیں 'اسلام' کے ساتھ اور کہیں 'تقویٰ اور عمل' کے ساتھ! اس سلسلے کی چند آیات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

احسان کا ذکر ایمان کے ساتھ:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (المائدہ:۹۳)

"جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہو گی بشرطیکہ وہ آئندہ اُن چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمانِ الٰہی ہو اُس پر حقیقی ایمان رکھیں پھر خدا ترسی کے ساتھ احسان کی روش اختیار کریں۔ اللہ نیک کردار (محسنین) لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (الکھف:۳۰)

"وہ لوگ جو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، تو یقیناً ہم نیکوکار (محسن) لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔"

احسان کا ذکر اسلام کے ساتھ:

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (البقرہ:۱۱۲)

"حق یہ ہے کہ جو بھی مسلم ہو جائے یعنی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے۔"

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (لقمان:۲۲)

"جو شخص مسلم ہو جائے یعنی اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور عملاً وہ محسن یعنی نیک ہو، اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔"

احسان کا ذکر تقویٰ کے ساتھ:

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَ زِیَادَۃٌ (یونس:۲۶)

''جن لوگوں نے احسان یعنی بھلائی کا طریقہ اختیار کیا، ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل بھی۔''

[احسان کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۱۲، ۱۷]

قیامت کب آئے گی؟

نبی کریم ﷺ نے قیامت کے بارے میں جبریلؑ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: 'اس بارے میں مسئول، سائل سے زیادہ نہیں جانتا'۔ آپ ﷺ کا یہ جواب اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰـہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ...... (لقمان:۳۴) ''یقیناً اللہ ہی ہے، جس کے پاس قیامت کا علم ہے''۔ دوسری جگہ فرمایا: ثَقُلَتۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ، لَا تَاۡتِیۡکُمۡ اِلَّا بَغۡتَۃً (الاعراف:۱۸۷) ''آسمانوں اور زمین پر وہ بڑا سخت وقت ہوگا، وہ تم پر اچانک آ جائے گا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا: وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوۡنُ قَرِیۡبًا...... (الاحزاب:۶۳) ''اور تمہیں کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے قیامت عنقریب واقع ہو جائے۔''

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کی عمر ستر ہزار سال ہے یا ایسی ہی دیگر باتیں کرتے ہیں یہ سب باتیں باطل ہیں، اور جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ غیب کی خبر دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ایسا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے۔

قیامت کی دو نشانیاں

لونڈی کا اپنے مالک کو جنم دینا:

''فَأَخۡبِرۡنِیۡ عَنۡ أَمَارَاتِھَا؟ قَالَ: أَنۡ تَلِدَ الۡأَمَۃُ رَبَّتَھَا میں لفظ امارات، کی واحد اَمَارٌ اور اَمَارَۃٌ دونوں طرح آتی ہے۔ رَبَّۃ کی جگہ رَبّ بھی روایات میں آیا ہے۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ 'یہ لونڈیوں اور ان کی اولاد کی کثرت کے بارے میں خبر ہے'، اپنے مالک کے نطفے سے جنم لینے والی ان کی اولاد ان کے مالک کی حیثیت ہی رکھتی ہے۔ کیونکہ آدمی کا مال، اس کی اولاد کو ہی منتقل ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ 'لونڈیاں بادشاہوں کو

جنم دیں گی، اور ماں ہوتے ہوئے بھی وہ ان کی رعایا میں ہی شمار ہوں گی۔ ایک مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ ایک شخص کے ہاں لونڈی سے بیٹا پیدا ہوا اب وہ آدمی اس لونڈی کو فروخت کر دیتا ہے تو اس کا بیٹا جوان ہو کر اپنی اس ماں کو خرید کر آزاد کرا لیتا ہے تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

۲- چرواہوں کا تعمیرات میں مقابلہ بازی کرنا:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: أَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ ”آپ دیکھیں گے کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن رہنے والے فقیر چرواہے عمارات پر فخر کر رہے ہوں گے۔“

عَالة سے مراد فقراء ہیں عائل کا معنی فقیر اور عیلة فقر و تنگدستی کو کہتے ہیں۔ رِعاء کی جگہ رُعاۃ بھی مستعمل ہے۔ اس سے مراد دیہاتی قسم کے اہل فقر و فاقہ ہیں کہ یہ لوگ عمارتیں تعمیر کر کے ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ کیونکہ دنیا ان کے لیے کھل جائے گی اور ان کے پاس دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ عمارتوں کی تعمیر میں مقابلہ بازی کرنے لگیں گے۔

حدیث میں فَلَبِثْتُ مَلِيًّا (میں سوال کرنے سے رکا رہا) کے الفاظ فَلَبِثَ مَلِيًّا (وہ رکا رہا) بھی آئے ہیں یہ دونوں طرح صحیح ہے۔ مَلِيًّا کا معنی طویل وقت ہے۔ ابوداود، اور ترمذی کی روایت میں تین دن کا ذکر ہے اور بغوی کی شرح السنہ میں تین دن سے اوپر کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین راتوں کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کو یہ بات بتائی۔

اگر سوال کرنے سے رکے رہنے کی مدت کو تین روز خیال کر لیا جائے تو یہ بات بظاہر حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کے خلاف جاتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رُدُّوا عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَأَخَذُوا يَرُدُّونَهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ ﷺ هٰذَا جِبْرِيلُ...... ”پھر وہ آدمی چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کو واپس میرے پاس بلاؤ، لوگ بلانے کے لیے گئے تو ان کو باہر کوئی چیز نظر نہ آئی (انہوں نے آکر آپ ﷺ کو بتایا تو) آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے“۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب آپؐ نے یہ بات بتائی تھی ممکن ہے حضرت عمرؓ اس وقت وہاں موجود نہ ہوں، بلکہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں اور نبی ﷺ نے وہاں موجود لوگوں کو یہ بتا دیا ہو کہ یہ شخص جبریلؑ تھے اور حضرت عمرؓ کو تین روز بعد بتایا ہو۔

دین، تینوں چیزوں ایمان، اسلام اوراحسان پر مشتمل ہے۔

''یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارادین سکھانے آئے تھے'' آپ ﷺ کے اس فرمانِ گرامی میں یہ دلیل موجود ہے کہ ایمان، اسلام اوراحسان تمام چیزوں کا نام دین ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ تقدیر پرایمان رکھنااور ایسے امور میں غوروخوض کوترک کردیناواجب ہےاور قضاءوقدر پرراضی رہنابھی لازم ہے۔

فقه الحديث

١- ایمان اور اسلام دوالگ الگ کیفیتوں کا نام ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی ظاہری فرمانبرداری کا نام ہےاور ایمان دل سے دی جانے والی شہادت یااقرارکوکہتے ہیں۔

٢- اسلام تبھی ذریعہ نجات بنے گا، جب ایمان اس کی تائید کرے۔

٣- تقدیر پرایمان ضروری ہےلیکن اس پر بحث وکرید مناسب نہیں ہے۔

٤- احسان دوقلبی احساسات کانام ہے:

١- انسان کے اندر یہ طلب اوراحساس پیداہوناکہ میں عبادت میں اللہ تعالیٰ کودیکھ سکوں۔ یہ احسان کا اعلیٰ درجہ ہے،اس کومشاہدہ کہتے ہیں۔

٢- انسان کااس احساس کے ساتھ عبادت کرناکہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہاہے۔ یہ احسان کاادنیٰ درجہ ہےاس کو مراقبہ کہاجاتاہے۔

٥- قیامت کے واقع ہونے کاعلم رسول اللہ ﷺ کوبھی نہیں تھا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کومعلوم ہے۔ البتہ قربِ قیامت کی کچھ نشانیاں ہیں، جن میں سے دواس حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہواکہ مکمل اور اکمل علم رکھنےوالاعالم الغیب صرف اللہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہیں۔

٦- اسلام، ایمان اوراحسان کا مجموعی نام 'دین' ہے۔

❖❖❖❖❖❖

۳
الحدیث الثالث

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُما قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ: بُنِیَ الاِسْلامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلاةِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکَاةِ، وَحَجِّ الْبَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔"

رواہُ البخاری و مسلم

۳

الحدیث الثالث

اسلام کی پانچ (۵) بنیادیں

عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ بُنِیَ الاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَاِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکَاةِ، وَحَجِّ البَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ،

(رواهُ البخاری و مسلم)

ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر استوار ہوئی ہے۔ اس گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنے پر، اور زکوٰۃ ادا کرنے پر، اور بیت اللہ کا حج کرنے پر اور رمضان کے روزے رکھنے پر''

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

سَمِعْتُ : میں نے سنا۔ فعل ماضی۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ: رسول اللہ ﷺ کو۔

يَقُوْلُ : فرماتے ہوئے/ بیان کرتے ہوئے۔

بُنِیَ : بنیاد رکھی گئی ہے/ بنیاد قائم کی گئی ہے۔

الاِسْلَامُ : اسلام کی۔

عَلٰی خَمْسٍ: عَلٰی: پر، خَمْسٍ: پانچ، عَلٰی خَمْسٍ: پانچ پر، یعنی پانچ چیزوں پر۔

شَهَادَةِ : گواہی، شہادت۔ ایسا بیان جو بصیرت و بصارت سے حاصل ہونے والے علم کی بنیاد پر دیا جائے۔

أَنْ : یہ کہ۔

لَا اِلٰهَ : کوئی حقیقی الٰہ نہیں۔

اِلَّا اللّٰهُ : اِلَّا: مگر/سوائے، اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ۔ اِلَّا اللّٰهُ: اللہ کے سوا/مگر اللہ تعالیٰ۔

أَنَّ : بلاشک و شبہ، یقیناً۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ: اللہ کے رسول ہیں۔ مرکب اضافی۔

اِقَامِ الصَّلٰوةِ: اِقَامِ: قائم کرنا۔ الصَّلٰوةِ: نماز کا۔ اِقَامِ الصَّلٰوةِ: نماز کا قائم کرنا۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ لفظ الصَّلٰوةِ کی ةِ کے نیچے زیر اسی وجہ سے آئی ہے۔ صَلٰوة کا لغوی معنی دعا، توجہ اور رحمت ہے۔ شرع میں عبادت کا ایک مخصوص طریقہ صلٰوۃ کہلاتا ہے۔

اِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ: اِیْتَاءِ: ادا کرنا۔ الزَّكٰوةِ: زکوٰۃ کو۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ اِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ: زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ لفظ زکوٰۃ کی ۃ کے نیچے زیر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی ترقی، اضافہ، نشوونما اور پاکیزگی ہے۔ شرع میں وہ صدقہ زکوٰۃ کہلاتا ہے، جو ایک مالدار مسلمان پر سال گزرنے کے بعد عاید ہوتا ہے اور غریبوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

حَجِّ الْبَيْتِ: حَجِّ: حج کرنا۔ الْبَيْتِ: خاص بیت کا۔ حَجِّ الْبَيْتِ: بیت اللہ کا حج کرنا۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ الْبَيْتِ کی ت کے نیچے اسی وجہ سے زیر آئی ہے۔ حج کا لغوی معنی قصد اور ارادہ ہے۔ اصطلاح میں خانۂ کعبہ پہنچ کر مخصوص ایام میں مخصوص مناسک ادا کرنا حج کہلاتا ہے۔

صَوْمِ رَمَضَانَ: صَوْمِ: روزہ رکھنا۔ رَمَضَانَ: رمضان کا۔ صَوْمِ رَمَضَانَ: رمضان کا روزہ رکھنا۔ مرکب اضافی ہے۔ لفظ رَمَضَانَ کی نون پر لکھنے اور پڑھنے میں زبر ہے، غیر منصرف اسماء پر زیر کے

بجائے زبر آتا ہے۔ صَوم کا لغوی معنی رک جانا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکے رہنے کو صوم کہا جاتا ہے۔

شرح الحدیث

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ ''اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر استوار ہے''، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں پر عمل کا اہتمام کرے گا اس کا اسلام معتبر ہوگا۔ جس طرح مکان کے وجود کی ابتدا ستونوں اور بنیادوں سے ہوتی ہے اسی طرح عمارت اسلام کے وجود کی ابتدا بھی اس کے ارکان سے ہوتی ہے، اور ان ارکان کی تعداد پانچ بتائی گئی ہے، یہاں پر اسلام کو عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ ایک معنوی تشبیہ ہے، جو ایک محسوس ہوسکنے والی چیز کے ساتھ دی گئی ہے، یہاں پر اس تشبیہ کا مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ جس طرح کسی عمارت کا کوئی ایک ستون گر جائے تو وہ عمارت مکمل نہیں غیر مکمل ہوگی اور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکے گی۔ یہی حال ارکانِ اسلام کا ہے۔

معنوی عمارت کا مفہوم سمجھانے کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

بَنَا ا لاُمُوْرُ بِاَھْلِ الدِّیْنِ مَا صَلُحُوا وَاِنْ تَوَلَّوا فَبِالْاَشْرَارِ تُنْقَادُ
لَا یَصْلُحُ النَّاسُ فَوْضٰی لَا سَرَاۃَ لَھُمْ وَلَا سَرَاۃَ اِذَا جُھَّالُھُمْ سَادُوْا
وَالْبَیْتُ لَا یَبْتَنِی اِلَّا لَہُ عَمَدٌ وَلَا عِمَادَ اِذَا لَمْ تُرْسَ اَوْتَادُ

''جب تک اہل دین کا کردار ٹھیک رہے گا، معاملات بھی بہتر طور پر انجام پاتے رہیں گے۔ اگر اہل دین ہی فرض کو ادا کرنے سے منہ پھیر لیں تو معاملات برے لوگوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ اور وہ جیسے چاہیں گے ان کو چلائیں گے۔ ایسے منتشر لوگ ٹھیک نہیں ہوسکتے، جن کا کوئی قائد الجیش ہی نہ ہو اور جب جاہل لوگ ان کی سیادت وقیادت کرنے لگیں گے تو ان کا قائدِ جیش کیونکر پیدا ہوسکے گا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ستون کے بغیر مکان کھڑا نہیں ہوسکتا اور جب تک میخیں نہ ٹھونکی جائیں، ستون مضبوط اور قائم نہیں ہوسکتا۔''

اللہ تعالیٰ نے بنیاد یعنی ستونوں کی اہمیت کی مثال مومنین ومنافقین کے سامنے یوں بیان کی ہے: اَفَمَنْ

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ (التوبہ:۱۰۹) ''کیا وہ شخص انجام کے لحاظ سے کامیاب نہیں جس کے فعل کی بنیاد اللہ کے خوف اور رضا پر رکھی گئی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی ہو اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟''

مومن کی عمارت کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہہ دی گئی ہے جو مضبوط پہاڑ کے درمیان چوٹی پر استوار کی گئی ہو، ایسی عمارت کے انہدام کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ کافر کی عمارت کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہہ دی گئی ہے جس کی بنیاد ایک بہتے ہوئے دریا کے کنارے رکھی گئی ہو کہ اس عمارت کے قائم رہنے کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی کیونکہ دریا کے کنارے تو اس کی بنیادیں ریت پر ہیں جونہی یہ کنارے گریں گے عمارت بھی گر جائے گی اور دریا کی نذر ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی، مطلب یہ کہ کافر جہنم میں چلا جائے گا۔

اسلام کی اعلیٰ اور ادنیٰ قسم

حدیث میں ان پانچ چیزوں کو اصل اور بنیاد کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جبکہ باقی فرائض و مستحبات کو عمارت اسلام کو مکمل اور تمام کرنے والے عناصر کہا گیا ہے، ان کی حیثیت ان اشیاء کی ہے، جو عمارت کو مزین کرنے والی ہوتی ہیں۔ حدیث رسولؐ میں وارد ہے کہ: اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً أَعْلَاهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَىٰ عَنِ الطَّرِيقِ [1] ''ایمان کی اناسی کے قریب اقسام ہیں، ان میں سے اعلیٰ قسم لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ قسم راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ہے''۔

اس حدیث میں حج بیت اللہ کا ذکر صوم رمضان سے قبل آیا ہے، یہ صرف ترتیب کے اعتبار سے ہے، جبکہ صوم رمضان کی فرضیت حج سے قبل کی ہے، ایک دوسری روایت میں صوم رمضان کا حج سے قبل ذکر کیا گیا ہے۔

[اس حدیث کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۸، ۲۲]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان و افضلھا ۳۵

فقه الحدیث

۱- اسلام کے بنیادی عناصر، ارکان اور ستون: توحید ورسالت، نماز، زکوٰۃ، حج اور رمضان کے روزے ہیں باقی چیزیں ان عناصر پر قائم ہونے والی عمارت میں تکمیلی کردار ادا کرتی ہیں۔

۲- کلمۂ شہادت کا تعلق ایمانیات اور عقیدے سے ہے۔

۳- نماز ایک بدنی عبادت ہے۔ روزِ حشر سب سے پہلے اسی کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ فرض عین ہے۔

۴- زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ یہ امت محمدیہؐ کے امیروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ زکواۃ معاشی توازن عدل ومساوات (Economic equillibrium) کی ضامن ہے۔ یہ صرف صاحب استطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اسلامی ریاست پر نماز اور زکوٰۃ کے نظام کا قیام لازم ہے۔

۵- رمضان کے روزے بھی بدنی عبادت میں شامل ہیں۔

۶- حج مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی۔ یہ بھی زکوٰۃ کی طرح صرف صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔

۷- ان میں سے کسی چیز کا انکار بھی اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی کفر کرنے کا ہم معنیٰ ہے۔

۸- ہر مسلمان اس آئینے میں اپنے اسلام کا جائزہ لے سکتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۴
الحدیث الرابع

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: إِنَّ أَحَدَکُمْ یُجْمَعُ خَلْقُهُ فِی بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِینَ یَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ یَکُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِکَ، ثُمَّ یَکُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِکَ، ثُمَّ یُرْسَلُ إِلَیْهِ الْمَلَکُ فَیَنْفُخُ فِیهِ الرُّوحَ وَیُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ کَلِمَاتٍ: بِکَتْبِ رِزْقِهِ وَ أَجَلِهِ وَ عَمَلِهِ وَ شَقِیٌّ أَوْ سَعِیدٌ فَوَاللّٰهِ الَّذِی لَا إِلٰهَ غَیْرُهُ إِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَا یَکُونَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا یَکُونَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَدْخُلُهَا۔

رواهُ البُخارِی و مُسلِم

۴
الحدیث الرابع

تخلیقِ انسانی کے پانچ (۵) مراحل

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ:

"ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور آپ کی بتائی ہوئی ہر بات برحق ہے کیونکہ آپ ﷺ صادق و مصدوق ہیں (آپ ﷺ نے فرمایا):

اِنَّ أَحَدَکُمْ یُجْمَعُ خَلْقُهُ فِی بَطْنِ اُمِّهِ أَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَةً،

تم میں سے کسی کی جب تخلیق ہوتی ہے تو (۱) اس کو چالیس روز ماں کے بطن میں نطفے کی صورت میں رکھا جاتا ہے،

ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِکَ،

(۲) پھر وہ اتنے ہی دن ایک لوتھڑے (جمے ہوئے خون) کی صورت میں رہتا ہے،

ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِکَ،

(۳) پھر اتنے ہی دنوں میں بوٹی (گوشت) کی صورت اختیار کیے رہتا ہے،

ثُمَّ یُرْسَلُ اِلَیْهِ الْمَلَکُ فَیَنْفُخُ فِیهِ الرُّوحَ

(۴) پھر (120 دن یعنی 4 چار ماہ بعد) اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے (۵) اور فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے:

وَیُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ:

بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَ أَجْلِهِ وَ عَمَلِهِ وَ شَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ

وہ تخلیق پانے والے کے رزق، موت، عمل اور شقی وسعید ہونے کے بارے میں لکھ دے۔

فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ اِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا،

اُس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت والے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ جہنمیوں والا کوئی کام کر بیٹھتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے

وَاِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا، (رواهُ البُخارِی و مُسلِمِ)

(اسی طرح) تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے مگر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت کا سا کوئی کام کرتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے۔

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

حَدَّثَنَا : حَدَّثَ+نَا: اس نے بیان کیا+ہم سے/اس نے بتایا+ہمیں۔ یہاں بیان کرنے والے

رسول اللہ ﷺ ہیں لہٰذا ترجمہ ہوگا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا۔

هُوَ : وہ۔اس سے رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔لہٰذا ترجمہ ہوگا: آپ ﷺ۔

الصَّادِقُ : سچا/ راست گو/ سچ بولنے والا۔

المَصْدُوقُ: جسے سچا تسلیم کیا گیا ہو۔

اِنَّ : یقیناً بے شک۔یہ لفظ بات میں زور پیدا کرتا ہے۔اور اپنے بعد والے اسم کو زبر دیتا ہے

أَحَدَكُمْ : أحد: کوئی/ کسی/ ایک، کُمْ: تمہارا/ تم میں سے۔

يُجْمَعُ : جمع کیا جاتا ہے/ اکٹھا کیا جاتا ہے۔فعل مضارع مجہول۔

خَلْقُهُ : خَلْقُ+هُ: مادۂ تخلیق اس کا یعنی اس کے والدین کا مادۂ منویہ جمع رکھا جاتا ہے۔

بَطْنِ : بطن۔مراد، رحم ہے۔

اُمِّهِ : اُمّ +هِ: ماں+اس کی=اس کی ماں۔لفظ اُمّ کی م کے نیچے زیر بطن کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

أربَعِينَ : چالیس۔

نُطفَةً : نطفے کی صورت میں/ قطرے کی صورت میں/ بوند کی صورت میں۔

ثُمَّ : پھر/ اس کے بعد۔

يَكُوْنُ : وہ ہو جاتا ہے/ وہ بن جاتا ہے۔

عَلَقَةً : لوتھڑا/ جما ہوا تر خون جو رحم میں لٹک جاتا ہے۔

مِثْلَ ذٰلِكَ: مِثْلَ + ذٰلِكَ: مانند/ طرح +اس=اس کی مانند،ان لفظوں کا اشارہ یوماً کی طرف ہے۔ یعنی جس طرح مادہ منویہ چالیس روز نطفہ کی صورت میں ماں کے رحم میں جمع رہتا ہے اتنی ہی مدت وہ علقہ کی صورت میں رہتا ہے۔اس طرح کُل اسی (۸۰) دن ہوئے۔

مُضغَةً : بوٹی، گوشت کا ایسا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو۔

يُرسَلُ : وہ بھیجا جاتا ہے۔

اَلمَلَكُ : فرشتہ/ امور کائنات انجام دینے والی مخلوق۔

فَيَنْفُخُ : ف+يَنفُخُ: تو/ پھر+وہ پھونکتا ہے۔

فِیْهِ : فِی+هِ: میں+اس=اس میں۔

الرُّوحَ : روح

یُؤْمَرُ : اس کو حکم دیا جاتا ہے۔

بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ: ب: ساتھ/ یہاں معنیٰ "کا" ہوگا۔أَرْبَعِ: چار۔ کَلِمَاتٍ: باتیں=بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ: چار باتوں کا۔

بِکَتْبِ : لکھنے کا/ کتابت کا۔

رِزْقِهٖ : رِزْق+هِ: روزانہ کا کھانا/ سامانِ دنیا سے میسر آنے والا حصہ+اس کا=رِزْقِهِ: اس کا رزق۔

أَجَلِهٖ : أَجَل: مقررہ مدت/ متعین وقت/ عمر+هِ: اس کی۔أَجَلِهِ: اس کی عمر۔

عَمَلِهٖ : عَمَل +هِ: فعل+اس کے=عَمَلِهِ: اس کے عمل۔

شَقِیٌّ : بُرا۔ بد بخت۔

سَعِیْدٌ : اچھا۔خوش بخت۔

فَوَاللّٰهِ : فَ+وَاللّٰهِ: تو+اللہ کی قسم۔

الَّذِی : جس/ جو۔

غَیْرُهٗ : غَیْرُ: سوائے۔ هُ: اس کے=غَیْرُهُ: اس کے سوائے۔

لَیَعْمَلُ : لَ: یقیناً، تاکید کے لیے آیا ہے+یَعْمَلُ: وہ عمل کرتا ہے۔

أَهْلِ الجَنَّةِ: اہل جنت/ جنتی لوگ۔اَهْلِ کی ل کے نیچے زیر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

حَتّٰی : یہاں تک کہ۔

مَا یَکُوْنُ : مَا: نہیں۔یَکُوْنُ: وہ ہوتا۔

بَیْنَهٗ : بَیْنَ: درمیان۔هُ: اس شخص کے=اس شخص کے درمیان۔

بَیْنَهَا : بَیْنَ: درمیان۔هَا: اس کے۔هَا سے مراد جنت ہے۔یعنی جنت کے درمیان۔

اِلَّا : مگر/ صرف۔

ذِرَاعٌ : ہاتھ۔بازو کی کہنی سے لے کر ہاتھ کی ہتھیلی تک کی لمبائی کو عربی میں ذراع کہتے ہیں۔اردو میں اس لمبائی کو "ہاتھ" کا نام دیا جاتا ہے۔

فَیَسْبِقُ : وہ سبقت لے جاتا ہے/ وہ غالب آجاتا ہے۔

الْکِتَابُ : لکھا ہوا/نوشتہ۔

فَیَدْخُلُھَا : فَ: لہٰذا/تو۔یَدْ خُلُ: وہ داخل ہوجاتا ہے۔ھَا: اس میں یعنی جنت میں۔

شرح الحدیث

اس حدیث میں آدمی کی تخلیق کے پہلے مرحلے سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ اس دوران مرد اور عورت کے پانی (مادہ منویہ) کو رحم مادر میں اکٹھا رکھا جاتا ہو، جس سے بچے کی تخلیق ہوتی ہے، قول الٰہی بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے: خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ (الطارق:٦) ''انسان ٹپکنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے'' دوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانی (نطفہ) مرد اور عورت کے پورے جسم سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے۔ اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت کے ایامِ حمل کے پہلے مرحلے میں چالیس روز نطفہ پورے جسم میں گردش کرتا ہے، پھر اس کو جمع کیا جاتا ہے اور اس پر تربیتِ مولود ڈالی جاتی ہے جس سے وہ علقہ (لوتھڑا) بن جاتا ہے۔ مرحلۂ ثانی کے چالیس روز اسی حالت میں پڑے رہنے کے بعد وہ ذرا بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ مضغہ (بوٹی) بن جاتی ہے۔ اس کو مضغہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا وزن اور حجم ایک لقمے جتنا ہوتا ہے اور یہ تیسرا مرحلہ ہے اس دوران اللہ تعالیٰ اس مضغہ کو صورت عطا کرتا ہے، اس کا چہرہ، ناک، کان اور آنکھیں وغیرہ بناتا ہے، جسم کے اندرونی نظام میں انتڑیاں وغیرہ تشکیل پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ (آل عمران:٦) ''وہ اللہ ہی ہے، جو ماؤں کے رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورت گری کرتا ہے۔'' جب یہ تیسرا مرحلہ بھی جو چالیس روز پر محیط ہوتا ہے مکمل ہوجاتا ہے تو مولود کی تخلیق کے چار ماہ گزر چکے ہوتے ہیں۔ اب اس کے اندر روح پھونکی جاتی ہے۔

» قرآن مجید میں بھی ان مراحلِ تخلیق کا تفصیلی ذکر آیا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ (١٢) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (١٣) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (١٤) [المومنون]

''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کر دیا، پھر اس بوند کو

لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا، پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر!"

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے اس طریقے کو انسان کے لیے قابل فہم بنانے کے لیے فرمایا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَۃٍ مُّخَلَّقَۃٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَۃٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ط وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا (الحج:۵)

"اے لوگو! اگر تم قیامت کے روز اٹھائے جانے پر شک میں مبتلا ہو تو یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی۔ (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کر دیں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمھیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔"

اس آیت میں یہاں مٹی سے تخلیق کا اشارہ حضرت آدم کی طرف ہے اور نطفہ سے ذریت آدم کی تخلیق مراد ہے۔ نطفہ سے مراد منی ہے اور یہ تھوڑے سے پانی کو کہتے ہیں اس کی جمع نطائف ہے۔

علقة سے مراد جما ہوا سخت خون ہے اور یہ نطفہ سے بنتا ہے۔

مضغة سے مراد گوشت (بوٹی) ہے اس کا اطلاق بچے کے پورے جسم پر ہوتا ہے خواہ وہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ ہو۔ ابن عباسؓ نے مخلقہ کا معنی مکمل اور غیر مخلقہ کا نامکمل بلکہ ناقص الخلقت کیا ہے۔

مجاہدؒ کہتے ہیں مخلقہ سے مراد صورت پا جانے والا اور غیر مخلقہ سے مراد صورت نہ پانے والا مولود ہے۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں:

اِنَّ النُّطْفَةَ اِذَا اسْتَقَرَّتْ فِی الرَّحِمِ أَخَذَهَا الْمَلَکُ بِکَفِّهٖ فَقَالَ: یَارَبِّ مُخَلَّقَةٌ اَوْ غَیْرُ مُخَلَّقَةٍ، فَاِنْ قَالَ غَیْرُ مُخَلَّقَةٍ قَذَفَهَا فِی الرَّحِمِ دَمًا وَلَمْ تَکُنْ نَسَمَةً وَاِنْ قَالَ مُخَلَّقَةٌ قَالَ

الـمَـلَـکُ: أَیْ رَبِّ! أَذَکَـرٌ أَمْ أُنْثٰی؟ أَ شَقِیٌّ أَمْ سَعِیْدٌ؟ مَا الرِّزْقُ؟ وَمَا الْأَجَلُ؟ وَبِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ؟ فَیُقَالُ لَهُ اِذْهَبْ اِلٰی أُمِّ الْکِتَابِ فَاِنَّکَ تَجِدُ فِیْهَا کُلَّ ذٰلِکَ، فَیَذْهَبُ فَیَجِدُهَا فِیْ أُمِّ الْکِتَابِ فَیَنْسَخُهَا فَلَا تَزَالُ مَعَهُ حَتّٰی یَأْتِیَ آخِرَ صِفَتِهٖ......(۱)

''جب رحم میں نطفہ قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اس کو اپنی مٹھی میں لے کر پوچھتا ہے: یارب! مخلقہ یا غیر مخلقہ؟ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ غیر مخلقہ! تو فرشتہ اس نطفہ کو رحم کے اندر خون کی صورت میں پھینک دیتا ہے اور وہ جسم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ یہ وجود مخلقہ ہوگا تو فرشتہ پوچھتا ہے: یارب! مرد ہو یا عورت؟ شقی ہو یا سعید؟ اس کا رزق کیا ہو؟ اس کی عمر کتنی ہو؟ اور یہ کس زمین میں مرے؟ اس کے جواب میں اس سے کہا جاتا ہے اُم الکتاب دیکھو! تمہیں وہاں یہ ساری باتیں لکھی مل جائیں گی۔ فرشتہ جاتا ہے اور سب کچھ وہاں لکھا ہوا پاتا ہے اور اس کو نقل کر لیتا ہے اس کے بعد یہ نطفہ اسی طرح پرورش پاتا رہتا ہے تا آنکہ اپنی آخری کیفیت تک پہنچ جاتا ہے''۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ **السعادۃ قبل الولادۃ** ''سعادت ولادت سے قبل طے ہو چکی ہوتی ہے''۔ تقدیر کے غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، یا جو کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے موجود ہے یا ماں کے بطن میں ہوتے وقت ہی لکھ دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ''جہنم یا جنت اور آدمی کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے''۔ یہاں سمجھانے کے لیے ''ہاتھ'' کا ذکر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ آدمی کی عمر میں سے بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جو اس کو جنت یا جہنم میں لے جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کافر **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہتا ہے اور مر جاتا ہے تو جنت میں چلا جاتا ہے اور ایک مسلمان آخری عمر میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیتا ہے تو جہنم میں چلا جاتا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم میں یہ بات موجود ہے کہ کسی کے تمام تر نیک اعمال اس کو جہنم میں جھونکے جانے سے نہیں روک سکتے اور کسی کے تمام تر فاسقانہ اعمال اس کو جنت میں داخلے سے نہیں روک سکتے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آدمی اپنے عمل پر تکیہ کر کے نہ بیٹھا رہے، نہ عمل کی خود فریبی میں مبتلا ہو کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ خاتمہ اچھا ہوگا یا بُرا۔ لہٰذا ہر کسی کو اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی توفیق اور بُرے انجام سے پناہ مانگنی چاہیے۔

---

(۱) تفسیر البغوی ۳۶۶/۵

یہاں ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (الکہف:۳۰) ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح اعمال انجام دیتے رہے، ہم عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو بھی اچھا عمل کرے گا''۔

بظاہر تو اس آیت سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ایک مخلص آدمی کا صالح عمل مقبول ہوگا لیکن کیا اللہ تعالیٰ کے اس وعدۂ قبولیت اعمال کے باوجود بھی ایک نیک آدمی کا خاتمہ اور انجام برا ہی ہوگا؟

اس سوال کے جواب کی دو صورتیں ہیں:

۱- یہ بات اس سے مشروط ہے کہ آدمی کا عمل قبول ہوگیا ہو اور اس کا انجام اچھا ہوا ہو۔

۲- اس بات کا بھی امکان ہے کہ آدمی ایمان لائے اور عمل بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا رہے تو اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔

برے انجام کا تعلق تو اس شخص کے ساتھ ہے، جو برے عمل بھی کرتا رہا اور نیک کام بھی، لیکن اس نیک عملی میں اس نے کچھ ریاکاری و شہرت پسندی کا عنصر شامل کرلیا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

◄◄ تقدیر سے متعلق جو کچھ اس حدیث میں آیا ہے۔ اس میں ایک مسلمان کے لیے تشویش کا پہلو موجود ہے۔ جو اس کو اپنے رب کی طرف رجوع ہونے اور اس سے بار بار اپنے اصلاحِ حال اور اصلاحِ اعمال کی توفیق مانگنے پر ابھارتا ہے۔ رسول اللہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِی عَلَی دِیْنِکَ!

''اے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ!''

صحابہؓ نے جب یہ کلمات سنے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ تو کیا آپ ﷺ کو ہمارے بارے میں کوئی خطرہ ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَ جَلَّ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ شَاءَ[۲]

''ہاں! دل تو رحمٰن عزوجل کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں، وہ جیسے چاہے ان کو الٹ پلٹ کرے!''

(۲) ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء أن القلوب بین أصبعی الرحمٰن ۲۱۴۰

تقدیر کا مسئلہ چونکہ انسان کی آزادی واختیار اور پابندی واجبار سے متعلق ہے، اس لیے اس پر سوالات کا پیدا ہونا طبعی امر ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسان کو اس کے اَفعال واَعمال میں آزاد چھوڑا گیا ہے، لیکن اچھے برے دونوں طرح کے اعمال کا انجام بتادیا گیا ہے۔ جنت ودوزخ میں داخلے کا فیصلہ اس کے انہی اعمال کی بنیاد پر ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ البتہ ایک چیز انسان کے عمل کی سمت متعین کرنے میں معاون ومددگار ضرور ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کی گئی دعا کے نتیجے میں حاصل ہونے والی توفیق وعنایت ربانی ہے جس سے اعمال صالحہ پر کاربند رہنے اور موت کے وقت کلمۂ کفر یا عملِ کفر سے بچ جانے کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے: **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ** [آل عمران:۸] ''پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے!''

تقدیر کا مضمون حدیث ۲ میں ایمانیات کے تحت بھی آچکا ہے ملاحظہ کیجیے۔ ◂◂

فقه الحدیث

۱- انسان اپنی تخلیق کے عمل سے لے کر موت کے روز تک تدریجی مراحل سے گزرتا ہے۔

۲- انسان کی نیک عملی اور بدعملی کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ازل سے ہے۔

۳- انسان کے جنتی یا دوزخی ہونے کا انحصار اس کے خاتمہ بالایمان یا خاتمہ بالکفر پر ہے۔

۴- تقدیر چونکہ مخفی چیز ہے، اس لیے انسان جدوجہد کا پابند ہے۔

۵- 120 دن یعنی چار ماہ بعد ماں کے پیٹ کے اندر بچے میں روح ڈالی جاتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۵
الحدیث الخامس

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ عَبْدِاللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"۔

۵

الحدیث الخامس

دین میں نئی چیز پیدا کرنا

عَنْ اُمِّ الْمُؤمِنِیْنَ اُمِّ عَبْدِاللّٰہِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ:؟

''ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ أَحْدَثَ فِی أَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ''

''جس نے ہمارے اس (دین) میں کوئی نئی چیز پیدا کی، جو اس (دین) میں سے نہ ہو تو وہ مسترد کر دی جائے گی''

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَفِی رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ:

[اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مسلم کی ایک روایت میں ہے]

''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ أَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ''

''جس نے کوئی ایسا کام کیا، جس پر ہمارا امر (حکم) نہیں تو وہ کام مردود ہے''

شرح الحدیث

دین مکمل ہے

◄◄ اس حدیث میں اَمْـرُنَـا سے مراد دین ہے اور دین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ورسول جناب محمد ﷺ بن عبداللہ کے ذریعے تکمیل کو پہنچایا اور آسمان سے ترسیل ہدایت کا سلسلہ بند کر دیا۔ قرآن کے الفاظ میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [المائدہ:۳] ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔''

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی صاف اور روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات کی تاریکی بھی دن کی مانند روشن اور واضح ہے۔'' [ابن ماجہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے ان تمام احکامات کو من وعن امت تک پہنچا دیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے ذمے لگائے گئے تھے کہ آپ ﷺ انہیں امت تک پہنچا دیں، رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سے یہ شہادت لی تھی کہ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تو اس جم غفیر نے یک زبان و یک آواز ہو کر کہا کہ ہاں آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

دین کے مقابلے میں رائے نہیں چل سکتی

اس حقیقت کے بعد یہ بات قانونی اور دستوری حیثیت اختیار کر جاتی ہے کہ جس شخص کو بھی اس دین کو اپنانا ہے، وہ کسی پس وپیش اور ردّ وقدح کے بغیر اس کو حتمی وقطعی قانونی سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کرے۔ کسی جدی پشتی عالمِ دین، نسل درنسل مسندِ افتا پر فائز چلے آنے والے کسی خاندان، کسی سیدزادے اور کسی بڑے سے بڑے مفسر قرآن اور شیخ الحدیث کے لیے یہ روا اور جائز نہیں کہ وہ دین کے کسی معاملے میں اپنی رائے اور خواہشِ نفس سے کسی چیز کو دین قرار دے۔ کسی بھی مسئلے کی متعین کی گئی شرعی حیثیت اس وقت تک ہرگز قابل قبول اور لائقِ عمل قرار نہیں دی جا سکتی، جب تک اسے دین کے مسلمہ اصولوں پر جانچ اور پرکھ نہ لیا جائے۔

قرآن اور حدیث دو ایسے پیمانے اور معیار ہیں، جن کے ذریعے ہر مسئلے کی دینی اور شرعی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دونوں چیزوں کو چھوڑ کر اپنی رائے سے کسی چیز کو دین قرار دیتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ

نے اسے باطل، نا قابلِ قبول اور مردود قرار دیا ہے۔

دین وشریعت کے دائرے اور ان میں اضافوں کا مسئلہ

حدیث میں أَحْدَثَ کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے کوئی نئی بات یا شے ایجاد کرنا۔ دین کے معاملے میں اس نئی ایجاد [إِحْدَاث] کا اطلاق چار طرح کے اعمال پر ہوتا ہے:

(۱) اعتقادات، (۲) عبادات، (۳) معاملات، (۴) عادات

1- اعتقادات میں اضافہ بدعت ہے

دین اسلام کی بنیادوں میں عقیدہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عقیدے کے اجزاء توحید و رسالت کے تصور کو اسلام نے اس قدر نکھار اور نتھار کا پیش کیا ہے کہ ان میں کوئی ابہام و اشکال نہیں رہا۔

عقیدہ میں احداث [بدعت] کی بھی ایک پوری تاریخ ہے، جس میں مسلمان دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور ان کے فلسفوں سے متاثر نظر آئے ہیں۔ ان میں وحدت الوجود، وحدت الشہود، اتحاد و حلول، اولیاء و صلحاء کو یوں بااختیار سمجھنا گویا نظام کائنات انہی کا مرہون ہو۔ رسول ﷺ کو اللہ کے مقابلے میں بااختیار ثابت کرنا۔ اہلِ قبور کے بارے میں حاجت براری کا عقیدہ رکھنا۔ یہ ایسے نظریات وعقائد ہیں، جو امت میں نیک جذبات کے لبادے میں در آئے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث میں ان عقائد و نظریات کے درست ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ یہ انسانی فکر کی جولانیوں کے کرشمے ہیں۔ دوسری طرف امت کے اندر کچھ ایسے گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے قصداً ایسے عقیدے ایجاد و اختیار کیے جو توحید و رسالت کے تصور سے صریح طور پر متصادم تھے جیسے قدریہ، جبریہ، مرجۂ، بہائیہ، اسماعیلیہ، قادیانیہ وغیرہ اور اسی طرح بے شمار فرقے ہیں۔ ان کے تصورات وعقائد دین کی مسلمہ تعلیمات سے متصادم ہیں۔ ان کی فکر و عقیدے میں بدعت کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔ دورِ حاضر میں عقیدۂ توحید کے حوالے سے جو بدعات رواج پا چکی ہیں، ان کے شمار کی حدود بہت وسیع ہوگئی ہیں۔ قرآن و حدیث میں عقدیہ توحید و رسالت کے حوالے سے دی گئی رہنمائی ہی اس طرح کی اعتقادی آلائشوں سے ایک مسلمان کو محفوظ رکھ سکتی ہے۔

2- عبادات میں اضافہ بھی بدعت ہے

عبادات میں وہی طریقہ قابل قبول ہوگا جو دین میں بیان کیا گیا ہے مثلاً فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے تو کوئی شخص نماز کی رکعات کو اپنے خواب کی خاطر بڑھا نہیں سکتا کسی بھی ضرورت کے پیش نظر اس تعداد کو چھو نہیں کر سکتا۔ روزوں کی فرضیت ماہِ رمضان میں ہے کوئی شخص اس فرضیت کو کسی اور ماہ میں مستقل نہیں کر سکتا کوئی روزوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ نماز مکمل طور پر سنت کے مطابق ادا کرنا ہوگی روزے مکمل طور پر سنت کے مطابق رکھنا ہوں گے۔ حج کے مناسک بالکل اسی رطح ادا کرنا ہوں گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بتائے اور سکھاتے ہیں۔ ان میں ردو بدل اور کمی بیشی کا کسی شخص کو ہرگز کوئی اختیار نہیں اور نہ کسی ایسے شخص کے ان اعمال کو قبول کیا جائے گا جو ان میں کمی بیشی کر کے ادا کرے گا۔

3- معاملات میں قرآن وسنت سے متصادم ضابطے بدعت متصور ہوں گے

معاملات کا دائرہ بہت وسیع ہے، لیکن اس میں بھی کسی شخص کو یہ اتھارٹی اور حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ایسا ضابطہ وضع کر کے دین کے طور پر رائج کردے جس کا دین کے اصولوں سے کوئی جوڑ اور ربط نہ ہو۔ ہر دور کے مسائل اپنے ہوتے ہیں لیکن ان سب کا حل قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر تلاش کیا جائے گا۔ اگر قرآن و حدیث میں کوئی واضح رہنمائی موجود نہ ہو تو پھر دین کے مسلمہ اصولوں کے پیش نظر رکھ کر اس مسئلہ پر اجتہاد کیا جائے گا اس کے لیے بھی بہتر اور محتاط طریقہ یہی ہے کہ اجتہاد کی یہ کوشش انفرادی اور شخصی نہ ہو بلکہ اجتماعی اور جمہوری ہو۔ معاملات میں کوئی نیا طریقہ رائج کرنے کو مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ دین میں زنا کی سزا رجم یا کوڑے ہے لیکن کوئی شخص اس بدنی سزا کو مالی سزا میں بدل کر یہ کہے کہ اتنی رقم بطور سزا یا جرمانہ دے دو۔ کوئی شخص دوران عدت نکاح کو جائز قرار دے یا کوئی اس پر عمل کرے کیونکہ حدیث کے مطابق یہ جائز نہیں۔ عورت کو تین طلاق ہو جانے کے بعد کوئی شخص محض پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرانے کی غرض سے کسی دوسرے شخص سے عورت کا نکاح عارضی طور پر کرانے کا فتویٰ دے یا کوئی اس پر عمل کرے۔ حدیث رسول کے مطابق یہ بھی جائز نہیں۔ وراثت میں کوئی شخص ہر وارث کے لیے شریعت کے مقرر کردہ حصول کو بڑھائے یا کم کرے۔ تجارت میں نجش [نیلام کے لیے جھوٹی بولی] کو جائز سمجھے۔ زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ کا قائل ہو۔

یہ تمام معاملات ایسے ہیں، جن کو قرآن وحدیث نے متعین کر دیا ہے اگر کوئی شخص یہاں اپنی ذاتی رائے اور

عمل کو دین قرار دینے کی کوشش کرے گا تو وہ دین قرار نہیں پا سکتا۔

4- عادات میں اُصولوں کی خلاف ورزی بدعت ہوگی، جزئیات میں اضافہ بدعت نہیں کہلائے گا

اعمال کی تیسری قسم عادات ہیں۔ عادات میں ہر نئی چیز کو دین کے منافی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں بنیادی اصولوں کی پیروی لازمی ہوتی ہے جزئیات کی نہیں۔ اگر بنیادی اصولوں کو بھی ملحوظ نہ رکھا جائے اور ان کی پیروی نہ کی جائے یہ چیز دین کے منافی ہوگی اور احداث [بدعت] میں شامل ہوگی۔

مثلاً لباس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ستر پوشی ہو، موٹا ہو، باریک نہ ہو، ڈھیلا ڈھالا ہو تنگ نہ ہو، کفار سے مشابہ نہ ہو [اسی طرح لباس اگر عورت کا ہو تو مردوں سے مشابہ نہ ہو اور مردوں کا لباس عورتوں سے مشابہ نہ ہو]۔

اب اس میں جزئیات یہ ہیں کہ جیب ایک بھی ہو سکتی ہے۔ دو بھی اور تین بھی۔ کالر بھی ہو سکتا ہے۔ بٹن ایک دو یا زیادہ بھی ہو سکتے ہیں یہ قمیض بھی ہو سکتا ہے اور کرتہ بھی۔

اس طرح گھڑی، موبائل، کمپیوٹر، کھانے کی چیزیں اور اوقات وغیرہ یہ سب چیزیں وسائل ہیں ان میں بدعت والی کوئی بات نہیں یہ مسلمان کے لیے بھی مفید ہیں اور غیر مسلم کے لیے بھی البتہ ان کا استعمال میں بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ، اسراف نہ ہو، غلط استعمال نہ ہو، وقت اور صلاحیت کا ضیاع نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ ◄◄

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ غسل و وضو اور صوم و صلاۃ جیسی عبادات جب خلاف شریعت طریقے کے مطابق کی جائیں گی تو وہ اس کے کرنے والے پر ہی واپس دے ماری جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ جو شخص دین میں کوئی ایسا نیا عمل رائج کرتا ہے جو شرع کے مطابق نہ ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا اور اس کا یہ عمل اس پر لوٹا دیا جائے گا اور وہ وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ[1] "جو شخص کوئی نیا عمل رواج دیتا ہے یا کسی ایسے شخص کی پشت پناہی کرتا ہے جو ایسا کام کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے"۔

[اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے دیکھیے حدیث ۲۸ کی تشریح]

(۱) صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ ۱۸۶۷، ابوداؤد ۲۰۳۴ واللفظ لہ

فقه الحدیث

۱- دین واضح اور شفاف ہے، اس میں کوئی ابہام نہیں۔

۲- دین کو مکمل طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت تک پہنچا دیا۔

۳- دین مکمل ہے، اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

۴- دین کی حیثیت ایسے قانون اور دستور زندگی کی ہے، جس میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

۵- اگر کوئی شخص قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنی رائے سے کسی چیز کو دین قرار دے تو وہ نا قابل قبول ہے۔

۶- احداث [بدعت] کا اطلاق اعتقادات، عبادات، معاملات اور عادات سب پر ہوتا ہے۔

۷- اعتقادات میں قرآن وسنت کی پیروی اور اتباع تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ اعتقادات میں ہر قسم کا اضافہ بدعت ہوگا۔

۸- عبادات میں قرآن وسنت کی من وعن پیروی فرض ہے۔ عبادات میں ہر قسم کا اضافہ بدعت ہوگا۔

۹- معاملات میں بھی قرآن وسنت کے اصولوں کی پیروی لازم ہے۔

۱۰- عادات میں بنیادی اصولوں کی پیروی لازم ہے، جزئیات میں ضروری نہیں۔ عادات میں ہر اضافہ بدعت قرار نہیں دیا جائے گا۔

۱۱- یہ حدیث دین کی بنیادوں میں سے ایک بہت بڑی بنیاد ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

٦

الحديث السادس

عَنْ أَبِى عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ الْحَلالَ بَيِّنٌ، وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَ عِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِى الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِى الْحَرَامِ كَالرَّاعِى يَرْعٰى حَوْلَ الحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلا وَ اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحارِمُهُ. أَلا وَ اِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الجَسَدُ كُلُّهُ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلا وَ هِىَ الْقَلْبُ

رَوَاهُ البُخَارِىُّ وَمُسْلِمٌ

٦

الحدیث السادس

مشتبہ چیزیں اور دل کا معاملہ

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

''ابوعبداللہ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ،

''یقیناً حلال بھی واضح ہے

وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ،

اور یقیناً حرام بھی واضح ہے

وَبَیْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں

لَا یَعْلَمُهُنَّ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ،

جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ،

پس جو شخص ان مشتبہات سے بچ کر رہا،

فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ،

اس نے اپنا دین بھی بچالیا

اور اپنی آبرو بھی محفوظ کرلی

وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ

اور جو شخص ان مشتبہات میں پڑ گیا

وَقَعَ فِی الْحَرَامِ

وہ حرام کا مرتکب ہوگیا

كَالرَّاعِي يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ.	جیسے کوئی چرواہا (اپنے مویشیوں کو) کسی (کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو ممکن ہے کہ اس کے مویشی اس کھیت سے چر چک لیں۔
أَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى.	آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک باڑ (حد) ہوتی ہے
أَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ.	اور جان رکھو کہ اللہ کی باڑ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔
أَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ	جان لو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب یہ فساد کا شکار ہو جائے تو سارا جسم فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے، جان لو کہ یہ لوتھڑا دل ہے"
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)	(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

بَيِّنٌ : واضح/جس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔

بَيْنَهُمَا : بَيْنَ + هُمَا: درمیان+ان دونوں کے = ان دونوں کے درمیان۔ یعنی حلال اور حرام کے درمیان۔

أُمُوْرٌ : أَمْرٌ کی جمع ہے۔ معاملات/کام۔

مُشْتَبِهَاتٌ: مُشْتَبِهٌ کی جمع۔ وہ چیزیں یا کام جن کے حلال یا حرام ہونے کی شریعت میں وضاحت نہیں۔

لَا يَعْلَمُهُنَّ: لَا: نہیں۔ يَعْلَمُ: وہ جانتا ہے، یہاں اس کا فاعل كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ہے لہٰذا ترجمہ جمع کے صیغے میں کریں گے: وہ جانتے۔ هُنَّ: ان کو یعنی مشتبہات کو۔ دونوں لفظوں کا ترجمہ ہوگا: نہیں جانتے اِنہیں۔

كَثِيرٌ : بہت سے۔

مِنْ : سے/ میں سے۔

النَّاسُ : لوگ/لوگوں۔

اِتَّقٰى : وہ محفوظ رہا/ وہ بچ گیا۔

فَقَدْ : یقیناً

اِسْتَبْرَأَ : اس نے بچالیا۔ اس لفظ کے اصل حروف ب. ر. ا ہیں۔ یہ عربی گرامر کے باب یعنی سانچے [Die] سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر بَرِءَ ہے۔ جس کے معنی کسی کیفیت سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ اور یہی باب جب گرامر کے ایک اور سانچے اِسْتَفْعَلَ يَسْتَفْعِلُ اِسْتِفْعَالٌ میں ڈھلتا ہے تو اس کے معنی میں طلب کا مفہوم شامل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کا فاعل اپنے آپ کو یا کسی چیز کو محفوظ کرنے اور بچانے کا داعیہ رکھتا ہے اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔

لِدِيْنِهٖ : لِ + دِيْنِ + هٖ = کو + دین + اپنے۔ یعنی اپنے دین کو۔ دین کی ن کی زیر لِ کی وجہ سے ہے۔

عِرْضِهٖ : عِـرضِ + هٖ = عزت + اپنی = اپنی عزت۔ عـرض کی ض کے نیچے زیر بھی لفظ دین کے ساتھ لگی ہوئی لِ کی وجہ سے ہے۔

وَقَعَ : پڑ گیا/ مرتکب ہو گیا۔ فعل ماضی،

كَالرَّاعِي: كَ + الرَّاعِي = مانند + راعی = چرواہے کی مانند۔ یہ کَ تشبیہ کے لیے ہے۔

يَرْعٰى : وہ چراتا ہے۔ جانوروں کو گھاس پھونس چرنے کے لیے چھوڑ کر ان کی نگرانی کرتا ہے۔

حَوْلَ : اردگرد۔ اس کے ساتھ ما لگانے سے لفظ مَاحَول بنتا ہے۔ جو ہماری روزمرہ گفتگو میں عام استعمال ہوتا ہے۔

الحِمٰى : چراگاہ/ کسی شخص کا وہ مخصوص قطعہ زمین، جہاں اس شخص کے جانوروں کو چرنے کے لیے

چھوڑا جاتا ہے۔عموماً یہ بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتی تھیں۔

یُوْشِکُ : قریب ہے/ممکن ہے۔

یَرْتَعَ : وہ چرنے لگے۔ یہ لفظ بھی یَرْعٰی کے اصل حروف ر۔ع۔ی سے ہی بنا ہے۔لیکن گرامر کے ایک اور سانچے افتعال میں چلے جانے کی وجہ سے اس کے معنی بدل گئے۔

رَعٰی یَرْعٰی رِعَایَۃً میں چرانے اور چرنے دونوں معانی پائے جاتے ہیں۔

جبکہ اِرْتَعٰی یَرْتَعِی اِرْتِعَا میں صرف چرنے کا مفہوم ہے۔

اَلَا : خبردار/آگاہ رہو/ہوشیار۔

مَلِک : بادشاہ۔مَلِکٍ کی ک کے نیچے زیر لِکُلِّ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

حِمَی اللّٰہِ: حِمَی: چراگاہ۔اللّٰہِ: اللہ کی = اللہ کی چراگاہ، مرکب اضافی۔

مَحَارِمُہٗ : مَحَارِمُ + ہٗ = حرام کردہ اشیاء و کام + اس کے = اس کے حرام کردہ کام اور اشیاء۔

الجَسَدِ : جسم/گوشت پوست سے بنا ہوا وجود۔ جَسَدٌ کی د کے نیچے زیر فی کی وجہ سے ہے۔

مُضْغَۃً : گوشت کا ٹکڑا/بوٹی۔مُضْغَۃً کی ۃ پر زبر انَّ کی وجہ سے ہے۔

اِذَا : جب

صَلُحَتْ : وہ درست ہوگیا۔ یہ لفظ مونث کے لیے ہے اور ماضی ہے۔ جب ماضی سے پہلے اِذَا آجائے تو ماضی کا معنی مستقبل میں ہوجاتا ہے۔ جیسے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔

صَلُحَ : وہ درست ہوگیا۔فعل ماضی،

کُلُّہٗ : کُلُّ + ہٗ = تمام + اس کا۔یعنی مکمل طور پر/سارے کا سارا/پورے کا پورا۔

اِذَا فَسَدَتْ: مؤنث، جب وہ فساد زدہ ہوجائے/جب وہ خراب ہوجائے۔

فَسَدَ : وہ فساد زدہ ہوگیا/خراب ہوگیا۔

ھِیَ : وہ [مونث]

القَلْبُ : دل۔جسم کا ایک اہم عضو۔

شرح الحدیث

علماء نے حرام وحلال کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حلال وہ ہے، جس کو دلیل حلال قرار دے۔
امام شافعیؒ کہتے ہیں: حرام وہ ہے، جس کو دلیل حرام قرار دے۔ (اور یہی صحیح ہے)
حرام اور حلال کے درمیان مشتبہ امور کا مطلب یہ ہے کہ کچھ امور کا حلال ہونا واضح نہیں ہوتا، اس لیے جہاں شبہ پیدا ہوتا ہے وہاں کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

مشتبہات سے بچنا چاہیے

دین کو محفوظ کرنے کا مطلب ہے، دین کو شبہات سے محفوظ کر لیا، آبرو کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی مشتبہ امور نہیں چھوڑتا تو احمق لوگ اس کی غیبت کریں گے اور اسے حرام کا مرتکب قرار دیں گے۔ اس طرح وہ ان لوگوں کے گناہ کے ارتکاب کا بھی سبب بنے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلَا یَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّھَمِ (۱) "جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مشکوک جگہوں پر کھڑا نہ ہو" حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "ایسے کاموں سے بچو، جو دلوں کو ناپسند ہوں خواہ تمہارے پاس ان کا عذر موجود ہو، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو کسی ناپسند بات کو سن لیتے ہیں مگر آپ ان کو اس بات کا کوئی عذر سنانا چاہیں تو وہ نہیں سنیں گے۔"

مشتبہات حرام تک پہنچا سکتی ہیں

"جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑا۔" نبیؐ کے اس فرمان میں دو باتیں ہیں پہلی یہ کہ ممکن ہے وہ کام حرام ہو، جبکہ آدمی اس کو حلال سمجھ رہا ہو۔ دوسری یہ کہ ممکن ہے وہ شخص اس کام کے ذریعے حرام کے ارتکاب کے قریب ہو رہا ہو۔ کہتے ہیں: اَلْمَعَاصِی بَرِیْدُ الْکُفْرِ "گناہ کفر کی ڈاک ہے"۔ کیونکہ انسان کا نفس جب الٹی راہ پر چل نکلتا ہے تو وہ ایک خرابی کے بعد دوسری کا مرتکب ہوتا جاتا ہے۔ علماء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس طرف اشارہ موجود ہے: وَقَتْلِھِمُ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (النساء: ۱۵۵) "(بنی اسرائیل) نافرمانیاں کیا کرتے تھے اور ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے تھے، بالآخر وہ ناحق قتل انبیاء کے عظیم گناہ کے بھی مرتکب ہو گئے۔" حدیث رسول ﷺ میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَۃَ فَتُقْطَعُ یَدُہٗ، وَیَسْرِقُ

(۱) المقاصد الحسنۃ ۱/۲۱۸، کشف الخفاء ۲/۲۵۴

اَلْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ(۲) ''اللہ تعالیٰ کی اس چور پر لعنت ہو جو ایک انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، یا ایک رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے'' یعنی وہ انڈے اور رسی کی چوری سے آگے بڑھتے، بڑھتے ایسی چیزوں کی چوری تک پہنچ جاتا ہے جن کے چرانے پر قطعِ ید کی سزا عائد ہوتی ہے۔

حرام کردہ چیز ایک باڑ ہے

باڑ اس حد کو کہتے ہیں، جو کوئی شخص اپنی جائز زمین کو محفوظ کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس باڑ کے قریب مویشی چرائے گا تو بعید نہیں کہ اس کے مویشی اس باڑ کو تجاوز کر کے کھیت میں داخل ہو جائیں اور فصل کو نقصان پہنچائیں لیکن اگر وہ اپنے مویشیوں کو اس باڑ سے دور رکھ کر چراتا ہے تو یہ امکان ختم ہو جائے گا کہ مویشی کھیت میں داخل ہوں۔

معلوم ہوا کہ ہر حرام کردہ چیز کی ایک باڑ ہوتی ہے، جو اس کو گھیرے ہوتی ہے۔ شرم گاہ حرام کردہ ہے اور دونوں رانیں اس کی باڑ ہیں، کیونکہ یہ اس حرام کردہ چیز کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسی طرح کسی غیر محرم کے ساتھ تنہا ہونا بھی ایک باڑ (حد) ہے، لہٰذا ہر کسی کے لیے واجب ہے کہ وہ باڑ اور حرام کردہ چیز، دونوں سے دور رہے۔ حرام کردہ چیز تو حرام ہونے کی بنا پر حرام ہے اور باڑ (حد) اس لیے حرام ہے کہ وہ حرام کردہ چیز کی حفاظت پر متعین ہے۔ وہ پامال ہو جائے گی تو حرام کا ارتکاب بھی ممکن ہو جائے گا۔

سلطنت بدن کا مرکزی شہر دل ہے

جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ خشوع کی روش اختیار کر لے تو بقیہ اعضاء و جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ غرور و تکبر کا رویہ اپنا لے تو سارا جسم اس کا تابع ہوتا ہے۔ اگر یہ عضو فساد میں مبتلا ہو جائے تو دیگر اعضا بھی مبتلائے فساد ہو جاتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں: بدن ایک مملکت ہے اور نفس اس کا شہر ہے۔ دل اس مملکت کا مرکز ہے۔ اعضاء خادم و ملازم اور باطنی قوتیں اس شہر کی روشنیاں ہیں، عقل خیر خواہ اور مشفق وزیر ہے، شہوت (طلب) ان ملازمینِ مملکت کے رزق کا انتظام کرتی ہے۔ غصہ پولیس کا آدمی ہے یہ مکار اور خبیث غلام ہے جو ایک خیر خواہ کی صورت اپنا لیتا ہے، مگر اس کی یہ خیر خواہی سم قاتل ہوتی ہے اس کی روش ہمیشہ وزیرِ ناصح کے خلاف ہوتی ہے۔ خیالات پیدا کرنے والی قوت دماغ کے اگلے حصے میں ہوتی ہے جو وزیرِ خزانہ کی حیثیت رکھتی ہے، سوچنے کی قوت

---

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق إذا لم یسم ۶۷۸۳

دماغ کے وسط میں اور حافظے کی قوت دماغ کے پچھلے حصے میں ہوتی ہے۔زبان ترجمان کی مانند ہے، حواس خمسہ جاسوس ہیں، ان میں سے ہر کسی کو ایک صنعت سپرد کی گئی ہے، آنکھوں کو عالمِ اَلوان (رنگوں کی دنیا) اور کانوں کو عالم اصوات (آوازوں کی دنیا) کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ بقیہ حواس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ حواس خبریں دینے والے نمائندے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ حواس چوکیدار ہیں، یہ جو کچھ بھی محسوس کرتے ہیں فوراً جسم کو اس کی خبر دیتے ہیں۔

سلطنت بدن کا بادشاہ دل ہے

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سماعت و بصارت اور قوت شامہ وہ روزن ہیں، جن میں سے جسم دیکھتا ہے اور دل اس مملکت کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ درست ہوگا تو رعایا بھی درست ہوگی اور جب یہ خرابی کا شکار ہوگا تو رعیت بھی خرابی میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس بادشاہ (دل) کی درستی اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ یہ حسد، کینہ، بغض، بخیلی و کنجوسی، تکبر، شہرت پسندی وریا کاری، مکر و فریب، حرص وطمع اور قسمت پر راضی نہ رہنے جیسے باطنی امراض سے محفوظ رہے۔ امراضِ قلب چالیس کے قریب بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے اور ان لوگوں میں شامل کرلے جو قلب سلیم کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ آمین!

[اس حدیث کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۱۰، ۳۰ کا مضمون]

فقہ الحدیث

۱- حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اس لیے حرام کا ارتکاب اللہ کی حدوں کو توڑنا ہے۔
۲- جس چیز کا حلال و حرام ہونا واضح نہیں ہے اس سے بچنا اپنے دین وعزت کو بچالینا ہے۔
۳- مشتبہ افعال کا ارتکاب حرام کے ارتکاب کی طرف لے جاتا ہے۔
۴- چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا حرام سے دور رہنے کی خاطر مشتبہ سے بھی دور رہا جائے۔
۵- اکلِ حلال سے دل روشن اور اعضاء و جوارح درست ہو جاتے ہیں۔
۶- اکل حرام دل کو تاریک کر دیتا ہے اور اعضاء و جوارح فساد زدہ ہو جاتے ہیں۔
۷- حرام کا مرتکب ہو جانے کے خوف سے بعض مباحات کو چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔
۸- مسلمان کو اصلاحِ قلب پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

❖❖❖❖❖❖❖

٧
الحديث السابع

عَنْ أَبِی رُقَیَّةَ تَمِیمِ بْنِ أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ

رواه مسلم

۷
الحدیث السابع

دین اسلام خالص وفاداری اور خیرخواہی کا نام ہے

عَنْ أَبِی رُقَیَّةَ تَمِیمِ بْنِ أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ،

قُلْنَا: لِمَنْ؟

قَالَ: لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِأَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ

(رواہ مسلم)

''ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دین اخلاص مندی اور خالص وفاداری ہی کا نام ہے''

ہم نے عرض کیا: کس سے اخلاص مندی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے، اس کی کتاب قرآنِ مجید سے، اس کے رسول محمد ﷺ سے، مسلم حکمرانوں سے اور مسلم عوام سے۔'' (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

اَلدِّیْنُ : دین، مراد دینِ اسلام ہے۔ لفظ دین کی تشریح اربعین کی حدیث ۲ میں گزر چکی ہے۔

اَلنَّصِیْحَۃُ: خیرخواہی / خالص وفاداری / اخلاص مندی۔ اللہ اور رسول کے لیے نصیحت سے مُراد اُن کی

خالص وفاداری ہے اور اسلامی حکومت و عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کو اصلی معنی میں ہی لیا جائے گا۔

قُلْنَا : ہم نے کہا/ ہم نے پوچھا۔

لِمَنْ : لِ + مَن: کے لیے + کس = کس کے لیے؟ سوالیہ انداز میں۔

لِلّٰهِ : اللہ کے لیے: یہ لفظ لِ + اللّٰہِ ہے۔ ل کی وجہ سے لفظ اللّٰہ کی ہ کے نیچے زیر آئی ہے۔ آگے لفظ کتاب، رسول، أئمّةِ اور عَامّةِ میں سے ہر ایک کے آخری حرف کی زیر لِ ہی کی وجہ سے ہے۔

لِكِتَابِهٖ : لِ + كِتَابِ + هٖ = کے لیے + کتاب + اس کی = اس کی کتاب کے لیے۔

لِرَسُوْلِهٖ : لِ + رَسُوْلِ + هٖ: کے لیے + رسول + اس کے = اس کے رسول کے لیے۔

لِأَئِمَّةِ : لِ + أَئِمَّةِ = کے لیے + حکمرانوں/ ائمہ = حکمرانوں کے لیے۔ (امام کی جمع)

الْمُسْلِمِيْنَ: مسلمانوں کے۔ یہ لفظ أَئِمَّةِ کا مضاف الیہ ہے اس لیے الْمُسْلِمُوْن سے الْمُسْلِمِيْنَ ہو گیا ہے۔ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ کا ترجمہ ہوگا ''مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے''۔

عَامَّتِهِمْ : عَامَّةِ + هِمْ = عوام + ان کے۔ هِمْ [ان کے] سے مراد مسلمین ہیں۔ یعنی مسلمان عوام کے لیے۔

شرح الحدیث

نصیحت کا مفہوم

امام خطابی کہتے ہیں کہ 'نصیحت' ایک جامع لفظ ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس ذات کے لیے بھی نصیحت کا عمل انجام دیا جائے اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوبَهُ إِذَا خَاطَهُ سے ماخوذ ہے۔ ناصح کے فعل کو اس جملہ کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح آدمی کپڑے کے شگاف کو سی کر بہتر بنا دیتا ہے، اسی طرح ناصح بھی منصوح کو نصیحت کر کے اس کی بھلائی و بہتری کرتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ نَصَحْتَ الْعَسَلَ اِذَا صَفَیْتَهٗ مِنَ الشَّمْعِ سے ماخوذ ہے۔ یہاں اس جملہ کے ساتھ تشبیہ یہ ہے کہ ناصح اپنی بات کو ملاوٹ اور آمیزش سے اسی طرح پاک صاف اور خالص رکھتا ہے، جس طرح شہد کو موم کی ملاوٹ سے خالص کرلیا جاتا ہے۔

اللہ سے وفاداری اور اخلاص مندی

علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، اس کی صفات میں الحاد شامل نہ ہونے دے۔ اس کو کمال وجلال کی صفات سے متصف جانے، ہر قسم کے نقص وعیب سے اس کو منزہ ومبرا سمجھے۔ اس کی اطاعت کا دم بھرے، اس کی معصیت سے دور رہے۔ اسی کے لیے محبت کرے اور اسی کی خاطر بغض رکھے۔ جو اس کا مطیع وفرمانبردار ہو، اس سے محبت کرے اور جو اس کا نافرمان ہو اس سے دشمنی رکھے۔ جو اس کا کفر کرے، اس سے جہاد کرے۔ اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتا رہے اور ان پر اس کا شکر ادا کرے۔ اس کے تمام معاملات میں اِخلاص سے کام لے اور دوسروں کو اس کی ان تمام صفات کے ماننے کی ترغیب ودعوت دے۔ تمام لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرے یا کم از کم جن کے ساتھ ایسا سلوک کرسکتا ہے، کرے۔

ان تمام اوصاف کو ماننے کا فائدہ دراصل بندے کا اپنا فائدہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو وفاداروں کی وفاداری سے بے نیاز ہے۔

کتابُ اللہ سے وفاداری اور اخلاص مندی

کتاب اللہ سے وفاداری یہ ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ یہ کلام اللہ ہے، اس کی نازل کردہ ہے۔ انسانوں کا کوئی کلام اس کی نظیر نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی انسان ایسا کلام تیار کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ پھر اس کی تعظیم وتلاوت کا حق بہترین انداز میں ادا کرنا۔ اس کے سامنے عجز وانکسار اختیار کرنا۔ تلاوت میں اس کے حروف کی صحیح ادائیگی کرنا۔ محرفین کے خودساختہ معانی کو اپنانے سے بچے رہنا۔ اس کے اندر جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا، اس کے احکام پر عمل پیرا رہنا۔ اس کے علوم وامثال کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ اس کے مواعظ سے عبرت پکڑنا۔ اور اس کے عجائب میں غور وفکر کرنا۔ اس کی آیات محکمات پر عمل کرنا اور متشابہات کے سامنے سر تسلیم خم کیے رکھنا۔ اس کے عموم وخصوص اور ناسخ ومنسوخ کی تحقیق کرنا اور اس کے علوم کو عام کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف بلانا۔

رسول اللہ ﷺ سے اخلاص مندی

رسول ﷺ سے اخلاص مندی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔ آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر ایمان رکھا جائے۔ آپ کے اوامر و نواہی کو مانا جائے۔ ہر حال میں آپ کی نصرت و تائید کی جائے۔ جو آپ ﷺ سے دشمنی رکھے اس کے ساتھ دشمنی رکھی جائے اور جو دوستی رکھے اس کو دوست رکھا جائے۔ آپ ﷺ کی دعوت و سنت کو عام کیا جائے۔ اس پر پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کیا جائے اور سنت کے علوم کو پھیلایا اور ان میں تفقہ پیدا کیا جائے۔ اس کی تعلیم و تعلم اور اِعظام و اِجلال میں عاجزی اختیار کی جائے۔ اس کی قرأت کے آداب ملحوظ رکھے جائیں اور بغیر علم اس کے بارے میں کوئی بات نہ کی جائے۔ اس کا علم رکھنے والوں کی عزت و توقیر کی جائے۔ اس کے بیان کردہ اخلاق و آداب کو اپنایا جائے۔ آپؐ کے اہل بیت و اصحاب سے محبت کی جائے۔ آپ ﷺ کی سنت میں بدعت پیدا کرنے والوں اور اہل سنت سے تعرض کرنے والوں سے دور رہا جائے۔

مسلم حکمرانوں سے خیر خواہی

ائمہ مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت اور طاعت کی جائے ان کو نرمی کے ساتھ تذکیر کی جائے، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کیا جائے۔ حق بات سے وہ غفلت برتیں تو ان کو یاد دہانی کرائی جائے۔ عوام کے حقوق سے ان کو مطلع رکھا جائے۔ عوام کو ان کے خلاف مسلح بغاوت سے روکا جائے اور مسلمانوں کو ان کی اطاعت پر آمادہ کیا جائے۔ امام خطابیؒ کہتے ہیں: ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے ساتھ جہاد میں مصروف رہنا، صدقات و زکوۃ ادا کرنا، ان کے خلاف مسلح بغاوت سے باز رہنا، خواہ ان میں دسیوں خرابیاں کیوں نہ رونما ہو جائیں، ان کے منہ پر جھوٹی تعریفیں نہ کرنا اور ہمہ وقت ان کو بہت اچھا نہ کہتے رہنا اور ان کے لیے بہتری کی دعا کرتے رہنا ان کی خیر خواہی ہے۔

ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ دلیل ملتی ہے کہ 'نصیحت' کو دینِ اسلام کا نام دیا گیا ہے اور دین جس طرح عمل پر لاگو ہوتا ہے، اس طرح قول پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: نصیحت ایسا فرض ہے، جو ایک آدمی ادا کر دے تو باقی لوگوں پر اس کو ادا کرنا فرض نہیں رہتا۔

وہ کہتے ہیں: جب ناصح محسوس کرے کہ اس کی نصیحت مانی جائے گی اور اس کے حکم کی تعمیل کی جائے گی اور اس کو اپنی جان کا بھی کوئی خطرہ نہ ہو تو نصیحت حسب طاقت فرض ہو جاتی ہے۔ اگر اسے کوئی خوف ہو تو پھر اس کو اپنی طاقت کے مطابق جو درست نظر آئے کرنا چاہیے۔

عام مسلمانوں سے اخلاص مندی

◄◄ احمد بن رجب حنبلیؒ نے اپنی ''جامع العلوم والحکم'' میں عام مسلمانوں سے اخلاص مندی یہ بیان کی ہے کہ ان کے لیے وہی چیز پسند کی جائے جو اپنے لیے پسندیدہ ہے اور وہ چیز ان کے لیے ناپسند ہو، جو اپنے لیے ناپسند ہے۔ان کے ساتھ شفقت ونرمی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ان کے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت کی جائے۔ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھا جائے۔خواہ اس چیز سے آدمی کو دنیاوی اعتبار سے نقصان ہی پہنچے، مثلاً وہ ان کے لیے نرخ کم سے کم رکھے خواہ اس کو اپنی تجارت میں کچھ کم نفع کیوں نہ ملے۔اسی طرح ان تمام چیزوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے جو ان کو نقصان پہنچاتی ہیں اور ان چیزوں سے محبت رکھی جائے جو ان کے فائدے میں ہوتی ہیں۔ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کے تسلسل کی خواہش کی جائے۔دشمن کے خلاف ان کی مدد کی جائے اور ان کے خلاف ہر ناگوار و ناروا عمل کو روکنے کی کوشش کی جائے۔

ابوعمرو بن صلاحؒ عامۃ المسلمین سے اخلاص مندی کے تحت ذکر کرتے ہیں ''عام مسلمانوں کے لیے اخلاص مندی یہ ہے: ان کے مصالح کی طرف ان کی رہنمائی کرنا، ان کے دین ودنیا کے معاملات میں ان کو تعلیم دینا، ان کے برے افعال پر ان کی پردہ دری نہ کرنا، ان کے عمل میں بدعملی کے شگاف بند کرنا، دشمن کو ان سے دفع کرنا اور اس کے مقابلے میں ان کی نصرت کرنا، ان کو فریب دینے اور ان سے حسد کرنے سے بچنا۔''

ان کے فقراء ومساکین کے لیے ایثار کرنا، جاہلوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا، جو اپنے قول وفعل میں حق سے روگردانی کرنے کی کوشش کرے اس کو نرمی اور پیار سے حق کی طرف مائل کرنا، ان کو نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کی ترغیب درشتی سے نہیں، بلکہ درمندی سے دینا اور ان کے فساد کا اِزالہ، محبت کے جذبات سے کرنا بھی عام مسلمانوں سے اخلاص مندی میں شامل ہے۔

حدیث میں اس جذبۂ اخلاص وخیر خواہی کو مسلمان کے اوپر مسلمان کا حق قرار دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مِنۡ حَقِّ الۡمُسۡلِمِ عَلَی الۡمُسۡلِمِ اَنۡ یَنۡصَحَ لَهُ اِذَا غَابَ (1)

''مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا خیر خواہ رہے۔''

نصیحت کا حق ادا کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما کر اہم بنا دیا ہے کہ:

---

(1) جامع العلوم والحکم ۱۲/۹

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ.[۲]

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مخلص مشورہ طلب کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو مخلصانہ مشورہ دے۔"

دور حاضر میں جب امت مسلمہ کے ہمہ پہلو فساد پر نگاہ ڈالی جائے تو اس حدیث کا عملی مصداق بنے بغیر کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ لہٰذا دین کا پیغام اور انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہر گروہ، جماعت اور تنظیم کو اس حدیث کی روشنی میں اپنا کام کرنا چاہیے۔

فقه الحديث

۱- دین اخلاص و وفاداری ہی کا نام ہے۔ مسلمان کی وفاداری ہر قسم کی ملاوٹ اور آمیزش سے پاک ہوتی ہے۔ وہ کامل مخلص ہوتا ہے۔ مسلمان میں نفاق اور دورنگی نہیں پائی جاتی۔

۲- اللہ تعالیٰ سے خالص وفاداری و اخلاص مندی مطلوب ہے، ایسی عبادت جو ریا سے پاک ہو۔ نماز قربانی اور جینا مرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔

۳- اللہ کی کتاب سے اخلاص مندی اور وفاداری بھی مطلوب ہے۔ قرآن سے محبت کی جائے، تعظیم کی جائے، اس کی اطاعت کی جائے۔ قرآن کی لفظی اور معنوی تحریف سے بچا جائے۔ امت مسلمہ کا عروج و زوال تمسک بالقرآن سے وابستہ ہے۔

۴- محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری رسول تسلیم کیا جائے۔ صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور اولیاء وغیرہ سے زیادہ رسول ﷺ سے محبت کی جائے۔ آپ سے ثابت شدہ صحیح اقوال و اعمال کو ترجیح دی جائے۔ منکرین حدیث کا مقابلہ کرے اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے احادیث کا دفاع کرے۔

۵- مسلم عوام اور مسلم حکمرانوں کے درمیان سمع و طاعت کا مضبوط نظام قائم کیا جائے۔ دونوں اپنے اپنے حقوق و فرائض سے پوری طرح باخبر رہیں اور اپنے حقوق ادا کریں۔ اسلامی ریاست اور اسلامی اجتماعیت کو مضبوط و مستحکم کیا جائے۔

۶- عام مسلمانوں کی خیر خواہی اختیار کی جائے۔ لسانیت، نسب، رنگ و نسل، صوبہ پرستی، قومی تعصب اور برادری کے تعصب سے بالاتر ہو کر دنیا کے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اختیار کی جائے۔

۷- دین ایک بہت بڑا حق ہے جس کو ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

(۲) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير أجر...... تعلیقا قبل حدیث ۲۱۵۷

٨
الحديث الثامن

عَنِ ابْنِ عُمَرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا أَنّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا أَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَیُقِیْمُوا الصَّلاۃَ وَ یُؤْتُوا الزَّکَاۃَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوا مِنِّی دِمَائَھُمْ وَ أَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی“

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ

8
الحدیث الثامن

اسلامی حکومت کی طرف سے
جان و مال کی ضمانت کب حاصل ہوتی ہے؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

"اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ
حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ،
وَیُقِیْمُوا الصَّلَاۃَ
وَ یُؤْتُوا الزَّکَاۃَ،
فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّی
دِمَاءَ ھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ
الْاِسْلَامِ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ
اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں
اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں
اور نماز قائم کریں
اور زکوٰۃ ادا کریں۔
جب وہ یہ کام کرنے لگ جائیں گے
تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو۔

وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى" (باقی) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔"

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ) (بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

اُمِرْتُ : مجھے حکم دیا گیا۔ امر، امور، مامور الفاظ کا تعلق انہیں حروف سے ہے۔

اَنْ : یہ کہ۔

اُقَاتِلَ : میں لڑوں گا / میں جنگ کروں گا، اُقَاتِلَ کے بعد حتیٰ آنے کی وجہ سے اس کے معنی میں استمرار / تسلسل پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ترجمہ "میں لڑتا رہوں گا / میں جنگ کرتا رہوں گا" کیا گیا۔ اُقَاتِلَ کی ل پر زبر اَنْ کی وجہ سے ہے۔

حَتّٰی : یہاں تک کہ / تا آنکہ۔ یہ لفظ جب کسی اسم سے پہلے آئے تو اس کے آخری حرف کو زیر دیتا ہے اور جب فعل مضارع سے پہلے آئے تو اس کے بعد اَن مخفی ہوتا ہے جو مضارع میں دو تبدیلیاں کرتا ہے۔ (۱) واحد حاضر اور واحد غائب کے صیغوں کے آخری حرف کو زبر دے دیتا ہے۔ (۲) جمع حاضر اور جمع غائب کے صیغوں کے آخر سے نون گرا دیتا ہے۔ یہاں اس نے یہی عمل کیا ہے۔ آگے آنے والے لفظ یَشْهَدُوا کو دیکھیے۔

یَشْهَدُوا : وہ شہادت دیں / وہ گواہی دیں۔ یہ لفظ دراصل یَشْهَدُوْنَ تھا۔ حَتّٰی کی وجہ سے اس کی نون گر گئی اور یہ یَشْهَدُوا رہ گیا۔

یُقِیْمُوا : وہ قائم کریں / وہ ادا کریں۔ یہ لفظ بھی یُقِیْمُوْنَ تھا۔ حَتّٰی کی وجہ سے یُقِیْمُوا رہ گیا۔

الصَّلٰوۃَ : نماز۔ اس کی ۃ کے اوپر زبر یُقِیْمُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔

یُؤْتُوا : وہ ادا کریں۔ یہ بھی یُؤْتُوْنَ تھا۔ حَتّٰی کی وجہ سے یُؤْتُوا رہ گیا۔

الزَّکٰوۃَ : زکوٰۃ اس کی ۃ پر زبر یُؤْتُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔

فَاِذَا : فَ + اِذَا: لٰہذا + جب۔

فَعَلُوا : انہوں نے کرلیا/ انہوں نے کیا۔ یہ فعل ماضی ہے اور پیچھے ہم پڑھ آئے ہیں کہ فعل ماضی سے پہلے اِذَا آجائے تو ترجمہ ماضی میں نہیں مستقبل میں کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا ترجمہ ہوگا ''وہ کرلیں گے/ وہ کریں گے۔''

ذٰلِکَ : یہ۔ اسمِ اشارہ ہے۔ فَاِذَا فَعَلُوا سے پہلے ذکر کیے گئے افعال کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

عَصَمُوا : انہوں نے محفوظ کرلیا/ انہوں نے بچالیا۔

مِنِّی : مِنْ + نِی : سے+ مجھ: مجھ سے۔

دِمَاءَ هُم : دِمَاءَ [دَمٌ کی جمع] + هُمْ : خون+ اپنے = اپنے خون دِمَاءَ کی ہمزہ پر زبر عَصَمُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔

اَمْوَالَهُم : اَمْوَالَ [مَالٌ کی جمع] + هُمْ : مال+ اپنے = اپنے مال۔ اَموال کی ل پر زبر بھی عَصَمُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔

اِلَّا : مگر/ سوائے/ علاوہ۔

بِحَقِّ : بِ + حَقِّ : کے+ حق:

الاِسْلَامِ : اسلام۔ یہ بِحَقِّ کا مضاف الیہ ہے اس لیے م کے نیچے زیر ہے اِلَّا بِحَقِّ الاِسْلَامِ کا ترجمہ ''اسلام کے حق کے سوا'' ہوگا۔

حِسَابُهُم : حِسَابُ + هُمْ : حساب+ ان کا = ان کا حساب

شرح الحدیث

اس حدیث میں اُمِرْتُ کا صیغہ اور اس میں امر (حکم) کا پایا جانا، اس کام کے واجب ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ [البقرہ:۱۹۳]

''تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہوجائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ توحید ورسالت کی گواہی دے دیں اور صلوٰۃ وزکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو سمجھ لیں کہ اب میری ان کے ساتھ جاری جنگ ختم ہو چکی۔

◄ یہ حدیث سورۃ التوبہ کی دو آیات کی تفصیل میں ہے وہاں مشرکین مکہ کے ایمان کو اس وقت تک معتبر قرار نہیں دیا گیا، جب تک وہ پہلے رکن شہادت کے بعد دوسرے رکن نماز اور تیسرے رکن زکواۃ کا اہتمام نہ کریں۔

”اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو (**فخلوا سبیلھم**) تب ان کا راستہ چھوڑ دو۔“ (یعنی جنگ نہ کرو)

”اگر وہ نماز قائم کریں اور زکواۃ دیں تو (**فاخوانکم فی الدین**) تب وہ دین میں آپ کے بھائی بنیں گے۔“

◄ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارکانِ خمسہ میں سے پہلے تین کو بقیہ دو پر ترجیح حاصل ہے۔

یہاں ایک اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ روزہ اور حج بھی تو اسلام کے ارکان میں سے ہیں ان کا یہاں ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کے جرم میں کسی انسان سے لڑائی نہیں کی جائے گی بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا اور اس کا کھانا پینا بند کر دیا جائے گا۔ رہا حج کا معاملہ تو یہ اس آدمی پر فرض ہے جو خوشحال ہو لہٰذا اس سے بھی مقاتلہ نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ ان کے تارک سے لڑائی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا تھا جب انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے۔ بلکہ ان تین ارکانِ اسلام، شہادت، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا تھا۔

◄ اس حدیث میں غیر مسلموں کے خلاف اِعلانِ جنگ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک اسلامی حکومت کب تک کافروں اور باغیوں کے خلاف لڑ سکتی ہے۔ صحیح بخاری کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ النَّاس سے مراد مشرکین ہیں۔ اس حدیث میں کچھ امور کا اضافہ بھی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، فَاِذَا شَهِدُوا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ صَلُّوا صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا وَ اَكَلُوا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاءُ هُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا“[1]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں (یعنی مشرکین) سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد اللہ

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ ۳۹۲، نسائی، ۳۹۰۴۔

کے بندے اور رسول ہیں۔ جب وہ یہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں، ہمارے قبلے کو قبلہ تسلیم کرلیں، ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو پھر ہمارے اوپر ان کے خون اور مال حرام ہیں مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔" ◄◄

اِلَّا بِحَقِّ الاِسْلَامِ "مگر اسلام کے کسی حق کی بناپر" کا مطلب اسلام کے واجبات ہیں اور جو شخص ان واجبات کو ترک کرے اس سے جنگ کرنا جائز ہے۔ جیسے باغی عناصر، راستوں میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹنے اور ہراساں کرنے والے اور قاتل اور زکوٰۃ نہ دینے والے اور پیاسے مسافروں اور جانوروں کو پانی پلانے کے کاموں سے روکنے والے اور جرائم پیشہ اور طاقت کے باوجود قرض واپس نہ کرنے والے، شادی شدہ زانی اور جمعہ اور وضو کو چھوڑنے والے۔ (سود کھانے والوں سے بھی اللہ اور رسول ﷺ کا اعلانِ جنگ ہے) ان تمام صورتوں میں ان لوگوں سے لڑائی کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ان لوگوں سے لڑنا بھی اس ضمن میں آتا ہے جو جماعت کو چھوڑ جائیں۔ (اسلامی ریاست اور اسلامی اجتماعیت کے باغی ہو جائیں مثلاً خوارج) ہم کہتے ہیں کہ یہ فرض عین ہے۔ اگر فرض عین نہیں تو فرض کفایہ ضرور ہے۔

◄◄ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ...... مگر اسلام کے کسی حق کے بدلے۔ اسلام کے اس حق کی تصریح بھی حدیثِ رسول میں موجود ہے اربعین کی حدیث ۱۴ ملاحظہ کیجیے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدَی ثَلَاثٍ: الثَّیِّبُ الزَّانِیْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِکُ لِدِیْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ"(۲)

"ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر ان تین وجوہات کی بناپر (یعنی) وہ شادی شدہ زناکار ہو، کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو، یا اپنا دین ترک کر کے جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو" ◄◄

وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ "اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے" یعنی جو لوگ توحید و رسالت کی گواہی دے دیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں وہ اپنا خون اور مال بچالیں گے۔ یعنی ان سے جنگ نہیں کی جائے گی۔ اگر انہوں نے یہ کام نیک نیتی اور خلوص سے کیا ہوگا تو وہ مومن ہوں گے اور اگر منافقوں کی طرح کسی خوف کے مارے یا جان بچانے کی خاطر کریں گے تو ان سے اللہ تعالیٰ حساب لے کر رہے گا کیونکہ وہ رازوں کو خوب جاننے

(۲) صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ (أن النفس بالنفس والعین بالعین) ۶۸۷۸، صحیح مسلم، کتاب القسامۃ باب مایباح بہ دم المسلم ۱۶۷۶۔

والا ہے۔(اسلامی حکومت ان سے تعرض نہیں کرے گی) اسی طرح وہ شخص جو وضو یا غسلِ جنابت کیے بغیر نماز پڑھے یا وہ شخص جو اپنے گھر میں تو کھائے پیے، لیکن باہر یہ دعویٰ کرے کہ وہ روزے سے ہے، اس کی یہ بات مان لی جائے گی مگر اس کا حساب بھی اللہ ہی لے گا۔

◄◄ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ کو قرآن مجید کی سورۃ غاشیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲) اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ (۲۳) فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (۲۴) اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (۲۵) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶) [الغاشیہ]

''(اے نبیؐ!) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

اس حدیث میں قتل و مقاتلہ کا جو اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو کا تعلق غیر مسلموں سے ہے اور دوسرے پہلو کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ کفار کے بارے میں تو صورت حال دوٹوک انداز میں واضح ہے۔ البتہ مسلمان کا معاملہ نازک ہے۔ مسلمان سے اس طرح کھلی جنگ نہیں کی جا سکتی جب تک وہ ''اسلام کے حق'' کی زد میں آ کر مستوجب سزا نہیں بنتا اور حدیث نے اسلام کا حق تین چیزوں کو قرار دیا ہے۔ ان میں نماز، زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے البتہ التَّارِكُ لِدِيْنِهٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ کا اگر اس کے اوپر اطلاق ہوتا ہے اور وہ ارتداد و بغاوت کے نقطہ نظر سے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیتا ہے تو وہ اس لائق ہے کہ اس سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ اسلامی حکومت کا مطیع فرمان بن کر اسلام کے مطابق زندگی گزارے یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے البتہ توبہ کا دروازہ اس کے لیے بھی اسی طرح ہمہ وقت کھلا ہے جس طرح پوری نسلِ انسانی کے لیے کھلا ہے۔ قرآن مجید کا اس بارے میں ارشاد ہے: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ (التوبہ:۱۱) ''پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔'' واللہ اعلم بالصواب ◄◄

فقہ الحدیث

۱۔ کافروں سے اس وقت تک جنگ کرنا فرض ہے جب تک وہ تین ارکان، توحید و رسالت کا اقرار اور

صلوٰۃ وزکوٰۃ ادا کرنے پر عمل پیرا نہ ہو جائیں۔

۲- جب کوئی شخص توحید و رسالت کا اقرار کر کے نماز قائم کرنے لگے اور زکوٰۃ دینے لگے تو اس کا خون اور مال حرام ٹھہر جاتا ہے۔

۳- اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد بظاہر عبادات بجا لانے والے کے خلاف جنگ نہیں کی جا سکتی، خواہ وہ اندر سے اس چیز کا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ منافقین کا طرزِ عمل ہے۔

۴- کھلی بغاوت اور ارتدادی حرکات کے مرتکب اس اعلانِ جنگ کے مخاطب ہیں۔

۵- مسلمان کا قتل اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ:

a......وہ شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کا ارتکاب کرے۔

b......کسی انسان کو ناحق قتل کردے

c......اسلامی ریاست اور سوسائٹی سے غداری کا مرتکب ہو۔

d......دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد دوبارہ کافر (مرتد) ہو جائے۔

e......فساد فی الارض دہشت گردی وغیرہ کا مرتکب ہو۔

۶- جو شخص ''اسلام کے حق'' کی زد میں آ جائے مگر توبہ کر لے تو اس کے خلاف بھی جنگ جائز نہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖

۹
الحدیث التاسع

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ یَقُوْلُ: ”مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَمَا أَمَرْتُکُمْ بِهِ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَاِنَّمَا اَهْلَکَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی أَنبِیَائِهِمْ“.

رَوَاهُ اَلْبُخَارِیْ و مُسْلِمْ

۹

الحدیث التاسع

احادیثِ رسول ﷺ کی آئینی حیثیت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ:

"مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ،

وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ،

فَاِنَّمَا اَهْلَکَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ".

(رَوَاهُ اَلْبُخَارِیْ وَ مُسْلِمْ)

"ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

"میں تمہیں جس چیز سے منع کروں اس سے دور رہو،

اور جس چیز کا حکم دوں، اپنی استطاعت کے مطابق اس پر عمل کی کوشش کرو،

تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوال اور انبیاء سے اختلاف نے ہی تباہی تک پہنچایا تھا"

(اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

مَا : جس/جو

نَهَيْتُكُمْ : نَهَيْتُ+كُمْ : میں منع کروں/روکوں+تمھیں: میں تمہیں منع کروں۔

عَنْهُ : عَنْ+هُ: سے+اُس:اس سے

فَاجْتَنِبُوهُ: فَ+اِجْتَنِبُو+هُ: لہٰذا+اجتناب کروتم/دوررہو+اس سے: لہٰذا اجتناب کروتم اس سے۔

أَمَرْتُكُمْ : أَمَرْتُ+كُمْ: میں حکم دوں+تمھیں۔

بِهٖ : بِ+هٖ: کا+اس/جس: جس کا۔

فَأْتُوا مِنْهُ : فَأْتُوا: پس آؤتم۔ مِنْهُ: اس سے۔ مراد اس کام کا بجالانا ہے۔

مَا اسْتَطَعْتُمْ: مَا: جس قدر/جو۔ اسْتَطَعْتُمْ: تم طاقت رکھو/تم قدرت رکھو۔

فَإِنَّمَا : کسی چیز کو موکد کر کے پیش کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اور حصر پیدا کرتا ہے۔

أَهْلَكَ : اس نے ہلاک کیا/اس نے برباد کیا۔اس کا فاعل آگے كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ ہے۔

الَّذِيْنَ : جولوگ/وہ لوگ۔ یہ أَهْلَكَ کا مفعول ہے۔

قَبْلِكُمْ : قَبْلِ+كُمْ: پہلے+تمہارے/تم=تم سے پہلے۔قبل کی ل مِنْ کی وجہ سے مجرور ہے۔

كَثْرَةُ : کثرت۔

مَسَائِلِهِمْ: مَسَائِلِ + هِمْ :سوالات+ان کے=ان کے مسائل کی۔ كَثْرَةُ کو اس کے ساتھ ملا کر ترجمہ کریں تو ترجمہ ہوگا:''ان کے سوالات کی کثرت نے'' یہ مرکب اضافی ہے۔

اِخْتِلَافِهِمْ: اِخْتِلَافِ+هِمْ: اختلاف+ان کے=ان کے اختلاف نے مَسَائِلِ اور اِخْتِلَافِ دونوں كَثْرَةُ کے مضاف الیہ ہیں۔اس لیے ان کے آخری حروف کے نیچے زیر ہے۔اِخْتِلَافِهِمْ بھی مرکب اضافی ہے۔

أَنْبِيَاءِهِمْ : أَنْبِيَاءِ + هِمْ :انبیاء+اپنے=اپنے انبیاء۔أَنْبِيَاءِ کی ہمزہ عَلٰی کی وجہ سے مجرور ہے أَنْبِيَاءِهِمْ بھی مرکب اضافی ہے۔

شرح الحدیث

رسول ﷺ کا امر و نہی

نبی کریمؐ کے قول: ''میں جس چیز سے تمہیں منع کروں اس سے دور رہو''۔ کا مطلب یہ ہے کہ اس کام سے مکمل طور پر بچو۔ یہاں بیان کی گئی نہی، تحریم کا درجہ رکھتی ہے یعنی اگر کوئی شخص ایسا کام کرے گا جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہو گا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''جس چیز کا تمہیں حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کر گزرو'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو وہ کام کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش کرنی چاہیے جن کے کرنے کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے۔

◄◄ یہ حدیث سورۃ الحشر کی اس آیت کی تشریح کرتی ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۷)

''جو کچھ رسولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔''

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے امر و نہی کے اتباع کو نہایت مؤکد انداز میں پیش کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی زبانی ہی یہ اعلان کرایا ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ[الانعام:۱۵۲]

''نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔''

اس آیت میں رسول ﷺ کے متعین کردہ راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلنے کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ راستے تمھیں رسول ﷺ کے راستے سے دور لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر اسی انجام کو فتنے اور عذاب الیم کے نام سے یوں بیان فرمایا:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (النور:۶۳)

''رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

بے مقصد سوالات کی ممانعت

حدیث میں بہت زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سوال کی کئی قسمیں ہیں:

۱- ایک جاہل کا اپنے دین کے مسائل جاننے کے لیے سوالات کرنا۔ مثلاً وضو، نماز، روزہ اور معاملات وغیرہ کے احکامات۔ اس طرح کے سوالات کرنا تو مسلمان پر واجب ہے۔ نبی کریمؐ کا فرمان ''طَلَبُ العِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ''(۱) میں اسی چیز کی ترغیب دی گئی ہے اور ایک مسلمان تو ایسے سوالات کرنے سے خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۳) ''اہل ذکر (یعنی اہل علم) سے پوچھ لو اگر تمہیں کوئی بات معلوم نہ ہو تو۔''

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: ''مجھے سوال کرنے والی زبان اور عقل رکھنے والا دل عطا کیا گیا ہے''۔

۲- دین میں تفقہ حاصل کرنے کی غرض سے سوال کرنا نہ کہ صرف عمل کے لیے، مثلاً قضا و فتویٰ۔ اس قسم کے سوالات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آجاتے ہیں: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (التوبہ:۱۲۲) ''ہر گروہ میں سے چند لوگ ایسے کیوں نہ نکلے جو دین میں تفقہ حاصل کرتے''۔

نبی کریمؐ نے بھی فرمایا ہے: اَلَا فَلْيُعَلِّمِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الغَائِبَ ''خبردار! تم میں سے حاضر، غیر حاضر کو جا کر یہ مسائل بتا دے''۔

۳- یہ کہ آدمی ایسے سوالات کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر فرض نہیں کیے۔ اس حدیث میں اسی قسم کے سوالات کے بارے میں منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے سوالات کرنا دراصل اپنے آپ کو ایسی پابندیوں میں جکڑنا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْهَا ''کچھ چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم پر ترس کھاتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے لہٰذا تم ان چیزوں کے بارے میں کریدا نہ کرو''۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ''لوگوں پر فرض ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے'' نازل ہوئی تو ایک آدمی

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ۲۲۴

نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج کیا جائے؟ آپ ﷺ نے اس کا یہ سوال سن کر رخ پھیر لیا، اس آدمی نے دو یا تین بار یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہوسکتا ہے مجھے 'ہاں' کہنا پڑے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ہاں کہہ دوں گا تو یہ ہر سال فرض ہو جائے گا۔ اور اگر یہ فرض ہو گیا تو تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھو گے، لہٰذا مجھے اس چیز کے بارے میں نہ پوچھو جس کے بارے میں میں نے تمہیں کچھ بتایا نہیں، تم سے پہلے لوگوں کو بہت زیادہ سوال کرنے اور انبیاء سے اختلاف نے تباہی تک پہنچا دیا تھا۔ میں جب تمہیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اس پر عمل کی کوشش کرو اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچو''۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے: یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ '(المائدہ: ۱۰۱) 'اے اہل ایمان! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو (جن کا کوئی حکم نہیں دیا گیا) اگر تمہیں ان کے بارے میں کچھ بتا دیا جائے تو تمہیں برا لگے گا''

علماء کے ایک گروہ نے آیاتِ متشابہات کے معانی سے متعلق سوال کرنے کو مکروہ خیال کیا ہے۔ امام مالکؒ سے ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی''...... (طٰہٰ: ۵) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کا عرش نشین ہونا معلوم ہے اور وہ کس طرح عرش نشین ہے یہ کیفیت معلوم نہیں، لیکن اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، میرے خیال میں یہ سوال کرنے والا برا آدمی ہے، اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو۔''

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سلف کا طریقہ احتیاط پر مبنی تھا اور خلف کا طریقہ علم پر مبنی ہے اور وہ ہے سوال کرنا۔ آج کل لایعنی سوالات، عوام خصوصاً بدنیت لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو فضول سوال چھیڑ کر اس پر ہونے والے ردعمل کے محض تماشائی ہوتے ہیں اور کچھ یہود و ہنود کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے امت کے اندر متفقہ موضوعات اور مسائل کو از سر نو چھیڑتے ہیں اور پھر اپنے مطلب کے نام نہاد علماء کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو بدترین لوگ قرار دیا ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے:

سَیَكُونُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِی یَتَعَاطُونَ فُقَهَاءَ هُمْ عَضَلَ الْمَسَائِلِ، اُولٰٓئِکَ شِرَارُ اُمَّتِی (۲)

''عنقریب میری امت میں سے ایک گروہ ایسا نمودار ہوگا جو گنجلک مسائل میں اپنے فقہا کو الجھائے رکھے گا۔ یہ لوگ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔'' ◄◄

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی ۹۸/۲

فقه الحديث

۱- رسول اللہ کے منع کردہ کام سے اجتناب کرنا، فرض ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ کے حکم کو بجالانا بقدر استطاعت فرض ہے۔

۳- رسول ﷺ کے منہیات کا ارتکاب حرام ہے۔

۴- رسول ﷺ کے امرونہی پر عمل کرنا اتباع رسول ﷺ ہے۔

۵- رسول ﷺ کے راستے کو چھوڑ کو دوسرے راستوں پر چلنا راہ صواب سے دوری کا باعث ہے۔

۶- رسول کے حکم [امرونہی] سے روگردانی کرنے کا انجام فتنہ اور عذاب الیم ہے۔

۷- رسول ﷺ کا حکم دل وجان کی خوشی کے ساتھ قبول کرنا فرض ہے۔

۸- رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکام کی ایسی توضیح طلب کرنا جائز نہیں جو کسی مزید پابندی کا باعث بنے۔

۹- بے جا، غیر ضروری اور لایعنی سوالات سے اجتناب واجب ہے۔ زیادہ سوال کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

۱۰- افہام وتفہیم اور تعلیم وتعلم کے تحت آنے والے سوالات اس دائرے میں شامل نہیں یہ بعض اوقات فرض، بعض اوقات، مستحب اور بعض اوقات مستحسن ہوتے ہیں۔

۱۱- سوال کرتے وقت ایمان کے مقتضیات کو پیش نظر رکھا جائے۔

۱۲- متشابہات سے متعلق بے فائدہ سوال کرنا امام مالک کے نزدیک بدعت ہے اور حرام ہے۔

۱۳- مخلصانہ اتباع کے بجائے انبیاء سے غیر ضروری اور لایعنی سوالات اور انبیاء کے احکامات سے اختلاف انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

١٠
الحدیث العاشر

عَنْ أَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ تَعَالٰی: " یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا". وَقَالَ تَعَالٰی: "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ" ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَاءِ: یَا رَبِّ یَا رَبِّ، وَ مَطْعَمُہُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُہُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُہُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہُ؟"

رَوَاہُ مُسْلِمٌ

۱۰
الحدیث العاشر

حلال وحرام کا قبولیتِ دعا پر اثر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی طَيِّبٌ
لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا،
وَاِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ
فَقَالَ تَعَالٰی: "يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا".

وَقَالَ تَعَالٰی: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ"

"ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یقیناً اللہ تعالیٰ طیّب ہے
اور طیّب (پاک) چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے،
اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے
جو رسولوں کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المومنون:۵۱) "اے رسولو! پاک وطیب چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو"

(دوسری جگہ) فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرہ:۱۷۲) "اے اہل ایمان! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ"

ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ: یَا رَبُّ یَا رَبُّ،

پھر آپؐ نے اس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ جس سے اس کے بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہو جاتا ہے، وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دستِ دعا دراز کرتا ہے، کہتا ہے: اے رب! اے رب!

وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ،

(جبکہ اس کی حقیقی صورتحال یہ ہوتی ہے کہ) اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، اس کا لباس حرام کا اور اس کی پرورش ہی حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے

فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهُ؟"

تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوگی؟"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)

تفھیم الفاظ

لَا یَقْبَلُ : لَا: نہیں + یَقْبَلُ: وہ قبول کرتا ہے/ وہ منظور کرتا ہے۔
وہ قبول نہیں کرتا ہے/ وہ منظور نہیں کرتا ہے۔

أَمَرَ : اس نے حکم دیا ہے۔ اس کا فاعل لفظ اللہ اس سے پہلے آگیا ہے۔

الْمُؤْمِنِیْنَ: الْمُؤْمِنُ کی جمع، اہل ایمان۔ اصل میں الْمُؤْمِنُوْنَ تھا أَمَرَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے الْمُؤْمِنِیْنَ ہوگیا۔

بِمَا : بِ+مَا: کا + جس/ جو = جس کا۔

بِهٖ : بِ+هٖ: کا + اس/ جس = جس کا۔

الْمُرْسَلِیْنَ: رسول مُرْسَلَ کی جمع۔ اصل میں الْمُرْسَلُوْنَ تھا یہاں أَمَرَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے

الْمُرْسَلِیْن ہوگیا۔

أَیُّهَا : اے۔ یہ حرف ندا ہے پکارنے کا لفظ ہے۔

کُلُوا : کھاؤ! فعل امر جمع ہے۔

مِنَ الطَّیِّبَات: مِنَ: سے + الطَّیِّبَات: پاکیزہ چیزیں = پاکیزہ چیزوں سے۔

اِعْمَلُوا صَالِحًا: اِعْمَلُوا: تم عمل کرو + صَالِحًا: نیک/ بھلے = تم نیک عمل کرو۔

ذَکَرَ الرَّجُلَ: ذَکَرَ: اس نے ذکر کیا۔ اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے لہٰذا ترجمہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے ذکر کیا۔ الرَّجُلَ: ایک آدمی کا، یہ ذَکَرَ کا مفعول ہے اس لیے ل پر زبر ہے۔

یُطِیْلُ السَّفَرَ: یُطِیْلُ: وہ لمبا کرتا ہے/ وہ طویل کرتا ہے + السَّفَرَ: سفر: وہ لمبا سفر کرتا ہے/ وہ طویل سفر کرتا ہے۔ یہاں السَّفَرَ یُطِیْلُ کا مفعول ہے جس کی وجہ سے ر پر زبر ہے۔

أَشْعَثَ : وہ پراگندہ ہوا۔

أَغْبَرَ : وہ غبار آلود ہوا۔

یَمُدُّ : وہ پھیلاتا ہے۔ [دعا کی غرض سے]

یَدَیْهِ : یَدَی +هِ: دونوں ہاتھ + اپنے۔ یَدَی اصل میں یَدَیْنِ تھا، جو ہُ کا مضاف ہونے کی وجہ سے نون گر گیا۔

اِلَی السَّمَاءِ : طرف آسمان کی/ آسمان کی طرف۔

یَا رَبُّ : اے رب/ اے پروردگار۔ یَا حرف ندا ہے۔

مَطْعَمُهُ : مَطْعَمُ +هُ: کھانا/ خوراک + اس کی = اس کی خوراک۔

مَشْرَبُهُ : مَشْرَبُ +هُ: پینا/ پینے کی چیز + اس کی = اس کی پینے کی چیزیں۔

مَلْبَسُهُ : مَلْبَسُ +هُ: لباس/ جسم ڈھانکنے کا کپڑا + اس کا = اس کا لباس۔

غُذِیَ : فعل مجہول اس کو غذا دی گئی۔ اس کو خوراک دی گئی یعنی اس کی پرورش ہوئی۔

بِالْحَرَامِ : بِ + الْحَرَامِ: ساتھ/ سے + حرام = حرام سے ہی۔

فَأَنّٰی : فَ + أَنّٰی: پس + کیسے/ کس طرح/ کیونکر = پس کس طرح۔

یُسْتَجَابُ: اس کو جواب دیا جائے/ اس کی بات مانی جائے۔

شرح الحدیث

طیّب کا معنی نقائص وخبائث سے پاک ہونا ہے، یعنی لفظ طیّب لفظ قدوس کا مفہوم رکھتا ہے۔ عارفین کے نزدیک اللہ تعالیٰ طَیِّبُ الثَّنَاء اور مُسْتَلَذُّ الاَسْمَاء (جو پاکیزہ حمد وثناء کا اہل ہو اور جس کے ناموں کے واسطے سے اس کی پناہ طلب کی جائے) ہے وہ طیّبِ عِباد بھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمالِ صالحہ کے موجب ان کو جنت میں داخل کرتا ہے اور طیّبِ جنت بھی کہ اس بہترین وپاکیزہ مقام کو اس نے اپنے بندوں کے لیے تیار کیا ہے۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ کو کلمۂ طیبہ کہا گیا ہے۔

طیّب اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الطَّاهِرِ، الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْاَحَبِّ اِلَیْکَ الَّذِی اِذَا دُعِیتَ بِهٖ أَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ أَعْطَیْتَ وَاِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهٖ رَحِمْتَ وَاِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهٖ فَرَّجْتَ (1)

”اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے طاہر اور طیب ومبارک محبوب نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جس کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کی جائے تو اس دعا کو تو قبول کرتا ہے۔ کچھ مانگا جائے تو عطا کرتا ہے، رحمت طلب کی جائے تو رحمت فرما دیتا ہے اور کسی مصیبت سے نجات مانگی جائے تو چھٹکارا عطا کر دیتا ہے“۔

حرام اور ردی اشیاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

”اللہ تعالیٰ طیب کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتا“ کا مطلب یہ ہے کہ کسی حرام چیز کو صدقہ کر کے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کیا جا سکتا اور ردی وغیر معیاری اناج مثلاً گھن زدہ غلہ وغیرہ کا صدقہ کرنا مکروہ ہے جس میں ناپاکی کا شبہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (البقرہ:۲۶۷)

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الأعظم ۳۸۵۹

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمھیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے اِلّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ۔ تمھیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔"

حرام کی آلائش ہو تو نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

جس طرح اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے اسی طرح وہ اعمال بھی پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے یعنی ایسے اعمال جو ریاکاری وشہرت پسندی اور خود فریبی وخودستائی کے شائبہ سے پاک ہوں۔

◄ مومن کا ہر وہ عمل جس پر اسے اللہ کے ہاں سے اجر کی امید اور تمنا ہو، اس عمل کے اندر طہارت ونظافت کا اہتمام اور حرام اور مشتبہات سے پاک ہونا ناگزیر ہے۔ حدیث سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ طہارت کے بغیر نماز مقبول نہیں ہوتی اور حرام کی آلائش سے آلودہ مال کا صدقہ منظور نہیں ہوتا۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: "لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَۃً مِنْ غُلُوْلٍ"(۲)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) پاکیزگی حاصل کیے بغیر (پڑھی گئی) نماز اور خیانت کے مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔"

ایک دوسری حدیث ہے:

عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ: "مَنْ کَسَبَ مَالًا حَرَامًا فَتَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ أَجْرٌ وَ کَانَ اِصْرُہٗ عَلَیْهِ"(۳)

"حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حرام مال کمایا پھر اس میں سے صدقہ دیا، اس میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں بلکہ اس کا وبال اس کے اوپر پڑے گا۔"

مسند احمد کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے:

---

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب الطھارۃ للصلاۃ ۲۲۴، صحیح ابن حبان ۱۷۳۴

(۳) صحیح ابن حبان، ۸/۱۱، جامع العلوم والحکم ۱/۱۰۲ (ابن حبان بنی (من جمع) اور جامع میں مـن کسـب کے الفاظ ہیں اور من کسب کے الفاظ صرف جامع میں ہیں۔

عَنِ ابنِ عُمَرؓ قَالَ: مَنِ اشتَرٰی ثَوبًا بِعَشرَةِ دَرَاهِمَ وَفِیهِ دِرهَمٌ حَرَامٌ لَم یَقبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً مَا دَامَ عَلَیهِ(۴)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ: جو آدمی دس درہم کا کوئی کپڑا خرید لے اور اس کی قیمت (کی رقم) میں ایک درہم بھی حرام ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک یہ کپڑا اس کے جسم پر رہے۔''

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر کہا: ''یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو۔'' تاہم اس حدیث کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن حضرت علیؓ سے مروی اس مفہوم کی مرفوع حدیث اس کو تقویت دیتی ہے۔ ◄◄

اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور اہل ایمان کو جو طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے اس میں طیب سے مراد حلال چیزیں ہیں۔ اس حدیث پاک میں یہ نکتہ بھی موجود ہے کہ آدمی جب طاعتِ الٰہی کی خاطر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے یا اِحیائے نفس کی خاطر کوئی چیز کھاتا ہے تو اس پر اس کو اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور یہ کام واجبات میں سے بھی ہے جبکہ اگر یہی کھانا وہ محض اپنی اشتہا یا عیش پسندی کی نیت سے کھائے گا تو اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

حرام قبولیت دعا میں رکاوٹ بن جاتا ہے

اگر کوئی آدمی پیٹ بھر کر حرام کھاتا ہو، حرام پیتا ہو، حرام لباس پہنتا ہو اور ہر وقت حرام میں لت پت رہتا ہو تو ایسے آدمی کی دعا کا قبول ہونا کوئی حتمی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیک بندوں کی دعاؤں کی قبولیت کی شرط اکل حلال ہے۔

◄◄ قرآن مجید میں یہ اصول بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہوا ہے:

وَ اِلَیهِ یَصعَدُ الکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالعَمَلُ الصَّالِحُ یَرفَعُهُ [فاطر:۱۰]

''اس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے، اور عمل صالح اس کو اُوپر چڑھاتا ہے۔''

یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ وہی کلمات اور الفاظ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں جو پاکیزہ ہوں، یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے بھی ہو سکتے ہیں اور انسان کی اپنی بے بسی کا اظہار بھی ہو سکتے ہیں۔

---

(۴) احمد،۲/۹۸

مقصود اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے رحمت وخیر طلب کرنا ہوتا ہے۔ آیت میں یہ بات بھی کھول دی گئی ہے کہ ان کلمات کو اوپر لے جانے اور پہنچانے کا ذریعہ عملِ صالح ہے اگر عملِ صالح نہیں ہے تو حمد وتسبیح کے یہ کلمات بھی حضورِ رب نہیں پہنچ سکتے۔

اعمال کے صالح اور پاکیزہ ہونے کا زیادہ تر انحصار انسان کے حلال اکل وشرب پر ہے۔ کیونکہ اگر انسان حلال کھائے اور حلال پیے گا تو اس کے عمل کے اندر صلاح وپاکیزگی پیدا ہوگی اور اگر حرام کی غذا سے پیٹ بھرے گا تو اس سے عمل میں فساد کے علاوہ کیا چیز پیدا ہوسکتی ہے۔

طبرانی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا.** آیت رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلاوت کی گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے مستجاب الدعا بنادے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يَا سَعْدُ أَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِي جَوْفِهِ، مَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنْهُ عَمَلًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَ أَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ** (۵)

”اے سعد! اپنا طعام پاکیزہ کرلے، تو مستجاب الدعا ہو جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ بندہ جب ایک لقمۂ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور جس شخص کا گوشت پلا بڑھا ہی حرام سے ہو، اس کے لیے آگ ہی زیادہ مناسب ہے۔“

ایک شاعر نے حدیث کی اس تعلیم کو اپنے اشعار کے قالب میں یوں ڈھالا ہے:

نَحْنُ نَدْعُو الْإِلٰهَ فِي كُلِّ كَرْبٍ — ثُمَّ نَنْسَاهُ عِنْدَ كَشْفِ الْكُرُوبِ
كَيْفَ نَرْجُو إِجَابَةً لِدُعَاءٍ — قَدْ سَدَدْنَا طَرِيقَهَا بِالذُّنُوبِ

”ہم ہر مصیبت میں اللہ کو پکارتے ہیں اور مصیبت کے ٹل جانے پر اس کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے میں ہم قبولیت دعا کی امید کیسے رکھیں جبکہ دعا کے راستے کو ہم نے گناہوں سے مسدود کردیا ہو۔“ ◄◄

[حرام کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۶، ۳۰]

---

(۵) المعجم الاوسط للطبرانی ۶۶۸۳

فقہ الحدیث

۱- اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پسند بھی صرف پاکیزہ چیزیں اور نیک عمل ہی کرتا ہے۔

۲- پاکیزہ کلمات اللہ کے دربار تک پہنچ جاتے ہیں۔

۳- ان کلمات کو اوپر لے جانے کا ذریعہ اعمال صالح ہیں۔ اعمال سیئہ اور بدعات مسترد کر دی جاتی ہیں۔

۴- انسان اللہ کے ہاں اپنی دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہے تو اس کو اپنا کھانا پینا اور قول وفعل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف کر لینا چاہیے۔

۵- اللہ کے ہاں ردی اور نکمی چیز کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا، اس لیے بہتر سے بہتر چیز راہ خدا میں دی جائے۔

۶- حرام کمائی کے مال سے دیا جانے والا صدقہ، ثواب کے بجائے عذاب کا موجب ہوگا۔

۷- حرام، قبولیتِ دعا ہی نہیں، قبولیتِ اعمال میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

۸- انسان حلال اور پاکیزہ چیز اس نقطۂ نظر کے ساتھ کھائے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا اتباع ہو تو اس کا یہ عمل بھی اس کے لیے باعث اجر ہوگا اگرچہ اس نے اپنے نفس کی ایک ضرورت پوری کی ہے۔

۹- اگر حلال اور پاکیزہ چیزیں محض عیش وتنعم اور خواہشِ نفس کی پیروی میں کھائے تو یہ اِسراف وتبذیر کے دائرے میں آ کر اس کے لیے باعث سزا بھی بن سکتی ہیں۔

۱۰- مسافر کی دعا قبول کی جاتی ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے جب وہ حرام چیزوں سے بچا رہے۔

۱۱- نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ پیغمبروں کو بھی پاکیزہ اشیاء کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖

۱۱
الحدیث الحادی عشر

عَنْ أَبِی مُحَمَّدِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ رَیْحَانَتِهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ :

" دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ"

رَواهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسائِی، وَ قَالَ التِّرْمِذِی: حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ

11
الحديث الحادی عشر

تقوے کی اعلیٰ منزل

عَنْ أَبِی مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَیْحَانَتِهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

''نواسہ رسول ﷺ ابو محمد حسن بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث محفوظ رکھی ہے

" دَعْ مَا یَرِیبُکَ إِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ"

''شک میں مبتلا کرنے والی چیز کو چھوڑ کر شک سے پاک چیز اختیار کرو''

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ، وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ

ترمذی اور نسائی نے اس کو روایت کیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے

تفهیم الفاظ

سِبْط : بیٹی کی اولاد/نواسہ۔

رَیْحَانَتِهِ : رَیْحَانَةِ+هِ: خوشبو+آپ ﷺ کی۔ مراد حضرت حسنؓ ہیں۔

حَفِظْتُ : میں نے حفظ کی/ میں نے از بر کی/ میں نے دل میں محفوظ کی۔
دَعْ : چھوڑ دے/قریب نہ جا۔فعلِ امر
مَا : اس چیز کو/ جو
یَرِیْبُ‌کَ : یَرِیْبُ+کَ: وہ شک میں مبتلا کرتی ہے+ تجھے=وہ تجھے شک میں مبتلا کرتی ہے۔
لَا یَرِیْبُکَ: لَا: نہیں۔ یَرِیْبُکَ=وہ تجھے شک میں مبتلا نہیں کرتی۔

شرح الحدیث

اس حدیث میں یہ رہنمائی اور دلیل موجود ہے کہ ایک متقی شخص کے شایان شان یہ ہے کہ جس طرح حرام خوری اس کے لیے ممنوع ہے اسی طرح وہ مشتبہ مال بھی نہ کھائے، بلکہ ایسا مال کھائے جس کے حرام ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ ہو اور دل اس پر مطمئن ہو۔[اس حدیث کی تشریح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ٦]

فقه الحدیث

١- رسول ﷺ نے اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے مشتبہ اور متشکک چیزوں کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے جس میں کسی قسم کے حرام کا شائبہ نہ پایا جاتا ہو۔ یہ تقوے کی اعلیٰ منزل ہے۔

٢- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے۔ حضرت حسنؓ کی عمر وفاتِ رسول ﷺ کے وقت صرف ٦، ٧ سال تھی۔

٣- بچوں کو چھوٹی عمر ہی میں اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا درس دینا چاہیے۔ جامع اور مختصر چیزیں زبانی یاد کرانا چاہیے۔

٤- کم الفاظ میں گہری بات کہنا کلام کو بلیغ کر دیتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖

۱۲

الحدیث الثانی عشر

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ“

حَدیثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیْ وَغَیْرُهٗ هٰکَذَا

۱۲

الحدیث الثانی عشر

فضولیات سے کنارہ کشی مسلمان کو محسن بنا دیتی ہے

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"

(حدیثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهُ هٰکَذَا)

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی کے بہترین اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ فضولیات سے کنارہ کش رہے۔"

(حسن حدیث جسے ترمذی اور دیگر نے اسی طرح روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

مِنْ : سے/میں سے۔

حُسْنِ : حسن/خوب صورتی/بہتری/کمال

اِسْلَامِ الْمَرْءِ: اِسْلَامِ: اسلام۔ الْمَرْءِ : آدمی کا = آدمی کے اسلام کی/کا۔ یہ مرکب اضافی ہے اسی وجہ سے الْمَرْءِ کی ء کے نیچے زیر آئی ہے۔ اِسْلَامِ کی م کی زیر حُسْنِ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور حُسْنِ کی ن کی زیر مِنْ کی وجہ سے ہے۔

تَرْكُهُ : تَرْکُ + هٗ: چھوڑ دینا/ترک کر دینا + اس کا یعنی آدمی کا، یہ بھی مرکب اضافی ہے۔

لَا : نہ ہو/نہیں۔

یَعْنِیهِ : **یَعْنِی**+**هِ**: وہ توجہ دیتا ہے+اس پر/وہ مطلب رکھتا ہے اس سے: **مَا** اور **لَا** کو ساتھ ملا کر ترجمہ ہوگا "جس سے وہ غرض نہیں رکھتا۔"

شرح الحدیث

آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی دین و دنیا کے معاملے میں ان امور سے سروکار نہ رکھے، جو کسی اہمیت کے حامل نہ ہوں، یہ امور خواہ افعال سے متعلق ہوں یا اقوال سے۔

ترکِ مالایعنی کا مفہوم

◄◄ اس حدیث میں جس طرح ایک مسلمان کے کمالِ اسلام کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لایعنی افعال و اعمال اور اقوال و مقالات سے گریز کرتا ہے اس طرح اس میں یہ نکتہ بھی موجود ہے کہ مسلمان محض فضولیات اور بے معنی افعال و اقوال سے اپنا دامن ہی نہیں الجھاتا بلکہ اپنی نگاہ بھی اپنے نصب العین پر جمائے رکھتا ہے۔ جادۂ حق پر اس کا سفر یکسو ہو کر جاری رہتا ہے۔ راستے میں کئی ایسے مناظر ہوتے ہیں جو اس کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ ان کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا اور اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

مسلمان کے اس طرزِ زندگی کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائے اور دنیا کے جن حالات میں رہ کر اسے خود کو بندۂ خدا ثابت کرنا ہے اور جو حالات اس کے لیے اجر و ثواب کا باعث بنتے ہیں ان سے بھی دامن بچا کر اپنی ذات کے حصار میں بند ہو جائے اور یہ سمجھے کہ اس نے زہد و تقویٰ کے اعلیٰ درجات حاصل کر لیے ہیں۔ اسلام کا مطلوب یہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا تقاضا اور دین کا منشا تو یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے انسان اپنی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے مصروفِ عمل رہے اور محض اپنی ذات کی نجات کے لیے فکر مند نہ ہو بلکہ انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ دل میں لیے اپنا فرض پورا کرے۔ اسلام کا یہ تقاضا ہر اس شخص کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے جو دینِ اسلام کو بحیثیت نظامِ زندگی اور باعثِ نجات سمجھتا ہو۔

یہ حدیث بھی احسان کی ایک قسم مراقبہ سے متعلق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان زندگی کا ہر عمل اس احساس کے ساتھ بجالائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جس کی نگاہِ دوربین سے میرا ہر عمل ہی نہیں پوری کائنات کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ قرآن مجید میں اس ضمن کی متعدد آیات ہیں تفہیم مدعا کے لیے صرف ایک آیت درج

کی جاتی ہے:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج صلے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ(١٦) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ(١٧) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ(١٨) [ق]

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ (اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ) دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا، جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔'' ◂◂

ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کے مشتملات

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ابراہیم علیہ السلام کے صحف سے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ صحیفے سارے کے سارے ضرب الامثال پر مشتمل تھے۔ ان میں یہ باتیں تھیں کہ:

☆ اے مغرور حکمران! میں نے تجھے اس لیے حکمران نہیں بنایا کہ تو مال پر مال جمع کرتا رہے بلکہ اس لیے تجھے سلطنت دی ہے کہ تو میری طرف سے مظلوم کی پکار پر لبیک کہے اور اس کی بات سنے۔ میں تو کسی مظلوم کی پکار کو لوٹاتا نہیں خواہ وہ کافر ہی ہو۔

☆ جب تک کوئی شخص اپنی عقل مندی کے پندار میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اس کے اوپر چار لمحے ایسے گزرنے چاہییں کہ ایک لمحے میں وہ اپنے رب سے مناجات کرے، ایک لمحے میں رب کی تخلیق میں غور و فکر کرے، ایک لمحے میں اپنے نفس سے مخاطب ہو اور ایک لمحہ اللہ صاحبِ جلال و اکرام کے ساتھ تنہائی میں گزارنے کے لیے مخصوص کرے۔ یہ لمحہ اس کے دیگر لمحات کے لیے معاون و مددگار ہوگا۔

☆ عقل مند جب تک عقلمندی کے زعم میں مبتلا نہیں ہوتا، تین چیزوں کی سعی میں مشغول رہے۔ (۱) توشہ آخرت کی تیاری، (۲) زندگی کی بقا کے لیے نان و نفقہ کی فراہمی اور (۳) حلال چیز کی لذت۔

☆ عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقلمندی سے مغلوب ہونے سے پہلے پہلے اپنے کردار کا جائزہ لے اور زبان کی حفاظت کرے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ لایعنی باتوں سے محفوظ رہے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کے مشتملات

میں (ابوذرؓ) نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، یہ بتایئے کہ صحف موسیٰ علیہ السلام میں کیا لکھا تھا؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا:

وہ صحیفے مکمل طور پر نصیحت وعبرت پر مشتمل تھے، ان میں یہ لکھا تھا کہ:

☆...... تعجب ہے اس شخص پر جو جہنم پر ایمان رکھنے کے باوجود ہنستا ہے۔

☆...... جو موت پر ایمان رکھنے کے باوجود خوش رہتا ہے۔

☆...... جو اہل دنیا کو الٹ پلٹ ہوتے دیکھتا ہے مگر خود مطمئن و بے خوف رہتا ہے۔

☆...... جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے مگر پھر بھی غضبناک ہوتا ہے۔

☆...... جو آنے والے کل [قیامت کے روز] کے حساب کتاب پر یقین رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

اِن صحیفوں کی تعلیمات

میں (ابوذرؓ) نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ان صحیفوں میں مذکور تعلیمات میں سے کچھ محفوظ ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں: اے ابوذرؓ! قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى. بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا. وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى. اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى. صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى. (الاعلیٰ: ۱۴-۱۹) انہی صحیفوں کی تعلیمات ہیں۔

میں (ابوذرؓ) نے کہا: آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، مجھے کوئی نصیحت کیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تجھے اللہ سے ڈرتے کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیوں کہ یہ ڈر تیرے تمام معاملات کی اصل ہے۔"

ابوذرؓ کہتے ہیں، میں نے کہا: (یارسول اللہ ﷺ) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: "تلاوت قرآن کو اپنے اوپر لازم کرلو، اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔ وہ آسمان پر تمہارا تذکرہ کرے گا۔"

میں (ابوذرؓ) نے کہا: (یارسول اللہ ﷺ) اور نصیحت کیجئے!

آپؐ نے فرمایا: ''جہاد کو اپنے اوپر لازم کرلو، مومنوں کی رہبانیت جہاد ہی ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''(اے اللہ کے رسول ﷺ) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خاموش رہا کرو، خاموشی شیطانوں کو تجھ سے دور رکھے گی اور تیرے دینی معاملات میں مددگار ہوگی۔''

میں نے عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''حق بات کہو! خواہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔''

میں نے کہا: ''(یارسول اللہ ﷺ) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے معاملے میں تجھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ ہو۔''

میں نے عرض کیا: ''(یارسول اللہ) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''رشتہ داری کو قائم رکھو خواہ رشتہ دار اسے توڑنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں۔''

میں نے عرض کیا: ''(یارسول اللہ ﷺ) اور نصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بارے میں لاعلم رہے اور فضولیات میں مگن ہو۔''

اے ابوذرؓ! سن لو کہ ''تدبیر جیسی کوئی عقل مندی نہیں، برائی سے رکے رہنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں اور حسنِ خلق جیسا کوئی حسن نہیں!''۔ (۱)

فقه الحديث

۱- یہ حدیث بھی احسان سے متعلق ہے، جو اسلام کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہاں اِحسان کو حسن اسلام کہا گیا ہے۔ نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ انسان وہ عمل کرلے، جس کا اسلام نے ذکر کردیا ہے۔

۲- یہ بھی نیکی ہے کہ انسان بے مقصد اور بے جا عمل سے گریز کرے۔

۳- انسان اپنی گفتگو میں محتاط رہے۔

۴- انسان اپنے عمل میں احتیاط سے کام لے اور اپنے مقصد اور نصب العین پر نظر رکھے۔

---

(۱) صحیح ابن حبان ۲/۷۸، رقم ۳۶۲

۵- نیکی اور گناہ سے متعلق احکامات کے بنیادی تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر زندگی گزارے۔

۶- ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے احساس کے ساتھ عمل کرے۔

۷- مَا لَا یَعْنِی سے اجتناب کا مطلب، زندگی کے تقاضوں سے فرار ہرگز نہیں۔

۸- اسلام انسان کو مقصدیت کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہے لہٰذا انسان بھی با مقصد زندگی کا مظاہرہ کرے۔

۹- مسلمان کی نشست و برخاست اور قول و فعل اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوں۔

۱۰- بعض چیزیں حرام نہیں ہوتیں، بلکہ مباح اور جائز ہوتی ہیں لیکن ان میں بہت زیادہ مشغولیت سے آدمی احسان کے درجے سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی کھیل کو روزانہ آدھے گھنٹے یا گھنٹے کے لیے بطور تفریح طبع و لطف اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آٹھ آٹھ، دس دس گھنٹے انہاک خلافِ تقویٰ اور خلافِ احسان ہے۔

۱۱- متقی اور محسن آدمی اپنے اوقات کی تنظیم (Time Management) کا خاص خیال رکھتا ہے۔

۱۲- تقوے اور احسان کی منزلوں کو سر کرنے کے لیے لایعنی، فضول، واہیات، بے مقصد، لچر اور لغو چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۱۳- بے فائدہ جھگڑے، کلامی مباحث، بحث برائے بحث، گپ شپ، گھٹیا اشعار کی سماعت، غیر مفید رسائل واخبارات کا مطالعہ، بے مقصد ٹی وی پروگراموں کا مسلسل مشاہدہ، لطیفہ گوئی اور متبذل مزاح کی محفلوں میں شرکت، فلمی ستاروں اور کھلاڑیوں کی ذاتی زندگی کی جزئیات سے متعلق معلومات پر مذاکرے وغیرہ مالایعنی میں شامل ہیں۔

۱۴- تزکیۂ نفس اور منزلِ احسان کے حصول کے لیے اور بھی مسنون تدبیریں ہیں جنہیں اپنا کر ایک مسلمان اپنی شخصیت کو مزید نکھار سکتا ہے۔ ترک لایعنی واحد تدبیر نہیں ہے، اس لیے حدیث میں 'مِــن' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۱۳

الحدیث الثالث عشر

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ

۱۳

الحدیث الثالث عشر

مسلمان بھائی کے لیے سچی اخلاص مندی

عَنْ أَبِی حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهِ"

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ)

"خادمِ رسول ﷺ ابوحمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے (انسان) بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

لَا یُؤْمِنُ : لَا : نہیں۔ یُؤْمِنُ: وہ مومن ہوسکتا ہے۔
لَا یُؤْمِنُ: وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

أَحَدُ كُمْ : أَحَدُ + كُمْ : کوئی + تمہارا = تم میں سے کوئی۔ یہ لَا یُؤْمِنُ کا فاعل ہے اس لیے أَحَد کی د پر پیش ہے۔

حَتّٰی : یہاں تک کہ / حتیٰ کہ / تا آنکہ۔

یُحِبَّ : وہ محبت کرتا ہے / وہ محبت کرے۔ یُحِبَّ کی ب کی زبر حَتّٰی کی وجہ سے ہے۔

لِاَخِیہِ : لِ +أخِي+ہِ :کے لیے+ بھائی + اپنے =اپنے بھائی کے لیے۔أخِي دراصل أخٌ تھا۔لِ آنے کی وجہ سے مجرور ہوا اور أخِي ہو گیا۔

لِنَفْسِہٖ : لِ + نَفْسِ + ہٖ: لیے+ جان+ اپنی=''اپنی جان کے لیے''یعنی اپنے لیے۔

شرح الحدیث

اس حدیث میں اخوت (بھائی چارگی) سے مراد عام اخوت ہے جس میں مسلم وغیر مسلم سب برابر ہیں، اخوت کے اس مفہوم کی روشنی میں جس طرح ایک مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا مسلمان بھائی اسلام پر قائم رہے اس طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کا غیر مسلم بھائی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔یہی وجہ ہے کہ کافر کے لیے ہدایت کی دعا کرنا مستحب ہے۔

حدیث مبارک کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہیں کرتا، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے تو وہ کامل مؤمن نہیں۔ یہاں ''پسند کرنے'' سے مراد دوسرے کے لیے خیر و منفعت چاہنا ہے۔ پھر اس کا مفہوم دینی پسند ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ''انسانی پسند''۔ چونکہ انسانی طبیعت دوسروں کے لیے خیر کو پسند نہیں کرتی اور انسان پر لازم ہے کہ وہ اس انسانی طبیعت کے خلاف عمل کرے، اپنے بھائی کے لیے دعا گو رہے اور اس کے لیے بھی اسی چیز کی خواہش کرے جس کو اپنے لیے چاہتا ہے۔ جب آدمی اپنے بھائی کے لیے وہ چیز نہیں چاہے گا، جو اپنے لیے چاہتا ہے تو وہ حسد میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام غزالیؒ کے قول کے مطابق حسد کی تین اقسام ہیں:

۱) آدمی دوسروں کی نعمت کے زوال اور اسے اپنے لیے حاصل کرنے کی خواہش رکھے۔

۲) دوسروں کی مانند آدمی کے پاس کوئی نعمت ہو یا نہ ہو، پھر بھی ان کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا، خواہ اس کو خود اس سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ یہ چیز تو پہلی قسم سے بھی بدتر ہے۔

۳) آدمی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش تو نہ کرے، لیکن اس کے بڑھنے اور ترقی پانے کو ناپسند کرے۔ وہ خواہش کرے کہ اس چیز میں دوسرا اس سے آگے نہ بڑھ جائے، بلکہ برابر ہی رہے۔اس طرح کی خواہش بھی ایک مسلمان کے لیے حرام ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ، نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا
(الزخرف:۳۲)''کیا تیرے رب کی نعمتیں یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے

ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں"۔
جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی اور خوش نہ ہو گویا وہ اللہ کی تقسیم وحکمت کے مدمقابل آنے کی کوشش کر رہا ہے، انسان پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو رضا بالقضا کا خوگر اور عادی بنائے اور اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے دشمن کے لیے بھی خیر وبھلائی کی دعا کرے۔[اس حدیث کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۷ کی شرح]

فقہ الحدیث

۱- یہ ایمانِ کامل کی علامت ہے کہ:
......انسان دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔
......جس طرح اپنے لیے کسی نعمت کے زوال کا خیال نہیں کر سکتا، دوسروں کے لیے بھی ایسا نہ سوچے۔
......یہ خواہش نہ رکھے کہ دوسروں کا مال، اُن سے چھن کر میرے پاس آجائے۔
......یہ بھی تمنا نہ کرے کہ کسی کا مال مجھ سے زیادہ نہ ہو۔

۲- کسی کے لیے برا سوچنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔

۳- اس حدیث میں انسان کی خود غرضی اور حرص وہوس کی مذمت کی گئی ہے۔

۴- مسلمان جس طرح اپنے لیے ہدایت ونجات کا متمنی ہوتا ہے، اسی طرح وہ تمام نسل انسانی کے لیے اس نعمت کا خواہش مند ہو۔ مسلمان کو ایک ایسا داعی اور مبلغ ہونا چاہیے، جو کافروں کے اسلام قبول کر لینے کی شدید تمنا رکھتا ہو۔

۵- اس حدیث میں انسانی رویوں (Attitudes) کی اصلاح کا زبردست سامان موجود ہے۔ رویوں کی تبدیلی سے اعمال بدلتے ہیں اور شخصیت دن بہ دن نکھرتی اور سنورتی چلی جاتی ہے۔

۶- مسلمان کو خود غرض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اُسے پوری جماعت، پوری آبادی، پوری بستی، پورے شہر، پورے ملک، اور پوری دنیا کی فلاح اور کامیابی کے بارے میں متفکر ہونا چاہیے۔

۷- ہر مسلمان چاہتا ہے کہ وہ خوش وخرم رہے، ذہنی اور مالی آسودگی حاصل رہے۔ صحت نصیب ہو دنیاوی اور اُخروی کامیابیاں نصیب ہوں۔ آفات سے محفوظ رہے۔ دوزخ کی آگ اور قبر کے عذاب سے بچا رہے اسی طرح اسے ہر انسان کا فرد مسلم کا بھی اپنی ذات ہی کی طرح خیر خواہ ہونا چاہیے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۱۴

الحدیث الرابع عشر

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

"لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلاثٍ: الثَّیِّبُ الزَّانِیْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، والتَّارِکُ لِدِیْنِہٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ"

رَواہُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ

۱۴

الحدیث الرابع عشر

تین صورتوں ہی میں مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ:

الثَّيِّبُ الزَّانِيْ،

وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ،

وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ"

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ)

"ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں مگر ان تین وجوہات میں سے کسی ایک کی بنا پر:

(۱) وہ شادی شدہ زانی ہو،

(۲) یا کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو

(۳) یا اپنا دین ترک کر کے "الجماعت" سے علیحدہ ہو گیا ہو"

[اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

لَا یَحِلُّ : لَا :نہیں۔ یَحِلُّ: وہ حلال ہوتا ہے/ وہ جائز ہوتا ہے۔ یعنی وہ حلال نہیں[جو چیز حلال نہیں اس کا ذکر آگے دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ کے الفاظ کی صورت میں آیا ہے اور یہی لَا یَحِلُّ کا فاعل ہے۔

دَمُ : خون۔ مراد قتل کرنا ہے

اِمْرِیءٍ مُسْلِمٍ: اِمْرِیءٍ: آدمی۔ مُسْلِمٍ :مسلمان = مسلمان آدمی کا۔ اس وقت یہ مرکب توصیفی ہے اور یہ دَمُ سے مل کر مرکب اضافی بنتا ہے۔ یعنی مسلمان آدمی کا خون/قتل۔

اِلَّا : سوائے۔

بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ: بِ: کے ساتھ+اِحْدٰی: ایک[واحد کی مونث ہے] ثَلَاثٍ: تین۔ اِلَّا کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو ترجمہ ہوگا: سوائے تین میں سے ایک کے ساتھ۔ یعنی تین میں سے کسی بھی ایک صورت میں قتل جائز ہوسکتا ہے۔

اَلثَّیِّبُ الزَّانِی: اَلثَّیِّبُ: شادی شدہ۔ الزَّانِی: زنا کار۔

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ: جان کے بدلے جان۔ یعنی وہ کسی کو قتل کرے تو اس کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔

اَلتَّارِکُ لِدِیْنِہٖ: اَلتَّارِکُ: چھوڑ دینے والا/ پھر جانے والا۔ لِ+دِیْنِ+ہٖ :کو+ دین+اپنے = اپنے دین کو چھوڑ دینے والا۔

اَلْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ: اَلْمُفَارِقُ: جدا ہونے والا/ چھوڑ جانے والا۔ لِلْجَمَاعَۃِ :جماعت کو= جماعت کو چھوڑ کر الگ ہوجانے والا۔

شرح الحدیث

۱۔ ''شادی شدہ زانی'' سے مراد وہ شخص ہے، جو شادی شدہ ہو اور اپنی خواہش جائز طریقے سے پوری کر رہا ہو لیکن پھر بھی زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔ (غیر شادی شدہ زانی کی سزا قرآن نے (۱۰۰) سو کوڑے بتائی ہے......النور:۲) دونوں میں سے ایک شادی شدہ ہو اور دوسرا کنوارا یا کنواری تو ایک کو رجم کیا جائے گا

اور دوسرے کو (۱۰۰) سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲- کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو تو اس جان کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک مسلم کو کافر کے بدلے اور آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کا حکم قرآن میں بھی موجود ہے۔

۳- تارکِ دین اور مفارقِ جماعت شخص مرتد ہے اور بسا اوقات یہ شخص جماعت سے وابستہ رہ سکتا ہے، لیکن پھر بھی اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ اس بارے میں دو آراء ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے بلکہ جیل میں بند کر دیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اس دین کے باطل ہونے کا عقیدہ اپنا لیا ہے اور اس دین کی طرف چلا گیا ہے جس کو پہلے باطل سمجھتا تھا حالانکہ وہ دین حق نہیں ہے پھر بھی وہ اس طرف جا رہا ہے۔ ایسے شخص کو چھوڑا نہ جائے گا۔ اگر وہ دوبارہ مسلمان نہیں ہوتا تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ [اس حدیث کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۸ کی شرح]

فقہ الحدیث

۱- مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے، لیکن صرف تین صورتوں میں اس کی جان لی جا سکتی ہے۔

۲- مسلمان اگر شادی شدہ زانی ہو تو بطور سزا اس کو قتل کیا جائے گا۔

۳- مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں بھی اسے قتل کیا جائے گا۔

۴- اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں سے الگ ہو جانے والے کو قتل کیا جائے گا۔

۵- قتل اسلامی حکومت اور اس کی مشنری (پولیس اور عدلیہ) کی نگرانی میں ہوگا۔ کسی فرد کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔

۶- الجماعت سے مراد، مختلف دینی جماعتیں نہیں ہیں بلکہ امتِ مسلمہ ہے، جب وہ ایک امیر اور خلیفہ کے تحت مجتمع ہو۔

۷- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کو کھوکھلا کرنے والے باغی افراد اور منافقین و مفسدین کے خلاف بھی جنگی کارروائی کی جا سکتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۱۵

الحدیث الخامس عشر

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ"

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ و مُسْلِمٌ

۱۵
الحدیث الخامس عشر

ایمان کے تین اَخلاقی تقاضے

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ،

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ،

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ"

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ)

"حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

اور جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے ہمسائے کا اِکرام کرنا چاہیے۔

اور جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے مہمان کی تواضع کرنی چاہیے"

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

تفهیم الفاظ

مَنْ : جو

كَانَ : ہے

يُؤمِنُ : ایمان رکھتا ہے۔

بِاللّٰهِ : اللہ پر

الْيَوْمِ الآخِرِ: یوم آخر/آخری دن/آخرت کے دن [پر]

فَلْيَقُلْ : ف–لِ + يَقُلْ: تو + چاہیے کہ + وہ کہے = ”تو اُسے کہنا چاہیے“۔ امر کا صیغہ ہے۔

خَيْرًا : بھلی بات/اچھی بات

أَوْ : یا

لِيَصْمُتْ : لِ + يَصْمُتْ: چاہیے کہ + وہ خاموش رہے = ”وہ خاموش رہے“۔ یہ بھی امر کا صیغہ ہے۔

فَلْيُكْرِمْ : ف + لْ + يُكْرِمْ: تو + چاہیے کہ + وہ اکرام کرے = ”تو وہ اکرام کرے“۔ امر کا صیغہ ہے۔

جَارَهُ : جارَ + هُ: ہمسایہ + اپنا = اپنے ہمسایہ کا۔

ضَيْفَهُ : ضَيْفَ + هُ: مہمان + اپنا = اپنے مہمان کا۔

شرح الحدیث

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے“ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب کوئی بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور و فکر کر لے، اگر وہ سمجھتا ہو کہ یہ بات کرنے کا کوئی نقصان اور شر نہیں ہے تو بات کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ اس میں نقصان اور فتنے کا اندیشہ ہے یا اس بات میں کسی قسم کا شک ہے تو وہ بات نہ کرے، بلکہ خاموش رہے۔

چار احادیث–چار آداب

مذہب مالکیہ کے اپنے دور کے جلیل القدر امام ابو محمد بن ابو زیدؒ کہتے ہیں:

تمام بہترین آداب چار احادیث سے ماخوذ ہیں۔

۱- مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ [۱]

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کو بھلی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے''۔

۲- مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ [۲]

''یہ آدمی کے بہترین اسلام کی نشانی ہے کہ وہ فضول اور بے مقصد افعال واقوال سے دور رہے''۔

۳- لَا تَغْضَبْ- ''غصہ نہ کیا کرو'' [۳] (ایک آدمی کو نصیحت کرتے وقت آپ ﷺ کا فرمان)

۴- لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ [۴]

''تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

ضرورت کے وقت ضرور بولنا چاہیے

امام ابوالقاسم قشیریؒ سے منقول ہے کہ: ''جس طرح موضوع کے اندر رہتے ہوئے گفتگو کرنا بہترین خوبی ہے، اسی طرح ضرورت کے وقت خاموشی سے کام لینا بھی مَردوں کا کام ہے''۔ وہ کہتے ہیں: میں نے ابوعلی دقاق کو یہ کہتے سنا کہ: ''جو حق بات نہ کہے وہ گونگا شیطان ہے''۔ انہوں نے 'حلیۃ العلماء' میں ایک سے زائد لوگوں سے اسی طرح کا قول نقل کیا ہے، 'حلیۃ العلماء' میں ہے کہ جس طرح انسان اپنی کمائی ہوئی دولت کو صرف وہاں خرچ کرتا ہے، جہاں اسے خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس پر لازم ہے کہ اس کے منہ سے وہی بات نکلے جس کی اسے ضرورت ہے''۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کاغذ خرید کر دینا پڑے تو تم بہت زیادہ بولنے سے باز آجاؤ۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجارو الضیف و لزوم الصمت......۴۷

(۲) ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث: من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ ۲۳۱۷

(۳) صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب ۶۱۱۶

(۴) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ ۱۳

کم بولنا سمجھ داری کی علامت ہے

رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ قِلَّةُ كَلَامِهِ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ(۵)

''آدمی کے تفقُّہ اور سمجھ داری میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ بے مقصد گفتگو بہت کم کرے۔''

یہ بھی آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَافِيَةُ فِيْ عَشَرَةِ اَجْزَاءٍ، تِسْعَةٌ مِنْهَا فِي الصَّمْتِ اِلَّا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ(۶)

''عافیت دس اجزاء میں ہے۔ ان میں سے نو اجزاء خاموشی میں ہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے ذکر کے لیے زبان کھولی جائے۔''

کہتے ہیں: ''جو خاموشی اختیار کرتا ہے محفوظ رہتا ہے'' اور ''جو خاموشی اختیار کرتا ہے، فائدے میں رہتا ہے۔''

کسی سے پوچھا گیا کہ تم نے خاموشی کو کیوں اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے تو اس نے کہا: ''اس لیے کہ خاموش رہنے پر مجھے کبھی ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، جبکہ بات کرنے پر بارہا شرمندگی اٹھانا پڑی۔''

اس سلسلے میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ: ''زبان کا زخم، ہاتھ سے لگائے ہوئے زخم سے کم نہیں''۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ''زبان، کاٹ کھانے والے کتے کی مانند ہے، جسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ کاٹ ڈالتا ہے۔''

زبان کے کیے دھرے کی سزا

حضرت علی ؓ سے بیان کیا گیا ہے:

يَمُوْتُ الْفَتٰى مِنْ عَثْرَةٍ مِنْ لِسَانِهٖ وَلَيْسَ يَمُوْتُ الْمَرْءُ مِنْ عَثْرَةِ الرِّجْلِ

فَعَثْرَتُهُ مِنْ فِيْهِ تَرْمِيْ بِرَأْسِهٖ وَعَثْرَتُهُ بِالرِّجْلِ تَبْرِیْ عَلَى الْمَهْلِ

---

(۵) الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى ۲/۱۷۶، رقم ۱۰۵۴

(۶) یہ روایت مرفوعاً ہمیں نہیں ملی لیکن حضرت علیؓ کی وصیت کے طور پر تفسیر ثعلبی ۱/۲۶۵، الاعجاز و الايجاز للثعالبی ۱/۷، المستطرف فی كل فن مستطرف لأ بشهی ۱/۷۹، سراج الملوك لطرطوشی ۱/۲۰ میں موجود ہے البتہ شیخ البانی نے السلسلة الضعيفه مختصره ۳۹۲۷ میں (العافية عشرة اجزاء تسعة منها فى الصمت والعاشر اعتزالك عن الناس) کو ضعیفٌ جداً کہا ہے۔

"ایک جوان اپنی زبان کی لغزش سے موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے، مگر ایک آدمی پاؤں کی پھسلن سے گر کر بھی بچ جاتا ہے،

جوان کے منہ کی لغزش اس کا سر اڑا دینے کا باعث بن جاتی ہے لیکن آدمی کے پاؤں کی پھسلن اسے سنبھلنے کا موقع دیتی ہے"

اسی ضمن میں کہا گیا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ السَّاكِتُ الصَّمُوتُ — كَلَامُهُ قَدْ يُعَدُّ قُوتُ

مَا كُلُّ نُطْقٍ لَهُ جَوَابٌ — جَوَابُ مَا يَكْرَهُ السُّكُوتُ

وَاعَجَبًا لِامْرِئٍ ظَلُومٍ — مُسْتَيْقِنٍ اِنَّهُ يَمُوتُ

"یقیناً خاموش رہنے والا فلاح پا گیا، اس کی خاموشی تو ایک قوت سمجھی جاتی ہے۔"

"ہر بات کا ایک جواب ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ جواب خاموشی کو بھی ناپسند ہوتا ہے۔"

"تعجب ہے اس ظالم انسان پر جو مرنے پر یقین رکھنے کے باوجود ظلم سے باز نہیں آتا۔"

ہمسائے کی توقیر

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کو اپنے ہمسائے کی عزت و توقیر کرنی چاہیے" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کا پابند ہے اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ مہمان اور ہمسائے کا اکرام کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِى بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ (۷)

"جبریلؑ مسلسل مجھے ہمسایہ کے بارے میں نصیحت کرتے رہے حتی کہ مجھے یقین ہونے لگا کہ وہ ہمسایہ کو وراثت میں حقدار ٹھہرا دیں گے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اٰذٰى جَارَهٗ مَلَّكَهُ اللّٰهُ دَارَهٗ (۸)

(۷) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار ۶۰۱۴

(۸) من أذى جاره أورثه الله داره کے الفاظ کے ساتھ کشف الخفاء للعجلونی ۲/۲۱۴ میں موجود ہے لیکن اسے مشکوک بتایا گیا ہے۔

''جو کوئی اپنے ہمسائے کو ایذا پہنچائے، اللہ تعالیٰ ہمسائے کو اس کے گھر کا مالک بنا دے''۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں ہمسائے کو حسنِ سلوک کا مستحق قرار دیتے ہوئے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

وَالْجَارِ ذِیْ الْقُرْبٰی وَالجَارِ الجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (النساء:۳۶) ''قریبی رشتہ دار ہمسایہ اور ساتھ والے گھر کا مالک ہمسایہ اور ساتھ والے گھر کے ساتھ والا گھر۔ (حسنِ سلوک کے مستحق ہیں)

◀◀ رسول اللہ ﷺ نے ہمسائے کو تکلیف پہنچانے والے آدمی کے بارے میں فرمایا ہے:

عَنْ أَبِي شُرَیْحٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ، "وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ: قِیلَ: مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ"[9]

''حضرت ابو شریح نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کا ہمسایہ اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ"[10]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں۔'' ◀◀

ہمسائے کی تعریف

لفظ 'جار' کا اطلاق چار قسم کے ہمسایوں پر ہوتا ہے:

۱) مکان کے اندر، آدمی کے ساتھ رہنے والے لوگ۔

۲) آدمی کے مکان کے ساتھ والے مکان میں رہنے والے لوگ۔

۳) آدمی کے مکان کے ارد گرد رہنے والے چالیس گھر۔

۴) شہر یا بستی محلے میں رہنے والے لوگ۔ اللہ تعالیٰ نے (منافقین کے بارے میں) فرمایا ہے: ثُمَّ لَا

---

(۹) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب إثم من لا یأمن جارہ بوائقہ ۶۰۱۶

(۱۰) صحیح مسلم، کتاب ایمان، باب تحریم ایذاء الجار ۴۶

یُجَاوِرُوْنَکَ اِلَّا قَلِیْلًا. "(الاحزاب:۶۰) پھر ان منافقین میں سے بہت تھوڑے آپؐ کے قریب (ہمسائیگی میں) رہ سکیں گے۔"

☆......گھر کے ساتھ والے گھر میں رہنے والے مسلمان ہمسائے کے تین حقوق ہیں۔

☆......دور رہنے والے قریبی رشتہ دار مسلمان ہمسائے کے دو حقوق ہیں

☆......اور غیر قریبی مسلمان ہمسائے کا ایک حق ہے۔

ضیافت اور اس کے آداب

ضیافت، اسلام کے آداب اور انبیاء و صالحین کے خلق میں سے ہے۔ امام لیثؒ نے ایک رات کے لیے ضیافت کو واجب قرار دیا ہے۔ اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ضیافت شہری و دیہاتی دونوں پر واجب ہے یا صرف دیہاتی پر؟ امام شافعیؒ اور محمد بن عبدالحکمؒ کا موقف ہے کہ شہری اور دیہاتی دونوں پر واجب ہے کہ وہ مہمان کی ضیافت کریں۔ لیکن امام مالکؒ اور سحنونؒ کا کہنا ہے کہ ضیافت صرف دیہاتیوں پر واجب ہے، کیونکہ مسافر شہروں میں تو سرائے اور ہوٹل میں ٹھہر سکتا ہے اور ضرورت کی اشیاء بھی خرید سکتا ہے، جبکہ دیہاتوں میں یہ سہولتیں موجود نہیں ہوتیں۔ [دور حاضر میں صورتحال بدل گئی ہے اب یہ سہولیات تقریباً ہر کہیں موجود ہیں اور سفر کی وہ سختیاں اور مسائل بھی باقی نہیں رہے جو قدیم زمانے میں تھے۔ تاہم آج بھی کچھ علاقے اور مقامات ایسے ہیں، جہاں ضروریات زندگی کی اشیاء فراہم کرنا اتنا آسان نہیں ہے]

اَلضِّیَافَةُ عَلَی أَهْلِ الْوَبَرِ وَ لَیْسَتْ عَلَی أَهْلِ الْمَدَرِ "ضیافت دیہاتیوں پر واجب ہے، شہریوں پر نہیں" حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔

◀ رسول اللہ ﷺ نے میزبان اور مہمان دونوں کے لیے ضابطۂ اخلاق بیان فرمادیا ہے:

حضرت ابوشریح نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَلضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ أَیَّامٍ وَ جَائِزَتُهُ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ وَ مَا أُنْفِقَ عَلَیْهِ بَعْدَ ذٰلِکَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَ لَا یَحِلُّ لَهُ أَنْ یَثْوِیَ عِنْدَهُ حَتّٰی یُؤْثِمَهُ! قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: یُقِیْمُ عِنْدَهُ وَ لَا شَیْءَ لَهُ یَقْرِیْهِ بِهِ"(۱۱)

(مہمان کی) ضیافت تین دن ہے اور تواضع ایک رات اور ایک دن، اور اس کے بعد جو کچھ اس پر خرچ کیا

(۱۱) صحیح مسلم، کتاب اللقطة، باب الضیافة و نحوها ۴۸، ترمذی ۱۹۶۸

جائے گا وہ صدقہ ہے۔ اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اس (میزبان) کے ہاں ٹک کر بیٹھ جائے اور اس کو گناہ گار کرے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے اس کو گناہ گار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کے ہاں قیام کرے گا جبکہ اس کے پاس اس کی ضیافت کے لیے کچھ نہ ہوگا۔"

فقہ الحدیث

ایمان کے بنیادی تقاضوں (ارکانِ اسلام) کے علاوہ بھی کچھ دیگر اخلاقی تقاضے ہیں:

۱- بے مقصد گفتگو نہ کی جائے، بھلی بات کی جائے، بولنے سے پہلے غور و فکر سے کام لیا جائے۔

۲- جب بولنا مناسب نہ ہو اور فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو خاموشی اختیار کی جائے۔

۳- جب بات کرنا ضروری ہو تو لازماً گفتگو کی جائے، ورنہ کتمانِ حق کا مجرم بن جائے گا۔ حق بات کو چھپانا جائز نہیں۔

۴- ہمسائے کے حقوق ادا کیے جائیں، اور ہمسائے کو تکلیف نہ دی جائے۔

۵- ہمسایہ غیر مسلم ہو تب بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔

۶- مہمان کی عزت و تکریم اور حسبِ استطاعت خاطر تواضع کی جائے۔ گھر میں موجود بہتر سے بہتر چیز مہمان کو دینا، اچھی سے اچھی چیز کھلانا اور خود تکلیف برداشت کرنا ایمان اور اَخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔

۷- مہمان کی خدمت، اس کا حق سمجھ کر کی جائے۔ ایک دن خاطر تواضع اور تین دن ضیافت مہمان کا حق ہے اور قیام اس سے زائد ہو جائے تو میزبان اس کو صدقہ و احسان سمجھتے ہوئے اجر کی نیت رکھے۔

۸- مہمان میزبان کے حالات اور اس کی مالی حیثیت کا خیال رکھے اور قیام طویل نہ کرے۔

❖❖❖❖❖❖❖

١٦
الحدیث السادس عشر

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِی،

قَالَ: "لَا تَغْضَبُ" فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبُ

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

۱۶

الحدیث السادس عشر

غصے کی ممانعت

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ:

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے نصیحت کیجئے!

أَوْصِنِی،

قَالَ: لَا تَغْضَبْ

آپ ﷺ نے فرمایا: "غصہ میں نہ آیا کرو"۔

فَرَدَّدَ مِرَارًا،

آدمی نے کئی بار یہی مطالبہ دہرایا تو

قَالَ: لَا تَغْضَبْ"

آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ: "غصہ میں نہ آیا کرو"

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

تفهیم الفاظ

أَوْصِنِی : أَوْصِ + نِی: وصیت کیجیے + مجھے = مجھے نصیحت کیجیے، مجھے وصیت کیجیے۔

لَا تَغْضَبْ: لَا: نہ + تَغْضَبْ: غضب میں آؤ / غصے میں آؤ۔ لَا تَغْضَبْ: غصے میں نہ آؤ۔

فَرَدَّدَ مِرَارًا: فَرَدَّدَ: اس نے دہرایا + مِرَارًا: کئی بار/کئی مرتبہ۔ یعنی اس آدمی نے یہ سوال کئی مرتبہ دہرایا۔

شرح الحدیث

''غصہ میں نہ آیا کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ غصہ نافذ نہ کر بیٹھو، یہاں مطلق غصہ سے منع نہیں کیا گیا، یہ تو انسانی طبیعت کا حصہ ہے اور اس کو روکنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ تَتَوَقَّدُ اَلَمْ تَرَوا اِلٰی حُمْرَةِ عَیْنِہٖ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ ذٰلِکَ فَلْیَجْلِسْ اَوْ قَالَ فَلْیَلْصِقْ وَضُوْءَہٗ(۱)

''غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے دل میں بھڑک اٹھتا ہے۔ کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کے پھول جانے کو نہیں دیکھتے۔ جب تم میں سے کوئی شخص ایسی حالت میں آجائے تو وہ بیٹھ جائے یا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے وضو کے برتن سے پانی پی لے۔''

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی چیز سکھا دیجیے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَغْضَبْ وَلَکَ الْجَنَّةُ

''غصہ نہ کیا کرو، تم جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔''

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَاِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا یُطْفِیُٔ النَّارَ الْمَاءُ، فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ(۲)

''یقیناً غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور پانی آگ کو بجھا ڈالتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص غصہ میں آجائے تو وضو کرے۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ:

---

(۱) احمد ۴/۶۱

(۲) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب من کظم غیظا ۴۷۸۴

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ، فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الغَضَبُ وَ اِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ [۳]

''جب تم میں سے کوئی شخص غضبناک ہو جائے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو بیٹھ جانا چاہیے (بیٹھنے سے اس کا غصہ دور ہو جائے گا) اگر بیٹھنے سے اس کا غصہ کافور نہ ہو تو لیٹ جائے۔''

حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحییٰ بن زکریاؑ سے فرمایا: ''میں تمہیں ایک فائدہ مند چیز کی تعلیم دیتا ہوں: ''غصہ نہ کیا کرو!'' یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے غصہ نہ آئے؟ عیسیٰؑ نے فرمایا: جب تمہیں ایسی بات کہی جائے جو تمہارے اندر موجود ہو تو تم کہہ دو کہ یہ تو میرا گناہ ہے، تم نے مجھے یاد دلا دیا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت مانگتا ہوں، اور اگر ایسی بات تمہیں کہی جائے جو تمہارے اندر موجود نہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو کہ اس نے تمہارے اندر وہ خامی نہیں رکھی، جس سے تمہارا کردار داغدار ہوتا، یہ چیز تو ایک نیکی ہے، جو تمہیں عنایت کی گئی ہے۔''

حضرت عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کے بارے میں پوچھا، جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور رکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَغْضَبْ ۔ غصہ نہ کیا کرو!''

حضرت لقمانؒ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں ''جب تو نے کسی آدمی سے بھائی چارہ قائم کرنا ہو تو اسے غصہ دلا کر پرکھ لو، اگر وہ غصہ میں آ کر بھی تم سے انصاف کرے تو اس سے دوستی کر لو، ورنہ اس سے دور رہو''۔

◄◄ غصے کو پی جانے اور غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھنے سے متعلق یہ مشہور حدیث ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ وَ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِی یَمْلِکُ نَفْسَہُ عِنْدَ الغَضَبِ'' [۴]

''زبردست (پہلوان) وہ نہیں، جو کشتی میں گرا لے بلکہ پہلوان وہ ہے، جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔''

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ جُرْعَۃً اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ یَکْظِمُھَا اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی '' [۵]

آدمی جو گھونٹ بھی پیتا ہے وہ اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل نہیں ہوتا، جس کو آدمی محض اللہ کی

(۳) ابوداوٗد، کتاب الأدب، باب من کظم غیظا ۴۷۸۲

(۴) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب ۶۱۱۴، صحیح مسلم، ۲۶۰۹

(۵) احمد ۲/۱۲۸

رضا کی خاطر پی جائے۔"

غصہ انسانی طبیعت کا حصہ ہے اس کے مظاہر کی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی یہ حمیت کی شکل میں سامنے آتا ہے اور کبھی غیظ کی صورت میں! 'حمیت' اس جوش، جذبے اور تاؤ کے اظہار کا نام ہے، جو انسان کے اندر اپنے دین وایمان، عزت و آبرو اور مال وجان کی حفاظت کی خاطر پیدا ہوتا ہے اور

'غیظ' اس جوش اور ہیجان کی کیفیت کا نام ہے جو انسان کے ساتھ ہونے والے کسی ایسے سلوک کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے جس سے اس کی ذات کی تحقیر ہو رہی ہو۔ اسی جذبہ اور جوش پر قابو پانے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

آج کا دور کچھ اس طرح کی کیفیت سے زیادہ ہی بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ معاشرے میں سب سے بنیادی اکائی میاں بیوی سے لے کر عالمی سطح تک نگاہ دوڑا لیجیے ہر جگہ غیظ وغضب کے مظاہر عام ملیں گے۔ دور نہ جائیں اپنے گھر اور محلے، علاقہ اور آبادی، شہر اور صوبے اور صوبوں اور وفاق کے تمام حکمرانوں کے آپس کے معاملات اور رعایا کے رعایا سے معاملات میں کہیں صبر وتحمل حلم وبردباری کا مظاہرہ دکھائی نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ افراد، جو خود کو دین کا سب سے بڑا اہل اور دعوے دار سمجھتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ سب انسانی طبائع کے غیظ وغضب کے اظہار ہی تو ہیں۔ ہمیں اپنی ذات سے لے کر قومی سطح تک اپنے رویوں اور معاملات کا جائزہ اس پہلو سے لازماً لینا چاہیے۔ قومی سطح تک نہ پہنچ سکیں تو اپنی ذات تو ہم سے کوئی بعید نہیں ہے اس کی جمع تفریق کر کے کوئی نتیجہ نکال لیں تو یقیناً ہمیں اپنے حالات میں بہتری لانے کے لیے اپنے اندر سے ہی رہنمائی فراہم ہو جائے گی۔

آج ہم غصے کو پی جانے کی قرآنی تعلیم اور نبوی رہنمائی سے اوروں کو تو مستفید کرنے میں بڑے مستعد اور فکر مند ہوتے ہیں مگر خود چھوٹی سے چھوٹی سطح پر بھی اس کا اظہار کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ صورت حال ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ **فاعتبروا یأولی الابصار** ◄◄

فقہ الحدیث

۱- غصے میں نہ آنے کا مطلب، غصے میں آ کر کوئی غلط کام نہ کرنا ہے۔

۲- غصہ شیطان کی طرف سے ایک اکساہٹ ہوتی ہے۔

۳- غصے کو فرو کرنے کے لیے وضو یا غسل کر لیا جائے۔

۴- غصے میں آدمی اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

۵- غصے میں کیے گئے فیصلے پر بعد میں ندامت ہوتی ہے، اس لیے پہلے ہی اس کے انجام پر توجہ رکھی جائے۔

۶- غصے کی کیفیت ہو تو اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم پڑھا جائے۔

۷- انسان اسلام کی تعلیماتِ تحمل و برداشت کو ذہن میں تازہ کرے۔

۸- اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حلم و رحمت کو ذہن میں مستحضر کرے۔

۹- اپنی بڑائی کو ذہن سے نکال کر۔ اللہ کی عظمت کو یاد کرے۔

۱۰- قومی معاملات اور معاشرتی مسائل میں حلم و بردباری سے کام لیا جائے۔

۱۱- دوسروں کو تحمل کا سبق پڑھانے سے پہلے، خود اس پر عمل کر لیا جائے۔

۱۲- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ میں کسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے نصیحت کو بار بار دہرانا اور ایک ہی جملے کا اعادہ کرنا رسول کی سنت اور حکمت ہے، جس کا التزام باعث ثواب ہوگا۔

❖❖❖❖❖❖

١٧
الحديث السابع عشر

عَنْ أَبِى يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ ﷺ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

17

الحدیث السابع عشر

مسلمان کی زندگی میں احسان کی ہمہ جہتی

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

”اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ،
فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ،
وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ،
وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ،
وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

”ابو یعلیٰ شداد بن اوس ﷛ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے۔

لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔

اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو،

تمہیں اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے اور تمہیں اپنے جانور کو آرام پہنچانا چاہیے۔“

(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

كَتَبَ : اس نے لکھا/اس نے فرض کر دیا۔

الاِحْسَانَ:	کمال/ اچھائی/ بہتری۔ یہ مادۂ حسن کا باب افعال ہے۔
فَاِذَا قَتَلْتُمْ:	لٰہذا جب تم قتل کرو۔
فَأَحْسِنُوْا:	تم اچھائی کرو/ اچھے طریقے سے قتل کرو۔
القِتْلَةَ :	قتل/قتل کرنا۔
اِذَا ذَبَحْتُمْ:	جب تم ذبح کرو۔
الذِّبْحَةَ :	ذبح/ ذبح کرنا۔اللہ کا نام لے کر حلال جانور کے گلے پر چھری چلانا ذبح کہلاتا ہے۔
لِيُحِدَّ :	لِ: چاہیے کہ+ يُحِدَّ: تیز کرلے۔امر کا صیغہ ہے۔
أَحَدُكُمْ :	أَحَدُ+ كُمْ کوئی +تمہارا=تم میں سے کوئی۔
شَفْرَتَهُ :	شَفْرَةَ: چھری، تیز دھار آلہ جس سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے+ہٗ: اپنی=یعنی اپنی چھری۔
لِيُرِحْ :	لِ: چاہیے کہ+ یُرِحْ: آرام پہنچائے= چاہیے کہ وہ آرام پہنچائے۔امر کا صیغہ ہے۔
ذَبِيْحَتَهُ :	ذَبِيْحَةَ+ہٗ: ذبیحہ+اپنا=اپنے ذبیحہ کو۔

شرح الحدیث

◄ احسان عدل سے زاید چیز ہے۔قرآن مجید میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل:٩٠) ''اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں احسان کا عام حکم دے کر تین چیزوں کا ذِکر خاص طور پر فرمایا ہے۔قرآن مجید اور حدیث رسول سے ہر چیز میں احسان کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔گویا حسنِ اسلام کا دوسرا نام احسان ہے۔چند مقامات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک مسلمان کی زندگی میں اِحسان کی ہمہ جہتی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

١۔قتل میں احسان

قتل میں احسان کا مطلب یہ ہے کہ جب قصاص میں کسی مسلمان کو قتل کیا جائے تو آلہ قصاص (جو عدالت میں قتل قصاص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) استعمال کیا جائے، اسی آلہ سے قتل نہ کیا جائے جس سے اس نے قتل کیا تھا۔

۲-ذبح میں احسان

ذبح کے وقت چھری تیز کر لی جائے اور ممکن حد تک ذبیحہ کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ جب تک اس کی جان نہ نکل جائے اس کا کوئی عضو کاٹا نہ جائے۔ نہ اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ ذبح سے پہلے اسے پانی پلا لیا جائے۔ دودھ دیتے جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے۔ ایسے جانور بھی ذبح نہ کیے جائیں جن کے بچے ابھی دودھ پیتے ہوں۔ جانوروں کا دودھ دوہنے میں انتہا کو نہ پہنچا جائے۔ دودھ دوہنے کے دوران ان کے ناخن نہ کاٹے جائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔

۳-عبادات میں احسان

جبریل امین کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے احسان کی تعریف یوں فرمائی:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَأَنَّکَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاکَ (۱)

”(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس کیفیت میں) کرے گویا اس کو (سامنے) دیکھ رہا ہے، اگر تو اس کو دیکھ سکنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکے تو کم از کم یہ کیفیت پیدا کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“

[دیکھیے اربعین کی حدیث ۲ کی تشریح کا عنوان ”عبادت میں احسان“]

حدیث جبریل میں احسان کا ذکر ایمان اور اسلام کے بعد ہوا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے مذکور تمام چیزوں کی ادائیگی کو کمال طریقے سے ادا کرنا ضروری ہے۔

۴-اِنفاق اور زکواۃ میں احسان

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ۚ وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ [البقرہ:۱۹۵]

”اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔“

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً [البقرہ:۲۴۵]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...... رقم حدیث ۸

’’تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تاکہ اللہ اسے کئی گناہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔‘‘

زکواۃ میں احسان یہ ہے کہ آدمی حساب سے زیادہ زکوٰۃ دے۔ بہترین مال، غلہ، پیداوار، مویشی وغیرہ زکواۃ میں دے۔ غریب پر احسان نہ جتائے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ [الحدید:۱۱]

’’کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے کئی گناہ بڑھا کر واپس دے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔‘‘

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا [المزمل:۲۰]

’’نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔‘‘

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَکُمْ [التغابن:۱۷]

’’اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمھیں کئی گناہ بڑھا کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔‘‘

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ [آل عمران:۹۲]

’’تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنھیں تم عزیز رکھتے ہو۔‘‘

۵- والدین کے ساتھ احسان

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا [الاحقاف:۱۵]

’’ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔‘‘

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا [بنی اسرائیل:۲۳-۲۴]

’’تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک (اِحسان) کرو، اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ ’’پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے

ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

۶-معاشرت میں احسان

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا [النساء:۱۲۸]

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہرحال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہوگا۔"

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ [البقرہ:۲۲۹]

"طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے (احسان) سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔"

شریعت نے طلاق کا جو طریقہ بتایا ہے خود اس کی ترتیب ایک حکیمانہ انداز سے رکھی گئی ہے اور پھر اس ضمن میں دی گئی تعلیمات تو قدم قدم پر احسان کی طرف متوجہ کرتی اور اس کا سبق دیتی ہیں۔

ایک یا دو طلاق دے دینے کے بعد بھی شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ شوہر اور بیوی ایک گھر میں رہیں تا کہ ایک دوسرے کے خلاف جو نفرت دلوں میں پیدا ہو گئی ہے وہ کسی طرح کم ہو اور زندگی کی گاڑی دوبارہ اپنی پٹڑی پر آ جائے۔ شریعت نے اس نازک موقع پر بھی احسان کی تعلیم دی ہے۔

دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان کی تعلیم خصوصاً ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کی تعلیم دی گئی ہے جن کو معاشرے میں عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے۔ صرف ایک آیت ملاحظہ کیجیے:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ [النساء:۳۶]

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔''

مہمان اور ہمسائے کے ساتھ احسان کا بھی اسلام نے خصوصی حکم دیا ہے۔[اربعین کی حدیث ۱۵ کی شرح دیکھیے]

اسلام نے رشتہ داری کو اس حال میں بھی قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے جب رشتہ دار اسے توڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ یہ احسان ہی تو ہے کہ ایک شخص تم سے دور ہونے کی کوشش کرے اور تم اسے دور نہ جانے دو اور نہ خود اس سے دور ہونا پسند کرو۔ مشہور حدیث ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے میرے رب نے ۹ باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان ۹ باتوں میں ایک بات آپ ﷺ نے یہ فرمائی: أَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِي ''یہ کہ میں اس سے رشتہ و تعلق قائم رکھوں، جو مجھ سے تعلق توڑے۔''

۷- معاملات میں احسان

وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا [بنی اسرائیل:۳۵]

''اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول میں بھی احسان کی تعلیم دی ہے فرمایا:

يَا وَزَّانُ! زِنْ وَارْجِحْ ''اے تولنے والے! تول لیکن جھکتا ہوا تول۔''(۲)

۸- قصاص میں احسان

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ [البقرہ:۱۷۸]

''ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔''

۹- اخلاقیات میں احسان

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [المائدہ:۱۳]

---

(۲) ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الرجحان فی الوزن، رقم ۲۲۲۰

''انہیں معاف کرواوران کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔''

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ [ال عمران:۱۳۴]

''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔''

۱۰- گفتگو میں احسان

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا [البقرہ:۸۳]

''اور لوگوں سے بھلی بات کرو۔''

۱۱- دعوت و تبلیغ میں احسان

وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ [النحل:۱۲۵]

''اور لوگوں سے مباحثہ کرو، ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔''

وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ [العنکبوت:۴۶]

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر عمدہ طریقے سے۔''

۱۲- دشمنوں کے ساتھ احسان

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حم السجدہ:۳۴)

''اور اے نبیؐ، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔'' ◂◂

فقہ الحدیث

۱- اِحسان عدل سے زائد چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ ساتھ احسان کا بھی حکم دیا ہے۔ احسان

سے معاشرے کے باہمی تعلقات خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ احسان ہر چیز میں فرض ہے۔

۲۔ قصاص و قتل میں احسان سے کام لینا چاہیے، میدان جنگ میں کافر کو قتل کرنا تو جائز ہے لیکن انہیں اذیت دے دے کر مارنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ ذبح میں بھی احسان کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ چھری تیز کر لی جائے اور جانور کو حتی المقدور آرام پہنچایا جائے۔

۴۔ قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں احسان کا التزام ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل چیزیں ان میں شامل ہیں:

a) عبادات میں احسان،
b) انفاق اور زکواۃ میں احسان،
c) والدین سے احسان،
d) معاشرت میں احسان،
e) معاملات میں احسان،
f) قصاص میں احسان،
g) اخلاقیات میں احسان،
h) گفتگو میں احسان۔

معاشرت میں حسب ذیل کے ساتھ احسان شامل ہے۔

۱) دعوت وتبلیغ میں احسان،
۲) رشتہ داروں سے احسان،
۳) یتیموں سے احسان،
۴) مسکینوں سے احسان،
۵) ہمسایوں سے احسان،
۶) مسافروں سے احسان،
۷) نوکروں خادموں اور غلاموں سے احسان۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ ہی نہیں سامنے دیکھتے ہوئے ہر کام انجام دینا۔

❖❖❖❖❖❖

۱۸

الحديث الثامن عشر

عَـنْ أَبِي ذَرٍّ جُندُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

اِتَّقِ اللّٰـهَ حَيْثُمَـا كُنْتَ وَ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِي وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ

۱۸

الحدیث الثامن عشر

اچھے اَخلاق کی اہمیت وضرورت

عَنْ أَبِی ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِی عَبْدِ الرَّحمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ

وَأَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُھَا،

وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

(رَوَاہُ التِّرمِذِی وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَفِی بَعْضِ النُّسَخِ: حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

"ابوذر جندب بن جنادہ اور ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔

برائی کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کرلو، یہ نیکی اس برائی کو مٹادے گی

اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آؤ"

[ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن کہا ہے بعض نسخوں میں حسن صحیح لکھا ہے]

تفہیم الفاظ

اِتَّقِ اللّٰہَ : اِتَّقِ: ڈرو/خوف کھاؤ۔ اللّٰہَ: اللہ سے

حَیْثُمَا : جہاں کہیں۔

کُنْتَ : تو ہو/تو موجود ہو۔

اَتْبِعِ : فعل امر، پھر اس کے بعد یہ کام کرو۔

السَّیِّئَۃَ : برائی کے۔

اَلحَسَنَۃَ : نیکی/اچھا کام۔

تَمْحُھَا : تَمْحُ + ھَا = وہ مٹادے گی [اس سے مراد الحَسَنَۃَ (نیکی) ہے] ھَا: اس کو [اس سے مراد السَّیِّئَۃَ (برائی) ہے]

خَالِقِ : فعل امر، تو پیش آ/تو باہمی معاملہ کر/تو برتاؤ کر۔

النَّاسَ : لوگوں سے۔

بِخُلُقٍ حَسَنٍ: بِ: سے۔ خُلُقٍ: اخلاق۔ حَسَنٍ: اچھا= ''اچھے اخلاق سے''

شرح الحدیث

اللہ سے ڈرتے رہو

ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان دوسروں کی موجودگی میں اللہ کے خوف کا مظاہرہ کرتا ہے اسی طرح تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرتا رہے۔ اسے ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ انسان کے اندر تقویٰ کی یہ صفت پیدا کرنے میں یہ چیز معاون ہوتی ہے کہ آدمی ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام حالات سے آگاہ اور باخبر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَا یَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ (المجادلہ:۷) ''تین آدمیوں کی سرگوشیوں کو اگر کسی نے نہیں سنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ چوتھی ذات ہے، جو ان کی بات کو سن رہا ہوتا ہے''۔

برائی کے بعد نیکی کرو

برائی کے بعد نیکی کرنے کا جو حکم یہاں آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کوئی برائی کر بیٹھے تو اس پر اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور نیکی کے کام کرنے چاہییں تاکہ اس برائی کا ازالہ ہو سکے۔

حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیاں خواہ دس ہوں، صرف ایک برائی کو مٹاتی ہیں۔ لیکن اصل بات یہ نہیں بلکہ ایک نیکی تو دسیوں برائیوں کو مٹا سکتی ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ میں اس کی شہادت موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فِی دُبُرِ کُلِّ صَلَاۃٍ مَکْتُوبَۃٍ عَشْرُ تَکْبِیرَاتٍ وَعَشْرُ تَسْبِیحَاتٍ وَ عَشْرُ

تَحْمِيْدَاتٍ فَذٰلِکَ مِائَةٌ وَ خَمْسُوْنَ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَ خَمْسُمِائَةٍ فِی الْمِيْزَانِ...... فَأَيُّكُمْ يَفْعَلُ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفًا وَ خَمْسَمِائَةٍ سَيِّئَةً[1]

”ہر فرض نماز کے بعد دس بار تکبیر، دس بار تسبیح اور دس بار تحمید پڑھیں (تو) یہ زبان سے پڑھنے کے اعتبار سے ایک سو پچاس مرتبہ ہوگا مگر میزان میں پندرہ سو مرتبہ شمار کیا جائے گا۔ (پھر آپؐ نے فرمایا) تم میں سے کون ہے جو ایک دن رات میں پندرہ سو برائیاں کرتا ہے؟“

حقوق اللہ سے متعلق گناہ محو ہو سکتے ہیں: اس حدیث میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ مٹنے والی برائی وہ ہوگی، جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، رہی بات حقوق العباد سے متعلق برائی مثلاً ناراضی، غصہ، غیبت، چغلی وغیرہ کی تو یہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک متعلقہ شخص اسے معاف نہ کردے۔ دوسرے کو تکلیف پہنچا کر برائی کا مرتکب ہونے والا شخص اپنی طرف سے کیے گئے ظلم کی جہت کا واضح الفاظ میں اعتراف کرے ”میں نے آپ کے خلاف یہ یہ بات کی ہے، اس کی مجھے معافی دے دیجئے! (اگر وہ شخص مر چکا ہے یا مفقود یا بعید ہو تو اس کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرے۔)

نفس کا محاسبہ کرو

حدیث میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ نفس کا محاسبہ واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا[2] ”اس وقت سے پہلے پہلے اپنا محاسبہ خود کرلو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے“۔

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸) ”اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! ہر جان کو یہ جائزہ لینا چاہیے کہ اس نے کل یعنی روزِ قیامت کے لیے کیا اعمال آگے بھیجے ہیں“۔

---

(۱) مشکل الآثار للطحاوی ۹/۹۲، رقم ۳۴۵۴

(۲) (حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا) یہ الفاظ مرفوعاً المدخل ۲/۲۲۶ میں بغیر سند کے موجود ہیں جبکہ ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب حدیث الکیس من دان نفسہ...... ۲۴۵۹ اور ابن ابی شیبہ ۷/۹۶ رقم ۳۴۴۵۹ میں حضرت عمر سے موقوفاً بیان ہے جبکہ البانی نے بھی السلسلۃ الضعیفہ میں اسے موقوف ٹھرایا ہے دیکھیے (۲/۲۰۰ رقم ۱۲۰۱)

لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤ

حسنِ خلق ایک جامع لفظ ہے، جس میں لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور انہیں ایذا پہنچانے سے گریز کرنے کا مفہوم شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّکُمْ لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ یَسَعُھُمْ مِنْکُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ[۳] ''تم اپنے مال ودولت کے ذریعے لوگوں پر قابو نہیں پا سکتے، انہیں خندہ پیشانی اور حسنِ اخلاق کے ذریعے فتح کرو۔''

آپ ﷺ کا ہی یہ ارشاد ہے:

خِیَارُکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا[۴] ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے''۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا:

یارسول اللہ ﷺ! بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **حُسْنُ الْخُلُقِ** ''حسنِ اخلاق!''[۵]

یہی بات اس حدیث میں بھی مذکور ہے جس میں غصہ نہ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور اسی چیز کا نام 'حسنِ اخلاق' ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ اَخْلَاقًا وَخِیَارُھُمْ خِیَارُھُمْ لِنِسَاءِ ھِمْ[۶]

''کامل ترین مؤمن وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک ہو، اور ان میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے معاملے میں بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہو''۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَلَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَاَکْرِمُوْهُ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، فَاِنَّهُ لَا یَکْمُلُ اِلَّا بِھِمَا[۷]

---

(۳) شعب الایمان ۸۰۵۴

(۴) شعب الایمان ۷۷۵۵

(۵) المعجم الکبیر للطبرانی ۴۷۰

(۶) ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجھا ۱۱۶۲

(۷) أدب الدنیا والدین ۱/۲۹۹ بدون الاسناد

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین منتخب کیا ہے۔تم اپنے بہترین اخلاق کے ذریعے اور سخاوت کے ذریعے اس دین کی تکریم کرو، دین ان دو چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا''۔

جب آیت خُذِ الْعَفْوَ ''معاف کرنے کی روش اختیار کرو'' نازل ہوئی تو جبریل نے آپ ﷺ سے فرمایا: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ''آپ اس شخص کو معاف کردیں جو آپ پر ظلم کرے، اس آدمی سے تعلق قائم کریں جو تعلق توڑنے کی کوشش کرے اور جو آپ کو محروم رکھے اس کو عطا کریں۔''(۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (حم السجدہ:۳۴) ''بہترین طریقے سے برائی کو دفع کرو۔''

(مقصود یہ ہے کہ سیئہ کو سیئہ سے دفع نہ کرو اور نہ لیہ کو حسنہ سے بلکہ احسن سے دفع کرو)

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:۴) ''اور بلاشبہ آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں'' کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ قرآن آپ ﷺ کا اخلاق تھا، آپ ﷺ اس کے احکامات کے مطابق حکم دیتے، اور اس کی تنبیہات کی روشنی میں انذار کرتے، اسی بنیاد پر آپ ﷺ خوش ہوتے اور اسی وجہ سے آپ ﷺ ناراض ہوتے۔''

ہمارا مسئلہ

◄◄ آج کے دور میں ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم مسجدوں میں دن گزارنے والے، قرآن وسنت کی تعلیم اور پیغام عام کرنے والے، دوسروں کو آخرت یاد دلانے اور اخلاقیات کا درس دینے والے خود اخلاقِ حسنہ کا کما حقہ مظاہرہ نہیں کرتے۔ ہم اپنی تقریروں تحریروں میں تو اس بات کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں مگر افسوس کہ جب عملی مظاہرے کا وقت آتا ہے تو ہم خود ناکام ہوجاتے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ چیز جس قدر خطرناک ہے شاید ہمارا کوئی اور عمل اس قدر خطرناک نہ ہو۔ یہ خشک مزاجی، تندخوئی اور درشتی تو وہ چیز ہے، جس کا ذکر قرآن مجید نے بھی کیا ہے کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ [آل عمران:۱۵۹] (اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔''

علامہ اقبال نے بھی اس بات کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے:

---

(۸) مسند البزار ۲۱۸۱

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ میرِ کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

معلوم ہوا حقوق اللہ کی ادائیگی میں سرگرداں ہونے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی اہمیت دی جائے تا کہ دوسرے لوگ ہمارے کردار کو دیکھ کر ہمارے دین کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں اور ہماری دعوت پر لبیک کہنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ ◀◀

فقه الحديث

۱- اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر جانیے۔ نئے شہر اور نئے ملک میں معاشرے کا دباؤ نہیں ہوتا لیکن مومن کے ساتھ خوفِ خدا کی دولت ہوتی ہے۔
۲- ہر حال میں تقویٰ اختیار کیا جائے۔
۳- اللہ کے خوف سے کبھی دل خالی نہ ہو۔
۴- کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے ازالے کے لیے جلد از جلد کوئی نیکی کثرت سے کی جائے۔
۵- حقوق العباد سے متعلق گناہ کو نظر انداز نہ کیا جائے، اس پر متعلق آدمی سے معافی مانگی جائے۔
۶- برائیوں سے بچنے کے لیے اپنے نفس کا مسلسل محاسبہ کرتے رہیے۔
۷- نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا اخلاقی کردار بھی سنوارا جائے۔
۸- مسلمان کو نہ تند خو ہونا چاہیے نہ سنگ دل۔
۹- دل میں انسانیت کے لیے جذبۂ رحم موجود ہو۔
۱۰- درشت اخلاق سے اوروں کو اپنے سے دور نہ کیجیے۔
۱۱- دین کی تبلیغ اور اس کی دعوت کے کام سے وابستہ لوگوں کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں کوئی ان کے ذاتی رویے سے متنفر ہو کر جماعت سے دور اور دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔
۱۲- مسلمان کو معاشرے کے افراد سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش اخلاقی کے ساتھ ملنا جلنا چاہیے۔

❖❖❖❖❖❖

۱۹
الحدیث التاسع عشر

عَنْ أَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: کُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ یَومًا فَقَالَ:

یَاغُلَامُ اِنِّی أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْکَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَکَ، اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْأُمَّةَ لَواجْتَمَعَتْ عَلٰی أَنْ یَنْفَعُوکَ بِشَیءٍ لَمْ یَنْفَعُوکَ اِلَّا بِشَیءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰی أَنْ یَضُرُّوکَ بِشَیءٍ لَمْ یَضُرُّوکَ اِلَّا بِشَیءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"۔

رَواهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِی رِوَایَةِ غَیْرِ التِّرْمِذِیِّ:

اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَکَ، تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰهِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْکَ فِی الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَکَ، لَمْ یَکُنْ لِیُصِیبَکَ، وَمَا أَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْکَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔"

۱۹

الحدیث التاسع عشر

توحید کی ہمہ گیری اور اس کے تقاضے

عَنْ أَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ:

''ابو العباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

كُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ:

ایک روز میں نبی ﷺ کے پیچھے (سوار یا چل رہا) تھا تو آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یَاغُلَامُ اِنِّی أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ:

اے بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں (وہ کلمات یہ ہیں)

اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ،

''تو اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ تجھے یاد رکھے گا۔

اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ،

تو اللہ کو یاد رکھے گا تو اسے (ہر جگہ) اپنے سامنے پائے گا۔

اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰہَ،

جب بھی مانگ تو اللہ ہی سے مانگ۔

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ،

جب بھی مدد طلب کر تو اللہ ہی سے طلب کر

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ،	اور جان لے کہ اگر امت (ساری دنیا) جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانے کی کوشش کرے تو اس کے سوا کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے
وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ،	اور اگر ساری امت جمع ہو جائے کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔
رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"	قلم اٹھا دیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ رِوَایَةِ غَیْرِ التِّرْمِذِیِّ:	اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: حسن صحیح حدیث ہے، ترمذی کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ہے:
اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَکَ	اللہ کو یاد رکھے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا،
تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰهِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْکَ فِی الشِّدَّةِ	خوشحالی میں اللہ تعالیٰ سے جان پہچان رکھے گا تو تیری تنگدستی میں وہ تجھے یاد رکھے گا
وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَاَکَ، لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ،	اور یہ بات بھی یاد رکھ کہ جو مصیبت تجھ سے ٹل گئی ہے، وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہیں تھی

وَمَا أَصَابَکَ	اور جو مصیبت تجھ پر آئی ہے
لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ،	وہ ٹلنے والی ہی نہیں تھی۔
وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ،	اور جان لے کہ کامیابی صبر کے ساتھ
وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْکَرْبِ،	فراخی اور کشادگی، تکلیف کے ساتھ
وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا"	اور آسانی، تنگی کے ساتھ (رکھی گئی) ہے۔"

تفہیم الفاظ

کُنْتُ : تھا، میں

خَلْفَ : پیچھے، اَمَامَ [سامنے] کا متضاد ہے۔

غُلَامُ : بچہ/لڑکا

اِنِّی : اِنَّ+نِی: بے شک+میں

أُعَلِّمُکَ: أُعَلِّمُ+کَ: میں سکھاتا ہوں+تمھیں۔ میں تمہیں سکھاتا ہوں۔

کَلِمَاتٍ : کَلِمَۃٌ کی جمع۔ الفاظ

اِحفَظِ اللّٰہَ: اِحفَظِ: تم یاد رکھو/تم ذہن میں رکھو۔ اللّٰہَ: اللہ تعالیٰ کو۔ لفظ اللّٰہَ اِحْفَظِ کا مفعول ہے، اس لیے ہ کے اوپر زبر ہے اور احفَظِ کی ظ کے نیچے زیر ساکن کو متحرک کرنے کے اصول کے مطابق آئی ہے۔

تَجِدْہُ : تَجِدْ: تو پائے گا/تو دیکھے گا+ہُ: اسے یعنی اللہ تعالیٰ کو۔ "تو اللہ کو پائے گا"۔

تُجَاھَکَ: تُجَاہَ+کَ: سامنے/سمت+اپنے: اپنے سامنے۔

اِذَا سَأَلْتَ: جب تو سوال کرے۔ سَأَلْتَ ماضی ہے۔ ماضی پر اِذَا آنے کا اصول پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

فَاسْأَلِ اللّٰہَ: فَ+اِسأَلِ: پس+تو سوال کر۔ اللّٰہَ: اللہ سے: تو اللہ ہی سے سوال کر۔ امر کا صیغہ ہے۔

اِذَا اسْتَعَنْتَ: جب تو مدد طلب کرے۔

فَاسْتَعِنْ بِاللّٰه: فَاسْتَعِنْ: تو مدد طلب کر۔ بِاللّٰه: اللہ سے۔ امر کا صیغہ ہے۔

اِعْلَمْ : فعل امر، تو جان لے/ تو جان رکھ۔

لَو : اگر۔

اِجْتَمَعَتْ: جمع ہو جائے۔ مونث

أَنْ يَنْفَعُوكَ: کہ وہ نفع دے تمھیں = کہ وہ تجھے نفع دے۔

بِشَيْءٍ : کچھ بھی/ تھوڑا سا بھی۔

لَمْ يَنْفَعُوكَ: نہیں وہ نفع دے سکتی تجھے = وہ تجھے نفع نہیں دے سکتی۔

قَدْ كَتَبَهُ : اس نے لکھ دیا ہے اس کو۔

لَكَ : تیرے لیے۔

اِنِ اجْتَمَعُوا: اگر وہ جمع ہو جائیں۔

اَنْ يَضُرُّوكَ: کہ وہ ضرر پہنچائیں تجھے = کہ وہ تجھے ضرر پہنچائیں۔

عَلَيْكَ : تیرے خلاف/ تیرے نقصان میں۔

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ: رُفِعَتِ : اٹھا لیے گئے۔ الْأَقْلَامُ: قلم کی جمع، اِن اقلام سے مراد تقدیر لکھنے والے قلم ہیں۔ جو ازل سے تقدیر لکھ چکے ہیں۔

جَفَّتِ الصُّحُفُ: جَفَّتِ : خشک ہو گئے۔ الصُّحُفُ صحیفے۔ صَحِيفَةٌ کی جمع ہے۔ ان صحف سے مراد وہ صحیفے ہیں جن پر ازل سے تقدیر لکھی جا چکی ہے۔

تَعَرَّفْ : تو جان پہچان رکھ/ تو شناسائی رکھ/ یعنی یہ نہ بھول جا کہ اللہ تعالیٰ میرا خالق ہے۔

الرَّخَاءِ : فارغ البالی/ خوش حالی/ آسودہ حالی/ زندگی کے پریشانیوں سے خالی دن۔

يَعْرِفْكَ : وہ پہچان رکھے گا تیری۔ یعنی وہ تیرا خیال رکھے گا۔

الشِّدَّةِ : الرَّخاءِ کا متضاد ہے۔ تنگ حالی/ مصیبتوں کے دن/ پریشانیوں کا زمانہ/ برے حالات۔

أَخْطَاَكَ: أَخْطَأَ+ كَ: وہ ٹل گیا تجھ سے: یعنی مصیبت مجھ سے ٹل گئی۔

لَمْ يَكُنْ : نہیں تھی/ نہیں تھا۔

لِيُصِيبَكَ: کہ وہ پہنچتا تجھے۔ یعنی وہ مصیبت تجھے پہنچ ہی نہیں سکتی تھی جو تجھ سے ٹل گئی ہے۔

مَا : جو

أَصَابَکَ: پہنچ گیا تجھے یعنی جو تکلیف مصیبت تجھے پہنچ گئی۔

لِيُخطِئَکَ: کہ وہ ٹل جاتا تجھ سے۔ یعنی جو تکلیف تجھے پہنچ گئی ہے وہ تجھ سے ٹل ہی نہیں سکتی تھی۔

النَّصرَ : [اللہ کی] مدد۔

الصَّبرِ : تکلیف پر شکوہ شکایات سے زبان کو بچائے رکھنا اور اپنے عمل سے برداشت کا مظاہرہ کرنا صبر کہلاتا ہے۔

الفَرَجَ : تکلیف کا دور ہونا۔

الکَرْب : تکلیف/مصیبت/مشقت۔

العُسرَ : تکلیف/مشکل/دشواری

الیُسرِ : آسانی/سہولت

شرح الحدیث

اللہ کو یاد رکھ، وہ تجھے یاد رکھے گا

اس کلمے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرو، اس کے منع کردہ کاموں سے دور رہو، اللہ تمہیں گردشِ زمانہ کے الٹ پھیر اور دنیا و آخرت میں مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل:۹۷) ''جو شخص اچھے اعمال انجام دے گا، وہ مرد ہو یا عورت مگر مومن ہو تو ہم اس کو بہترین و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔''

جس طرح احکاماتِ الٰہی کی پیروی کے عوض پاکیزہ زندگی بطور انعام ملنے کا وعدہ ہے، اسی طرح ان احکامات کو ضائع کرنے پر مصائب و آلام کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (الشوریٰ:۳۰) ''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے''۔

خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھ

''خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھ اللہ تیری تنگ حالی میں تجھ سے پہچان رکھے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ عمل صالح سختی و درشتی میں انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اسے مصائب و شدائد سے نجات دلاتا ہے جبکہ نافرمانی کے کام انسان کو شدت میں دھکیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (الصافات:۱۴۴) ''اگر وہ (یونسؑ، اللہ کی) تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو پڑا رہتا اس (مچھلی) کے پیٹ میں قیامت کے دن تک''۔

جب فرعون نے کہا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ ''میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں'' ...... تو فرشتے نے جواب دیا۔ آلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ''اب تو یہ اقرار کر رہا ہے؟ جبکہ اس سے قبل تو رب کی نافرمانی ہی کرتا رہا ہے اور فساد برپا کرنے والوں میں ہی شمار رہا ہے۔''

مانگے تو اللہ ہی سے مانگ

ان الفاظ میں یہ اشارہ ہے کہ ایک مومن بندے پر یہی فرض نہیں ہے کہ وہ اپنا راز اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ رکھے بلکہ یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ تمام امور میں وہ اللہ پر ہی توکل کرے۔ پھر یہ کہ اگر اس کی ضرورت و حاجت ہدایت، علم، فہم قرآن و سنت، شفائے مرض اور بلائے دنیا و آخرت سے نجات کی طلب جیسی ہے جو مخلوق کے دائرہ اختیار سے باہر ہے تو یہ چیزیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے اور اگر یہ ضرورت اہل صنعت و حرفت اور امور سلطنت جیسے مسائل سے متعلق ہے، جو مخلوق کے دائرہ اختیار میں ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اللہ ان کے دلوں کو نرم کردے اور وہ اس کی ضرورت پوری کردیں، وہ یہ دعا نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے بے نیاز کردے۔ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا: اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا عَنْ خَلْقِكَ ''اے اللہ ہمیں اپنی مخلوق سے بے نیاز کردے''۔ آپؐ نے فرمایا: لَا تَقُلْ هٰكَذَا فَاِنَّ الْخَلْقَ يَحْتَاجُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَلٰكِنْ قُلِ اللّٰهُمَّ اَغْنِنَا عَنْ شِرَارِ خَلْقِكَ ''یہ بات نہ کہو۔ مخلوق تو ایک دوسرے کی محتاج ہوتی ہے، بلکہ یہ کہو: اے اللہ! ہمیں مخلوق کے شر سے محفوظ فرما''۔

مخلوق پر ہی اعتماد کرنا اور اسی سے ہر چیز مانگنا تو قابلِ مذمت فعل ہے۔ کتب سماوی میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے [کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے]: ''کیا حاجات کے لیے میرے در کے سوا کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے جبکہ میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے؟ کیا مصائب ٹالنے کے لیے میرے سوا دوسروں سے امید باندھی جاتی ہے، جبکہ میں ہی واحد با اختیار و قادر بادشاہ ہوں؟ میں اس شخص کو ذلت کا لباس پہنا دوں گا، جو میرے علاوہ انسانوں میں سے کسی سے امید لگائے گا۔''

◄ قرآن مجید میں یہ تعلیم اس طرح دی گئی ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ. اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ [البقرہ:۱۸۶]

''اور اے نبی ﷺ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ [غافر:۶۰]

''اور تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو! میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ یَقُوْلُ هَل مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِبُ لَهُ دُعَاءَهُ. هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِیْهِ سُؤَالَهُ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهُ [بخاری و مسلم]

''یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں؟'' ◄◄

نصرتِ الٰہی کا ذریعہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَلَا تَفِرُّوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ** (1) ''دشمن سے لڑائی کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کی دعا کرتے رہو، لیکن جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر صبر سے کام لو اور میدان چھوڑ کر بھاگ نہ جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ

(1) صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهة تمنی لقاء العدو......۱۷۴۲

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے"۔اس طرح ایسی تکلیف پر بھی صبر ہی کرنا چاہیے جس کے بعد نصرت الٰہی میسر آنے والی ہو۔

نفع وضرر کا اختیار اللہ کے پاس ہے

انسان جس چیز سے محبت رکھتا ہے، اس سے بھلائی کی توقع بھی رکھتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس کے شر سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف سے پہنچنے والے نفع ونقصان کے انسانی تصور کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے: وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ (یونس:۱۰۷) "اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچانے والا ہے تو اس کے سوا کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے اس فضل ورحمت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

اصل بات یہ ہے کہ انسان اسی قدر محفوظ رہ سکتا ہے جس قدر اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اسی قدر اس کو مصیبت آسکتی ہے جس قدر اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے۔اور یہ چیز تو فطری ہے کہ انسان مصیبت کے اسباب وذرائع سے بھاگ کر نجات وسلامتی کی تدبیریں اختیار کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (البقرہ:۱۹۵) "اپنے ہی ہاتھوں تباہی میں نہ پڑو"۔اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے: خُذُوْا حِذْرَکُمْ (النساء:۷۱) "اپنا بچاؤ کرو"۔

تکلیف کے بعد عافیت، تنگی کے بعد آسانی

خوشحالی، تنگ دستی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ مشقت کے بعد آسودگی میسر آتی ہے، حدیث میں مشقت اور تنگ دستی کے لیے کرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔کرب کسی آزمائش کی شدت کو کہتے ہیں۔ جب کوئی آزمائش سخت تر ہوتی جاتی ہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ آسودگی کا سامان بھی کر دیتا ہے۔آگے اس بات کو عسر اور یسر کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔کسی سختی کے بعد آسانی یقینی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبار سختی کا ذکر کیا تو دوبار ہی آسانی کا بھی ذکر کیا۔فرمایا: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔(الم نشرح:۵،۶) اہل زبان کا اصول یہ ہے کہ جب کوئی لفظ معرفہ دوبار آتا ہے تو اس کے مفہوم میں وحدت پیدا ہو جاتی ہے اور جب نکرہ دوبار آتا ہے تو اس کے مفہوم میں کثرت پیدا ہو جاتی ہے۔یہاں لفظ عسر معرفہ ہے اور دوبار آنے سے اس کے مفہوم میں وحدت پیدا ہو گئی اور لفظ یسر نکرہ ہے اور دوبار آنے سے اس کے مفہوم میں کثرت پیدا ہو گئی گویا عسر (تنگی) کا

ذکرایک بار ہےاوریسر (آسانی) کاذکر دوبار،یعنی ایک تنگی کے بعد دوآسانیوں کی نوید سنائی گئی ہے۔

فقہ الحدیث

۱- توحید کاعقیدہ رکھنااوراس کے تقاضے پورے کرنافرض ہے۔

۲- اللہ ایک ہےاوروہی الٰہ ہےتوہروقت اس کویادرکھو۔

۳- تم جہاں بھی اسے یادکرو،وہ وہاں حاضروناظرہوگا۔

۴- کچھ مانگناہوتواللہ ہی سے مانگو۔یہ توحیددعاہے۔

۵- مصیبت کے وقت مدد کے لیے پکارناہوتواسی کوپکارو۔یہ توحیداستعانت ہے۔

۶- اگرمصیبت کے وقت اسے پکارتے ہوتوخوش حالی میں بھی اسی کوپکارو۔

۷- نفع وضررکاتمام تراختیار،اللہ کے پاس ہے۔یہ توحیدِاختیارہے۔

۸- مخلوق کسی کوکوئی نفع ونقصان پہنچانے کی ذرہ بھرطاقت نہیں رکھتی۔

۹- تقدیر کے حق ہونے پرایمان لانابھی توحید کاتقاضاہے۔

۱۰- صبرکاصلہ اوراجر،نصرتِ خداوندی ہے۔

۱۱- تکلیف اورمصیبت کے اندرخوش حالی اورعافیت کی نوید بھی ہوتی ہے۔

۱۲- آسانی اورسہولت تنگی اورمشقت کے بعدہی حاصل ہوتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

٢٠

الحدیث العشرون

عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنصارِیِّ الْبَدْرِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

"اِنَّ مِـمَّا أَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولٰی: اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

۲۰
الحدیث العشرون

شرم وحیا بھی عمل کی ایک کسوٹی ہے

عَنْ اَبِی مَسْعُودٍ عُقْبَۃَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

"اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ الْاُوْلٰی:

اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پچھلے پیغمبروں کی تعلیمات سے لوگوں نے یقیناً یہ بات بھی حاصل کرلی کہ

"جب تم شرم ہی محسوس نہ کرو تو پھر جو چاہے کرو۔"

[اسے بخاری نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

مِمَّا	:	مِنْ + مَا: سے + جو: اس سے جو۔
اَدْرَکَ	:	پایا/ حاصل کیا۔ اَدْرَکَ کا فاعل النَّاسُ ہے۔
کَلَامُ النُّبُوَّۃِ	:	نبوت کا کلام/ کلام نبوت۔
الْاُوْلٰی	:	پہلی/ یعنی رسولؐ سے پہلے کی نبوت۔
اِذَا	:	جب

لَمْ تَسْتَحِ : نہ حیا کرے تو/ تجھے شرم محسوس نہ ہو۔

فَاصْنَعْ : تو کر۔ امر کا صیغہ ہے[لیکن یہاں زجر و توبیخ کے لیے ہے]

شِئْتَ : تو چاہے/تو نے چاہا۔

شرح الحدیث

حیا کے معنی

◄ ''حیا کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیا سے مراد وہ ''شرم'' ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو فحشاء اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جبلتِ حیوانی کے غلبے سے کوئی برا فعل کر گزرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیاء کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط حاسۂ اخلاقی بنا کر اس کو نفسِ انسان میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔''

[پردہ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص:۲۶۲] ◄

اس حدیث رسول کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو اور وہ کام ایسا ہو کہ اس کے کرنے پر تمہیں نہ اللہ سے کوئی شرم محسوس ہو اور نہ کسی انسان سے تو یہ کام کر گزرو اور اگر تمہیں شرم محسوس ہو تو پھر یہ کام نہ کرو۔ اسلام کا سارا دارومدار اسی حدیث پر ہے۔ مذکورہ مفہوم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان: فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ''جو چاہو کرو'' جائز کاموں کو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ جو کام شریعت میں ممنوع نہ ہوگا وہ جائز ہوگا۔

کچھ لوگوں نے اس حدیث کی وضاحت یہ کی ہے کہ جب تم اللہ سے شرم اور خوف محسوس نہ کرو تو اپنے نفس کو ممنوع کام کے حوالے کر دو اور جو چاہو کرتے پھرو۔ اس مفہوم میں، کام کرنے کا جو حکم ہے اس میں تنبیہ ہے نہ کہ جواز۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جو اس نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (فصلت:۴۰) ''تم جو چاہو کرتے پھرو (کیا فرق پڑتا ہے) کیونکہ وہ تمہارے کرتوتوں سے بخوبی واقف ہے۔'' اور اسی طرح فعل امر پر مشتمل قرآن کی یہ آیت بھی ہے، جس میں اللہ نے شیطان کو چیلنج کیا

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ (الاسراء:٦٤) ''اے ابلیس! تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا، مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس۔''

معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانی وفحاشی

◄◄ ہمارے موجودہ طرز عمل کے لیے یہ حدیث ایک آئینہ فراہم کر رہی ہے۔ ذرا اس وقت پاکستانی معاشرے کی اخلاقی حالت کا اندازہ کیجئے! شرم وحیا مفقود اور بے شرمی و بے حیائی عام ہے۔ فیشن اور خوبصورتی کے نام پر معاشرے نے جس تہذیب کو اپنایا ہے یقیناً وہ مغرب کی عنایت ہے اور مغرب تو اس حد تک جا چکا ہے کہ اس کے متوالے کھلے عام اور پبلک مقامات اور شاہراہوں پر مکمل طور پر لباس سے عاری ہو کر اپنی بہیمیت کا مظاہرہ نہایت بے شرمی اور بے حیائی سے کر چکے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کی عطائیں اس پر مستزاد ہیں جن کے دم قدم سے یہ تہذیب فروغ پا رہی ہے اور اخلاق کی ردائیں تار تار کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ کیجئے ''جب تو حیاء سے عاری ہو جائے تو پھر جو چاہے کر۔'' یعنی جب انسان اپنے بے حیاء ہونے کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے تو اس سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ حیاداری کا مظاہرہ کرے گا۔ ہمارے معاشرے کی اخلاقی بے راہ روی اور بے حیائی و بے شرمی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عریانی وفحاشی نے اس حدیث کا مفہوم کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس وقت معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی عریانی بیسیوں شکلوں میں موجود ہے۔ فیشن کے نام پر چست لباس کا رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بڑے بڑے شریف گھرانوں میں بھی یہ زہر سرایت کر گیا ہے۔ باریک لباس کا بھی یہی عالم ہے کہ اس کو زیب تن کرنا بھی کوئی عار نہیں رہا، یہ مرض صرف عورتوں اور جوان لڑکیوں ہی تک محدود نہیں بلکہ جوان لڑکوں میں بھی عام ہے۔ ان دونوں قسم کے لباسوں کا زیب تن کرنا قطعاً بے فائدہ ہے۔

غیر اخلاقی لباس کی یہ ایک قسم ہے۔ دوسری قسم وہ ہے، جسے زیب و زینت کا نام دے کر زرق برق اور معطر صورت میں عورت زیب تن کر کے معاشرے کو بے راہ روی کی کھلے عام دعوت دیتی ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس نے باحجاب اور باپردہ خواتین کو بھی اپنے حجاب اور پردوں کو پر کشش بنانے پر لگا دیا ہے۔ حجاب کا مقصد زیب و زینت کا اظہار نہیں بلکہ زیب و زینت چھپانا ہے لیکن یہاں تو حجاب کو اس کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور پر کشش حجاب

اور برقعے آج ان خواتین میں بھی عام ہوتے جارہے ہیں جو دینی گھرانوں اور دینی جماعتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

اسلام نے اس قسم کے ہر مظاہرے اور ہر جذبے کا سدباب کیا ہے۔ وہ عورتیں جو لباس تو پہنتی ہیں مگر وہ لباس حجاب کا مقصد پورا نہیں کرتا بلکہ الٹا دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنتا ہے اور عورت کو نیم برہنہ حالت میں پیش کرتا ہے۔ ان عورتوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْكَاسِيَاتِ الْعَارِيَاتِ(۱)

"اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر، جو لباس پہن کر بھی ننگی کی ننگی رہیں۔"

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے "اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ، جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا(۲)

"جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹوں کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں، وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی بو پائیں گی۔"

یہ تو تھا تنگ اور باریک لباس پہننے والی عورتوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا اظہار ناراضی! اب ان عورتوں کے بارے میں قرآن مجید کا حکم سنیے، جو بناؤ سنگھار اور آرائش وزیبائش کے سو جتن کر کے باہر نکلتی ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف دعوتِ نظارہ دیتی ہیں:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى [الاحزاب:۳۳]

"پہلی جاہلیت جیسی بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرتی پھرو۔"

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی کتاب "پردہ" میں "جذبۂ نمائش حسن" کے تحت نہایت جامع الفاظ میں عورت کی جبلت کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"فتنۂ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا

---

(۱) المبسوط ۱۲/۳۷۵

(۲) صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النساء الکاسیات العاریات ۲۱۲۸

جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی، دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ قرآن نے ان سب کے لیے ایک جامع اصطلاح تبرج الجاهلية استعمال کی ہے۔ ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لیے لذتِ نظر بننا ہو، تبرّج جاہلیت کی تعریف میں آتی ہے۔ اگر برقع بھی اس غرض کے لیے خوب صورت اور خوش رنگ انتخاب کیا جائے کہ نگاہیں اس سے لذت یاب ہوں تو یہ بھی تبرج جاہلیت ہے۔ اس کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے۔ اس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیے کہ اس میں کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے؟'' [پردہ:۲۶۶]

جس معاشرے کے اندر یہ صورت حال پیدا ہو جائے یقینی بات ہے کہ اس کے اندر سے شرم وحیا رخصت ہو رہی ہے اور شرم وحیاء رخصت ہو جائے تو ایمان بھی کہاں باقی رہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَیَاءَ وَ الْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْآخَرُ (۳)

''حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جائے تو دوسرا از خود اٹھ جاتا ہے۔''

ذرائع ابلاغ کا فتنہ

ایک فتنہ تو یہ ہے، جس میں غالب کردار عورت ادا کر رہی ہے دوسرا فتنہ وہ ہے، جو ذرائع ابلاغ کا دیا ہوا تحفہ ہے۔ اس وقت پاکستانی پرنٹ میڈیا، اخبارات ورسائل اور الیکٹرانک میڈیا [ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ، کیبل وغیرہ] نے بھی فحاشی وبے حیائی کا ایک طوفان بپا کر رکھا ہے۔ ٹیلی ویژن نے شرم وحیا کے بندھن اس قدر ڈھیلے کر دیے ہیں کہ انسان کا یہ فطری حاسہ مردہ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ کیبل اور نیٹ نے جو گندگی مغرب سے درآمد کی ہے وہ تو ہمارے بیڈ روم تک پہنچ گئی ہے۔ سائنس نے جو سہولت انسان کو زندگی آسان بنانے کے لیے فراہم کی تھی انسان اس سے الٹا اپنی تباہی کا کام لے رہا ہے۔ حد یہ ہوگئی ہے کہ انسان کی حیوانی فطرت سے متعلق جس بات کا پتہ ایک بچے کو پندرہ سال کی عمر میں جا کر لگتا تھا، وہ آج پانچ سال کی عمر میں اس سے آگاہ ہو گیا ہے۔ ای میل کی سہولت نے مرد وعورت کے ناجائز تعلقات استوار کرنے میں مزید سہولت پیدا کر دی ہے۔ گویا یہ فتنہ ایک ہمہ جہت پھیلتے

(۳) الترغیب و الترهیب ۲۶۳۶

ہوئے ناسور کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

بے حیائی کے ذرائع دریافت کرنے والے اور اس کو پھیلانے والے مرد ہوں یا عورت، افراد ہوں یا ادارے سب معاشرے کو تباہ کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کا اگر شمار کیا جائے تو یہ بھی ایک لمبی فہرست تیار ہوتی ہے۔ ان سب لوگوں کے لیے قرآن مجید کا وہ حکم عام ہے جو کسی ایماندار معاشرے میں بے حیائی پھیلانے میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ [النور:١٩] ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔“

دینی واصلاحی جماعتوں کی ذمہ داری

اس وقت افراد، جماعتوں اور اداروں کا فرض دوگنا نہیں دس گناہ اہم ہو گیا ہے کہ وہ اس تباہی سے معاشرے کو محفوظ کرنے کی فکر کریں۔ ہر وہ شخص جو بنیادی انسانی اخلاقیات کا قائل ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ اس فتنے کی سرکوبی میں اپنا کردار ادا کرے۔ دینی جماعتیں جن کی اٹھان اور پہچان دین کی دعوت کے حوالے سے ہے ان کا فرض افراد سے کہیں زیادہ اہم ہو گیا ہے اور وہ دینی جماعتیں جو دین کو ایک نظام کی حیثیت سے زندگی میں نافذ کرنے کی داعی ہیں اور اس جدوجہد میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ ان کا فرض سب سے زیادہ اہم ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو اس ناسور کی ناپاکی اور مضرت سے آگاہ کر کے اس کی سرکوبی کے لیے میدان عمل میں لا کھڑا کریں۔ اقامت دین کی جدوجہد میں یہ چیز تو بہت ہی ابتدائی مرحلے کی ہے۔ افسوس کہ ہر وہ جماعت جو دین کی دعوے دار ہے فحاشی وعریانی کے اس امڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے میں ذرا دلچسپی نہیں لے رہی۔ یہ کام ایسا ہے کہ معاشرے کا ہر سلیم الفطرت شخص اس مہم کی حمایت کرے گا۔ ضرورت صرف آگے بڑھ کر اس کے خلاف آواز اٹھانے کی ہے۔ اس اجتماعی مسئلے پر تمام دینی عناصر کو متحد بھی ہو جانا چاہیے تاکہ برائی کے خلاف منظم جدوجہد کی جا سکے۔ اور آئندہ نسل کو بے راہ روی اور تباہی سے بچایا جا سکے۔ صرف ایسی صورت ہی میں اس حدیث پر یہ لوگ حقیقتاً عمل کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو اپنی گفتگوؤں اور درسوں میں بیان کرتے ہیں کہ برائی کو ہاتھ کی قوت سے روک دو، اگر یہ نہیں ہو سکتا تو زبان کی طاقت سے روکنے کی کوشش کرو اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو دل میں ہی اس کو برا جانو......لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم ان تینوں کیفیات میں سے کس کیفیت میں ہیں؟ جواب یہی ہوگا کہ آخری

کیفیت ہی ہمارے حسب حال ہے لیکن کیوں؟ کیا ہاتھ سے برائی کو روکنے کی قوت پاکستان کی سینکڑوں دینی جماعتوں کے اندر نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ سب کاروبار بے سود ہے۔ بلکہ کہیں ہماری اُخروی تباہی کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ معاذ اللہ! ◂◂

فقه الحدیث

۱- حیاء انسانی فطرت ہے۔

۲- حیاء انسان کے اچھے برے عمل کے لیے ایک کسوٹی ہے۔

۳- حیاء رخصت ہو جائے تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

۴- جہاں فحاشی وعریانی ہو، وہاں حیاء موجود نہیں ہو سکتی۔

۵- برائی سے بھرے اس دور میں بھی انسان کی بہترین راہنما حیاء ہے۔

۶- ہمارے معاشرے کی موجودہ بے راہ روی، بے حیائی کا ثمر ہے۔

۷- اسلام نے ہر اس فعل کے اظہار سے منع کر دیا ہے، جس میں بے حیائی کا عنصر ہو۔

۸- عورت کو ہر دور میں فتنہ کا سامان بنایا گیا ہے اور آج بھی اس سے یہ کام لینے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن خود اس کو اپنی فطرت کی آواز پر کان دھرنے چاہییں۔

۹- چست، تنگ اور باریک لباس زیب تن کر کے دوسروں کو دعوت نظارہ نہ دی جائے۔

۱۰- آرائش وزیبائش کا اظہار کر کے اوروں کو اپنی طرف متوجہ نہ کیا جائے۔

۱۱- ڈش، کیبل، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی مضرتوں کو ذہن میں رکھ کر ان سے مثبت کام لیا جائے۔

۱۲- بنیادی انسانی اخلاقیات کے تحفظ کی ذمہ داری ہر فرد پر عاید ہوتی ہے۔

۱۳- دینی جماعتیں اور تنظیمیں موثر منصوبہ بندی کر کے عریانی وفحاشی کے اس فتنے کے خلاف جدوجہد کریں۔

۱۴- اچھائی برائی میں تمیز کرنے والا انسان کا سب سے بڑا راہنما اس کا اپنا ضمیر ہے، جو دراصل فطرت کی آواز ہے اور دین اسلام اسی فطرت کا نام ہے۔ ضمیر بیدار رہے تو حیاء برقرار رہے گی اور فحاشی وعریانی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۲۱

الحديث الحادی و العشرون

عَنْ أَبِی عَمْرٍو وَ قِيْلَ أَبِی عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی الله عنه قَالَ:

"قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِیْ فِی الِاسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَکَ، قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۱

الحدیث الحادی و العشرون

ایمان لانے کے بعد استقامت کا مظاہرہ لازمی ہے

عَنْ أَبِی عَمْرٍو وَ قِیْلَ أَبِی عَمْرَةَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رضی اللہ عنہ قَالَ:

"قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قُلْ لِیْ فِی الإسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَیْرَكَ،

قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ"

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

"ابوعمرو (یا ابوعمرہ) سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتایئے کہ پھر آپ کے بعد کسی اور سے مجھے پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے

آپ ﷺ نے فرمایا اعلان کردو "میں اللہ پر ایمان لے آیا ہوں۔" پھر اس (بات) پر ڈٹ جاؤ"

[اس کو مسلم نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

قُلْ لِی : قُلْ: فرمائیے/بتائیے۔لِی: میرے لیے/مجھے۔

فِی الاِسْلَامِ: اسلام کے بارے میں۔

قَوْلًا : [ایسی]بات۔

لَا اَسْاَلُ : نہ میں سوال کروں۔

عَنْہُ : اس بارے میں۔

اَحَدًا : کسی سے

غَیْرَکَ : آپ کے علاوہ

قُلْ : کہو۔اعلان کردو

آمَنْتُ : میں ایمان لایا

اِسْتَقِمْ : فعل امر۔تو ڈٹ جا/تو ثابت قدم ہوجا/تو پختہ ہوجا۔

شرح الحدیث

استقامت کا مطالبہ کیوں؟

◄◄ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر انسان یہ اعلان کرتا ہے کہ میں اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا پابند ہوں۔اس کے مقابلے میں کسی دوسری قوت کا تابع نہیں ہوں۔یہ قوت خواہ انسان کی اپنی ذات ہو یا مخلوق میں سے کوئی اور طاقت۔مسلمان کسی چیز کے ساتھ اگر کوئی ربط و تعلق رکھتا یا توڑتا ہے تو اس کی بنیاد محض اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا اِلٰہ تسلیم کرنے کا اقرار و اعلان ہی ہوتا ہے۔

استقامت کہاں مطلوب ہے؟

انسان جب ایمان لے آتا ہے تو اس کو ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور قرآن و سنت نے ان مشکلات میں اہل ایمان کو صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔یہ

مشکلات دو قسم کی ہوتی ہیں:

۱- اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیم کے مطابق گزارنے کے دوران میں انسان کا اپنا نفس ایسی ایسی خواہشات کے چنگل میں گھر جاتا ہے کہ انسان کے قدم لڑکھڑانے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ شیطان کا بہکاوا اور دنیا کی چمک دمک انسان کو رب کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بنتے ہیں اور وہ اللہ کے حقوق کو کما حقہ ادا کرنے سے قاصر رہنے لگتا ہے یا ادا نہ کرنے کی روش اپنا لیتا ہے۔ عبادات کے نظام میں اسلام نے جس ترتیب اور دوام کا مطالبہ کیا ہے اس میں کچھ ڈھیلا پن اور سستی در آتی ہے۔ معاشرتی زندگی میں خاندان اور معاشرے کے غیر شرعی رسوم ورواج کے سامنے اسے سرنڈر کرنے کا کہا جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنے پر معاشرتی بائیکاٹ کی دھمکی دی جاتی ہے۔ رشتہ داری توڑ دینے کا خوف دلایا جاتا ہے۔ وقت کے ناروا تقاضوں کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ دین پر عمل کرنے کو دقیانوسیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مولویانہ رنگ کو ذرا کم کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ بدعات وخرافات کا جواز منوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان سے غیر محسوس انداز میں یا اس کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے معاشرہ اس پر عاید کرنے کی کوشش کرتا ہے یا خود انسان کا نفس اس چیز کے فائدوں اور مصلحتوں کا جواز پیدا کرتے ہوئے ان کے ارتکاب کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ ان تمام مواقع پر ایمان کا تقاضا استقامت ہوتا ہے کہ انسان اپنے ایمان کا دامن نہ چھوڑے اور اپنے دل کے ناجائز مطالبات اور معاشرے کے ناروا تقاضوں کو رد کر دے۔ عبادت پر استقامت اور معاشرت کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر کاربند رہے۔

۲- ایمان کے بعد مظاہرۂ استقامت کا دوسرا موقع وہ مشکلات ومصائب ہیں جن کا سامنا اولوالعزم پیغمبروں کو بھی کرنا پڑا۔ اصحاب الاخدود جن آزمائشوں سے گزرے ان کا ذکر سورۃ البروج میں ہوا ہے۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام کو بھی ان سے سابقہ رہا، عہد صحابہ کے بعد ائمہ دین نے بھی اس راہ کا مزہ چکھا اور ان کے بعد آج تک ہر وہ شخص اس سنت کو زندہ کر رہا ہے، جو ایمان کے تقاضوں کو حقیقتاً پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حق کی راہ میں رہروانِ حق کو قتل وشہادت کی خلعت سے بھی سرفراز ہونے کا موقع ملتا ہے اور قید وبند کی سختیوں کو جھیلنے کا لمحہ بھی آجاتا ہے۔ یہی وہ مواقع ہیں، جب ایک مسلمان اپنے اسلام پر کاربند رہنے کا مظاہرہ کرنے کا مکلف ہے۔ اور اس چیز کو برداشت کرنا جس قدر انسان کے لیے مشکل ہوگا اس کا اجر اسی قدر زیادہ ہوتا جائے گا اور نصرتِ خداوندی شامل حال ہوتی جائے گی۔ اِستقامت کے

مظاہرے کا یہ موقع پہلے موقع سے شدید تر ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا، جب کچھ صحابہ نے کفار کی سختیوں پر اللہ سے دعا کرنے کا مطالبہ کیا:

قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ مِنْهُمُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ، فَيُجْعَلُ فَوقَ رَأْسِهِ، مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ!! وَ يُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا بَيْنَ لَحْمِهِ وَ عَظْمِهِ، مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ!!

''تم میں سے پہلے لوگوں کا یہ حال تھا کہ ایک آدمی کو پکڑا جاتا، زمین میں گاڑا جاتا، آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر چیر دیا جاتا۔ لیکن یہ چیز اس کو اس کے دین سے پھیر نہ سکتی!! لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت اور ہڈیوں کو نوچا جاتا لیکن یہ چیز بھی اس کو اس کے دین سے دور نہ کر سکتی!!''

اور یہی وہ استقامت ہے جس کا حکم رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو دیا گیا ہے۔ ◄◄

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: **فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ** (ھود:۱۱۲)

''پس اے نبی ﷺ تم اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر و بغاوت سے ایمان و طاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔'' پھر اس کے انعام اور صلے کو یوں بیان فرمایا گیا: **اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ** ''وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس عقیدۂ توحید ربوبیت پر ڈٹ جاتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں''۔ یعنی مصیبتوں اور آزمائشوں کے مواقع پر اور موت کے وقت بھی فرشتے انہیں خوشخبری دیتے ہیں: **لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ** (حم السجدہ:۳۰) ''نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ، اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔''

فقه الحديث

۱- راہ حق میں پیش آنے والی ہر مشکل کا سامنا ایمانی جذبے سے کیا جاتا ہے۔

۲- عبادات ادا کرنے میں استقامت اختیار کی جائے۔

۳- دنیا کی چمک سے متاثر ہو کر دین سے بے گانگی اختیار نہ کی جائے۔

۴- ناروا اور بے جا معاشرتی رسوم و رواج کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے جائیں، البتہ حقوق العباد کا خیال لازمی رکھا

جائے۔

۵- رشتہ وتعلق کو دین وایمان کا ایک تقاضا سمجھ کر قائم رکھا جائے۔

۶- بدعات وخرافات کو ہرگز قبول نہ کیا جائے، اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

۷- نفس کی خواہشات اور شیطان کی اکساہٹ سے پناہ مانگی جائے۔

۸- دین کی راہ میں قربانی دینے کا موقع آجائے تو دریغ نہ کیا جائے۔

۹- حق گوئی اور حق پر عمل کی پاداش میں مصیبتوں، تکلیفوں، آزمائشوں، قید وبند کی صعوبتوں اور جسمانی تشدد بلکہ مرحلہ وار تشدد سہنا پڑے تو پروانہ کی جائے۔

۱۰- اس مرحلے کو سر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت کے لیے اللہ سے مسلسل دعا کی جائے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۲۲
الحدیث الثانی و العشرون

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :

”اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَرَاَیْتَ اِذَا صَلَّیْتُ الْمَکْتُوْبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَ حَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذَالِکَ شَیْئًا، اَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟

قَالَ: نَعَمْ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۲

الحدیث الثانی و العشرون

فرائض ادا کرنا اور حرام سے بچنا

جنت میں داخلے کی ضمانت

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا	''ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ
''أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:	ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:
أَرَأَیْتَ اِذَا صَلَّیْتُ الْمَکْتُوْبَاتِ	آپ کا کیا خیال ہے اگر میں فرض نمازیں ادا کروں،
وَصُمْتُ رَمَضَانَ	رمضان کے روزے رکھوں،
وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَ حَرَّمْتُ الْحَرَامَ	حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں
وَلَمْ أَزِدْ عَلٰی ذَالِکَ شَیْئًا،	اور اس کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں
أَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟	تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟

قَالَ: نَعَمْ" آپؐ نے فرمایا: ہاں!"

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) [اس کو مسلم نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

سَأَلَ :	اس نے سوال کیا
رَسُولَ اللّٰہِ:	رسول اللہ ﷺ سے
فَقَالَ :	اس آدمی نے کہا
أَرَأَیْتَ :	کیا رائے ہے آپ ﷺ کی/ کیا خیال ہے آپ ﷺ کا۔
إِذَا صَلَّیْتُ:	جب میں نماز پڑھوں
اَلْمَکْتُوبَاتِ:	فرائض۔ اَلْمَکْتُوبُ کی جمع ہے۔
صُمْتُ :	میں روزے رکھوں
رَمَضَانَ :	رمضان کے
أَحْلَلْتُ :	میں حلال سمجھوں/ میں حلال جانوں
الحَلَالَ :	حلال کو
حَرَّمْتُ :	میں حرام سمجھوں/حرام جانوں
الحَرَامَ :	حرام کو
لَمْ أَزِدْ :	اور نہ کیا میں نے اضافہ/ اور میں نے اضافہ نہ کیا۔
عَلٰی ذٰلِکَ:	ان افعال پر۔ جن کا اوپر ذکر ہوا ہے
شَیْئًا :	ذرا بھرا/تھوڑا سا/ کچھ بھی
أَدْخُلُ :	میں داخل ہو جاؤں گا؟
الجَنَّۃَ :	جنت میں، یہ أَدْخُلُ کا مفعول ہے
نَعَمْ :	ہاں

شرح الحدیث

◄◄ اس حدیث میں اسلام کے دو بنیادی اور اساسی تقاضوں کا ذکر ہوا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی زندگی میں ان کا دخل نہ ہو۔ اسلام کے ارکان خمسہ، شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں سے یہاں صرف نماز اور روزے کا ذکر آیا ہے اور ان کے ساتھ حرام وحلال کا تذکرہ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں ادا کرنے کا موقع ہر مسلمان کو میسر آتا ہے۔ کلمۂ شہادت تو ادا کر کے ہی انسان دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور بقیہ ارکانِ اسلام میں زکوٰۃ اور حج کی باری تبھی آئے گی جب انسان صاحبِ نصاب اور صاحبِ استطاعت ہوگا۔ لہٰذا ان کو ادا کرنا اس وقت تک اس کے اوپر فرض نہیں ہوتا جب تک وہ صاحب نصاب و صاحب استطاعت نہ ہوگا۔ باقی رہ گئے نماز اور روزہ تو ان میں بھی روزہ ایسا فرض ہے جس کا ادا کرنا ایک سال بعد متوقع ہوتا ہے۔ اب ان تمام فرائض وارکان میں سے اگر کوئی فرض اور رکن ایسا باقی رہ جاتا ہے جس کا تعلق انسان کے شب وروز سے ہے تو وہ نماز ہے۔ لہٰذا اس فرض کو ادا کرنا ہی ایسی چیز ہے، جو ایک مسلمان کے اسلام وایمان کی نشانی ہوسکتی ہے اور اگر کوئی یہ بھی ادا نہیں کرتا تو اس کے اندر اسلام کی کون سی خوبی رہ جاتی ہے جس کی بنا پر وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں۔

نماز کے ساتھ دوسری چیز صحابیؓ نے جو ذکر کی ہے وہ اگرچہ ارکانِ اسلام میں شامل نہیں تاہم اس کی اہمیت ایک رکن جیسی ہے۔ یہ چیز حرام کو حرام سمجھتے ہوئے ترک کر دینا اور حلال کو حلال جانتے ہوئے استعمال کرنا ہے۔ حلال ایسی چیز ہے جس کے فعل اور عمل کا مطالبہ فرائض میں شامل نہیں بلکہ انسان کے ارادہ واختیار پر منحصر ہے کہ وہ جس حلال کام کو چاہے اور جس حلال چیز کو چاہے استعمال کرے لیکن اس کے مقابلے میں حرام سے اجتناب کا مطالبہ فرض ہے اور اس فرض کا تارک اور اس امر کا مرتکب گناہِ کبیرہ کا مجرم ہو جاتا ہے۔

حدیث میں صرف فرض نماز کو ادا کرنے اور حرام سے اجتناب پر عمل کے ذکر کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کے دیگر فرائض اور تقاضے مسلمانوں سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہاں صرف اس بنیادی اصول کی بات کی گئی ہے جو جنت میں داخلے کے لیے ایک کم از کم تقاضے کے طور پر ہر مسلمان کی زندگی میں پیش نظر رہتا ہے۔ باقی سب فرائض ومطالبات کو ادا کرنے کا اگر کسی شخص کی زندگی میں کوئی موقع نہیں آتا تو یہ دو امور تو ایسے ہیں جن سے کسی مسلمان کو مفر نہیں اور جو شخص ان امور کو انجام دے لے گا وہ جنت میں داخلے کا حقدار قرار پائے گا۔

[اس حدیث کے مضمون 'نماز' کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۲ اور 'حرام وحلال' کی وضاحت کے لیے حدیث ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۲۴ اور ۲۹ دیکھیے] ◂◂

فقه الحديث

۱- فرائض کو ادا کرنا اور حرام سے بچنا دخول جنت کی ضمانت ہے۔

۲- یہ وہ کم از کم مطالبات ہیں، جو ہر مسلمان کی زندگی کا حصہ ہیں۔

۳- حدیث کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ نماز کو ادا کرنے، روزے رکھنے اور حرام سے بچنے کے بعد بقیہ فرائضِ شریعت مسلمان سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

۴- یہ حدیث نماز کی اہمیت بیان کرتی ہے۔

۵- حلال وحرام کا علم حاصل کرنا اور ان کا پاس ولحاظ رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

۶- اس حدیث میں شریعت کا کوئی حکم بیان نہیں ہوا بلکہ اجازت ورخصت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے اجازت و رخصت ہر آدمی کی ضرورت نہیں ہوتی یہ تو ہر شخص کے حالاتِ زندگی پر منحصر ہے۔

۷- حدیث میں مذکور امور یوں تو ہر مسلمان کے لیے اہم ہیں لیکن دینی جماعتوں اور دعوتی تحریکوں کے لیے ان کی اہمیت کئی گناہ زیادہ ہے۔

۸- اس حدیث میں ایک ادنیٰ صلاحیت رکھنے والے مسلمان کے لیے دخولِ جنت کا کم سے کم نصاب بتایا گیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ زیادہ صلاحیت رکھنے والے افراد بالخصوص قیادت (Leadership) کے لیے نصاب پورا دین ہوتا ہے، جس میں نماز روزے اور حلال وحرام کے علاوہ دیگر عبادات، احکام معاشرت، احکام اخلاقیات، احکام معاملات، امور سلطنت اور احکام صلح و جنگ وغیرہ شامل ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖

۲۳

الحدیث الثالث و العشرون

عَنْ أَبِی مَالِکِ الحَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الْأَشْعَرِیِّ ﷺ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الایْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰه تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوتَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانُ، وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ، کُلُّ النَّاسِ یَغْدُو فَبائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۳

الحدیث الثالث و العشرون

دلائل ایمان کی مختلف صورتیں

عَنْ أَبِی مَالِکِ الحَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الأَشْعَرِیِّ ﷺ قَالَ:

"ابو مالک حارث بن عاصم اشعری ﷺ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الایْمَانِ،

طہارت نصف ایمان ہے

وَالْحَمْدُ لِلّٰہ تَمْلَأُ المِیْزَانَ،

اور کلمہ الحمدللّٰہ ترازو کو بھر دیتا ہے

وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلآنِ أَوتَمْلأُ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ،

اور کلمہ سبحان اللّٰہ اور الحمد للّٰہ زمین و آسمان کے درمیان خلا کو بھر دیتے ہیں

وَالصَّلاۃُ نُورٌ،

جب کہ نماز نور یعنی روشنی ہے

وَالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ،

اور صدقہ دلیل و برھان ہے

وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ،

اور صبر ضیاء ہے

وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ،

اور قرآن یا تو آپ کے حق میں حجت ہوگا یا آپ کے خلاف۔

کُلُّ النَّاسِ یَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا"

ہر انسان اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اپنے (گروی) نفس کا سودا کرتا ہے۔ پھر یا تو (اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے) خود کو (دوزخ کی آگ سے) چھڑا لیتا ہے یا پھر خود کو ہلاک کر لیتا ہے

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

[مسلم نے اسے روایت کیا ہے]

تفهيم الفاظ

الطُّهُورُ :	صفائی ستھرائی/ طہارت/ نظافت
شَطْرُ الاِیْمَانِ:	شَطْرُ: آدھا حصہ/ نصف، الاِیْمَانِ: ایمان کا
الحَمْدُ :	حقیقی تعریف وتوصیف
تَمْلَأُ المِیْزَانَ:	تَمْلَأُ: [الحمد للہ] بھر دیتی ہے۔ المِیْزَانَ: ترازو کو/ میزان کو
سُبْحَانَ :	بے عیب ذات/ پاک ذات۔ بے عیبی
تَمْلَآنِ :	دونوں بھر دیتے ہیں
مَابَیْنَ :	جو درمیان میں ہے
نُورٌ :	روشنی/ ظلمت کی ضد
الصَّدَقَةُ :	مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا حصہ
بُرْهَانٌ :	دلیل/ رہنما
ضِیَاءٌ :	اجالا/ روشنی
حُجَّةٌ :	دلیل/ دفعہ/ ایسا بیان جس کو رد نہ کیا جا سکے۔

تکَ	:	تیرے حق میں
عَلَیکَ	:	تیرے خلاف
کُلُّ النَّاسِ	:	ہر انسان/تمام لوگ
یَغدُو	:	صبح کرتا ہے/رات سے نکل کر دن میں داخل ہوتا ہے۔
فبائعٌ	:	وہ بیچنے والا ہوتا ہے/وہ بیوپار کرتا ہے
نَفسَہُ	:	اپنے نفس کو/اپنے آپ کو
فَمُعتِقُھَا	:	فَ+مُعتِقُ+ھَا: پس+وہ آزاد کرنے والا ہوتا ہے+اسے۔یعنی وہ اسے آزاد کردیتا ہے۔ چھڑالیتا ہے۔
مُوبِقُھَا	:	مُوبِقُ+ھَا: ہلاک کرنے والا ہوتا ہے+اسے۔یعنی اسے ہلاک کرڈالتا ہے۔

شرح الحدیث

طہارت

"طہارت نصف ایمان ہے" کی وضاحت کرتے ہوئے امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ "طہارت سے مراد دل کو کینہ، حسد، بغض اور دوسرے امراضِ قلب سے پاک صاف رکھنا ہے اور ایمان کی تکمیل بھی طہارت قلب سے ہی ہوتی ہے۔ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرلیتا ہے وہ ایمان کا ایک حصہ پالیتا ہے اور جو شخص اپنے قلب کو امراض سے بچالیتا ہے وہ اپنے ایمان کو مکمل کرلیتا ہے۔ جس آدمی کا دل صاف نہیں، اس کا ایمان کامل نہیں۔ کسی نے کہا ہے جو شخص دل کو پاک صاف کرے، وضو اور غسل کرے اور پھر نماز ادا کرے تو وہ دونوں طرح کی طہارتیں حاصل کرکے نماز میں داخل ہوتا ہے اور جو شخص مخصوص اعضاء کی طہارت حاصل کرکے نماز پڑھتا ہے، وہ صرف ایک طہارت حاصل کرکے نماز میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ دوسری طہارتوں کی طرف نہیں دیکھتا وہ تو دل کی پاکیزگی وصفائی کو دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی أَجسَادِکُم اِلٰی صُوَرِکُم وَلٰکِن یَّنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم (۱) "اللہ تعالیٰ تمہارے بدنوں اور صورتوں کو نہیں بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے"۔

---

(۱) تحریم ظلم المسلم و خذلہ...... ۲۵۶۴

◄◄ لیکن اکثر علماء کے نزدیک طہارت سے مراد بدنی طہارت ہے، جو پانی سے حاصل کی جاتی ہے۔ ◄◄

ذکر

''الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمدللہ زمین و آسمان کے درمیان خلا کو بھر دیتے ہیں'' یہ ایک دوسری حدیث کے ہم معنی حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے اللہ! کسی ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی فرما! جو مجھے جنت میں لے جائے''! اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہو۔ (اس کلمہ کی اہمیت یہ ہے کہ) اگر سات آسمان اور سات زمینیں (ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پلڑا بھاری ہوگا۔[٢] اور یہ بات تو معلوم ہے کہ زمین و آسمان کا حجم اس خلا سے بڑا ہے، جو ان کے درمیان ہے اور اگر صرف کلمہ الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے تو یہ بات لازمی ہے کہ الحمدللہ آسمان و زمین کے درمیان خلا کو بھر دے کیونکہ میزان تو زمین و آسمان کے درمیانی خلا سے زیادہ وسیع ہے۔ یعنی اگر ان کلمات کا وجود ہو تو یہ میزان کو بھر دیں، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ الحمدللہ کا اجر اس قدر زیادہ ہوگا کہ اس خلا کو بھر دے گا۔

نماز

''نماز کے نور'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پر ملنے والا اجر نمازی کے لیے نور ہوگا۔ حدیث رسولؐ ہے: بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[٣] ''اندھیروں میں (نماز کے لیے) مساجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور کی خوشخبری دے دو''۔

◄◄ ایک دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز اسی شخص کے لیے نور ہوگی جو اس کی محافظت کرے گا۔ جو اس کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کرے گا اس کے لیے یہ نور ثابت نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَ بُرْهَانًا وَ نَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُوْرٌ وَ لَا بُرْهَانٌ وَ لَا نَجَاةٌ[٤]

---

(٢) اس مفہوم کے الفاظ السنن الکبریٰ میں ہیں ١٠٦٧٠

(٣) ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ ٧٨٠، ٧٨١

(٤) احمد ٢/١٦٩، صحیح ابن حبان ١٤٦٧

''جس شخص نے [اہتمام کے ساتھ] نماز کی محافظت کی، نماز اس کے لیے قیامت کے روز نور، برہان اور ذریعہٗ نجات ہوگی۔ اور جس شخص نے [اہتمام کے ساتھ] اس کی محافظت نہ کی، اس کے لیے یہ نور، برہان اور نجات کا ذریعہ نہیں بنے گی۔'' ◄◄

صدقہ

''صدقہ برہان ہے'' یعنی صدقہ آدمی کے ایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اور اس کو صدقہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ آدمی کے صدقِ ایمان کی دلیل ہے اور منافق آدمی نماز تو ادا کر لیتا ہے مگر صدقہ کرنا اس پر گراں گزرتا ہے۔

صبر

''صبر ضیاء (روشنی) ہے''، یعنی یہ ایک پسندیدہ اور محبوب صفت ہے۔ صبر کا مطلب ''اللہ تعالیٰ کی طاعت پر کاربند رہنا اور دنیا کے مصائب وتکالیف کو برداشت کرنا ہے۔'' ''صبر ضیاء ہے'' کا معنی یہ ہے کہ صابر آدمی ہمیشہ راہِ صواب پر رہتا ہے۔ ◄◄ صبر اور نماز دو ایسے ذرائع ہیں، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا مستحق بناتے ہیں۔ اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ ان دو چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو۔ فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ:۱۵۳)

''اے اہلِ ایمان! صبر اور نماز کے ذریعے [اللہ تعالیٰ سے] مدد مانگو۔''

راہِ حق میں پہنچنے والے شدائد ومصائب پر صبر کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارنا اور محرمات سے بچتے رہنا شدائد پر صبر سے زیادہ افضل ہے۔

قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہوگا

قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہوگا۔ اس کا صاف سیدھا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے احکامات کو دل وجان سے تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہوگا قرآن اس کے حق میں گواہی دے گا اور محض گواہی نہ دے گا بلکہ اس کے لیے مغفرت کی سفارش بھی کرے گا اور جو شخص اس کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اس سے بغاوت کی راہ اپنائے گا، قرآن اس کے خلاف مدعی اور گواہ کی حیثیت میں آن کھڑا ہوگا اور اس کے خلاف محض دعویٰ کرے گا

اور گواہی ہی نہ دے گا بلکہ اسے اس کے انجام تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: قرآن ایسا شافع [سفارشی] ہے، جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا۔ جس نے اس کو اپنا رہنما و پیشوا بنا لیا اسے یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اسے یہ جہنم میں پہنچا دے گا۔ (۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے: یہ قرآن تمہارے لیے نصیحت کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور سزا کا باعث بھی۔ لہٰذا اس کو سیکھو اور اس کا اتباع کرو! قرآن تمہارا اتباع نہ کرے! کیونکہ جو شخص قرآن کا اتباع کرے گا قرآن اسے جنت کے باغوں میں لے جا اتارے گا اور جس شخص کا تعاقب قرآن کرے گا اسے وہ گردن پر ضرب لگا کر جہنم میں پھینک دے گا۔ (۶)

انسان اپنے نفس کا بیوپار کرتا ہے

''ہر انسان صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا سوداکرتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنے نفس کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ کوئی تو اطاعت و فرمانبرداری کی روش اپنا کر اپنی جان اللہ کے حضور فروخت کر دیتا ہے اور اس کو عذاب سے بچا لیتا ہے اور کوئی شیطان اور خواہشات کے پیچھے چل کر اسے ہلاکت میں لے جا ڈالتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ أَوْ یُمْسِي: اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَصْبَحْتُ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ حَمَلَةَ عَرْشِکَ وَ مَلَائِکَتَکَ وَاَنْبِیَاءَ کَ وَ جَمِیْعَ خَلْقِکَ أَنَّکَ أَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَ رَسُوْلُکَ!

أَعْتَقَ اللّٰہُ رُبْعَهُ مِنَ النَّارِ. فَاِنْ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ أَعْتَقَ اللّٰہُ نِصْفَهُ مِنَ النَّارِ. فَاِنْ قَالَھَا ثَلَاثًا، أَعْتَقَ اللّٰہُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ مِنَ النَّارِ. فَاِنْ قَالَھَا أَرْبَعًا أَعْتَقَ اللّٰہُ کُلَّهُ مِنَ النَّارِ (۷)

''اے اللہ! میں صبح کرتے ہوئے تجھے، تیرا عرش اٹھانے والے فرشتوں، دیگر ملائکہ، تیرے انبیاء اور تیری عام مخلوقات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں! اور محمد ﷺ تیرے بندے اور نبی ہیں!

---

(۵) ابن حبان ۱/۲۸۷، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے (السلسلة الصحیحه ۲۰۱۹)، الدر المنثور ۴/۱۶۵

(۶) الدر المنثور ۴/۱۶۵

(۷) ابوداؤد، کتاب الآداب، باب مایقول إذا أصبح ۵۰۶۹

اللہ تعالیٰ اس شخص کے ایک چوتھائی وجود کو آگ سے آزاد کر دے گا۔ اگر وہ یہ دعا دو بار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے آدھے وجود کو آگ سے رہا کر دے گا اور اگر تین بار یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تین چوتھائی وجود کو آگ سے بچا دے گا اور اگر یہ کلمات چار بار ادا کرے گا تو اس کے پورے وجود کو آگ سے نجات دے دے گا۔"

قرآن حکیم میں اس بیع وشریٰ کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (التوبہ:۱۱۱) "یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں"۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس تجارت سے اعلیٰ تجارت کوئی نہیں ہوسکتی۔ اس تجارت میں خریدار اللہ تعالیٰ ہے، فروخت کنندگان مومنین ہیں، مالِ تجارت جانیں اور مال ہیں اور قیمت جنت ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ مال کے فروخت کنندہ کو اس بات پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ قیمت وصول کرنے سے پہلے مال خریدار کے حوالے کرے اور خریدار کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پہلے قیمت ادا کرے پھر مال وصول کرے، یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر جہاد کی صورت میں واجب کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور یہ بھی واجب کر دیا کہ وہ اپنی فروخت شدہ جانوں کو اللہ کے حضور پیش کر دیں اور پھر ان کے عوض جنت حاصل کریں۔

◄◄ حضرت علی کے بیٹے محمد بن حنیفہؒ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفسوں کی قیمت جنت مقرر کی ہے، لہٰذا تم اس قیمت کے علاوہ کسی اور قیمت پر انہیں فروخت نہ کرو!

[اس حدیث کی مزید تشریح آگے حدیث ۲۵ اور ۲۶ میں آ رہی ہے۔ ان احادیث میں دلائل ایمان کے دیگر پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے ملاحظہ کیجیے] ►►

فقه الحديث

۱- جسمانی وروحانی یعنی ظاہری وباطنی طہارت اختیار کرنا مومن پر واجب ہے۔

۲- انسان کے اعمال قیامت کے روز تولے جائیں گے۔

۳- الحمد للہ کا کلمہ ترازو کو بھر دے گا یعنی اس کا اس قدر اجر ہوگا۔

۴- سبحان اللہ اور الحمد للہ کے دو کلمے زمین وآسمان کو بھر دیں گے یعنی ان کا اجر اس قدر ہے۔

۵- کلماتِ ذکر کی اس اہمیت کا مقصد چھوٹے چھوٹے اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب ہے۔

۶- نماز کے اثرات انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے دیگر تمام معاملات میں ظاہر ہوتے ہیں۔

۷- نماز نور ہونے کی حیثیت سے انسان کے لیے رہنمائی کا باعث ہے۔ یہ بات قرآن نے بھی بیان کی ہے کہ نماز انسان کو برائی سے روکتی ہے ان معنوں میں یہ ذریعہ ہدایت ہوگی۔ یعنی: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ''نماز برائی اور بے حیائی سے منع کرتی ہے۔''

۸- صدقہ انسان کے ایمان کی روشن دلیل ہے۔ اسی لیے اس کو بلاؤں اور مصیبتوں کو ٹالنے کا ذریعہ کہا گیا ہے۔

۹- صبر ایسی روشنی ہے جس میں انسان کے لیے کسی چیز کے حق و ناحق ہونے کی پرکھ مشکل نہیں رہتی اور یہ روشنی بالآخر انسان کو آسانیوں اور سہولتوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

۱۰- قرآن حجت ہے، انسان کے حق میں یا اس کے خلاف، یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے اسے اپنے حق میں کھڑا ہونے کے لیے تیار کرتا ہے یا اپنے خلاف اٹھانے کے لیے دلائل فراہم کرتا ہے۔

۱۱- ہر صبح انسان اپنے آپ کو داؤ پر لگاتا ہے۔ اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعے یا تو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اعمال سیۂ کے ذریعے اسے جہنم رسید کر دیتا ہے۔

۱۲- انسان کا یہ بیوپار وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتا ہے اور اسے بہترین انداز میں صرف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

۱۳- یہ سب کیفیات اور نیکی بدی کے اعمال ایک مسلمان کے ایمان سے متعلق ہیں گویا یہ ایمان کے دلائل کی مختلف صورتیں ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖

۲۴

الحدیث الرابع والعشرون

عَنْ أَبِی ذَرِّ الغِفَارِیّ ﷺ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیما یَرْوِیهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ:

”یَا عِبَادِی اِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِی وَجَعَلْتُهُ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا، یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهُ فَاسْتَهْدُونِی أَهْدِکُمْ، یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِی أُطْعِمْکُمْ، یَاعِبَادِی کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُهُ فَاسْتَکْسُونِی أَکْسُکُمْ، یَا عِبَادِی اِنَّکُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا فَاسْتَغْفِرُونِی أَغْفِرْ لَکُمْ، یَا عِبَادِی اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّی فَتَضُرُّونِی وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِی فَتَنْفَعُونِی، یَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوا عَلٰی أَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَّا زَادَ ذٰلِکَ فِی مُلْکِی شَیْئًا، یَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُم وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوا عَلٰی أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِی شَیْئًا، یَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوا فِی صَعِیدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِی فَأَعْطَیْتُ کُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِی اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ المِخْیَطُ اِذَا أُدْخِلَ البَحْرَ، یَا عِبَادِی اِنَّمَا هِیَ أَعْمَالُکُمْ أُحْصِیهَا لَکُمْ ثُمَّ أُوَفِّیکُمْ اِیَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُومَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۴

الحدیث الرابع والعشرون

توحید اور اس کے تقاضے

اللہ کے خزانے اور ان کی وسعت

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ الغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْما یَرْوِیْہِ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّـہٗ قَالَ:

"ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے وہ روایت بیان کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کر رکھا ہے

وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا

اور تم لوگوں کے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے

فَلَا تَظَالَمُوْا،

لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ أَھْدِکُمْ،

اے میرے بندو! تم سب بے راہ ہو، سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، لہٰذا تم مجھی سے ہدایت طلب کرو! میں تمہیں ہدایت سے نوازوں گا۔

يَا عِبَادِى كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِى أُطْعِمْكُمْ،

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، لہٰذا تم کھانا مجھی سے مانگو، میں تمہیں کھانے کو دوں گا۔

يَاعِبَادِى كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِى أَكْسُكُمْ،

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں پہناؤں، لہٰذا مجھی سے لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔

يَا عِبَادِى اِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِى أَغْفِرْ لَكُمْ،

اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے رہتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش سکتا ہوں، لہٰذا مجھی سے مغفرت طلب کرو، میں تمھیں بخش دوں گا۔

يَا عِبَادِى اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّى فَتَضُرُّونِى وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِى فَتَنْفَعُونِى،

اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے ذرا نقصان پہنچانے کی کوشش کر دیکھو اور نہ کوئی نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے ہو بے شک کوئی نفع پہنچا کر دیکھ لو۔

يَا عِبَادِى لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَ اِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَّا زَادَ ذٰلِكَ فِى مُلْكِى شَيْئًا،

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر اور انسان و جن تمام کے تمام تم میں سے سب سے متقی شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ چیز میری بادشاہت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتی۔

يَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُم وَاِنسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا،

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر اور تمام جن وانس تم میں سے فاجر ترین شخص کے دل کی مانند ہو جائیں تو یہ چیز میری بادشاہت میں ذرہ بھر کمی نہیں کر سکتی۔

يَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَ اِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِی صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِی فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِندِی اِلَّا كَمَا يَنقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ،

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر شخص اور تمام جن و انس ایک جگہ کھڑے ہو کر (بیک وقت) مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق دے دوں تو یہ چیز میرے خزانے میں صرف اتنی سی کمی کر سکتی ہے جتنی سوئی کرتی ہے جب اسے سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔

يَا عِبَادِی اِنَّمَا هِیَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ اِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ "

اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کرتا ہوں اور پھر انہی اعمال کا تمہیں بدلہ دیتا ہوں لہٰذا تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) کوئی خیر پائے تو وہ اللہ کا شکر بجا لائے اور جو خیر کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

[اسے مسلم نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

یَاعِبَادِی : اے میرے بندو! عَبدٌ کی جمع عِبَادٌ ہے۔ ی کا معنی میرے/ میری۔

جَعَلْتُہٗ : میں نے کردیا ہے اسے۔ 'اُسے' سے مراد الظُّلم ہے۔

مُحَرَّمًا : حرام۔

فَلَا تَظَالَمُوا : نہ ظلم کروتم ایک دوسرے پر۔ ظَلَمَ یَظلِمُ ظُلمًا کا معنی کسی پر ظلم کرنا ہے۔ اور باب تفاعل میں تَظَالَمَ یَتَظَالَمُ تظَالُمٌ اس کے معنی میں مشارکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے پر ظلم کرے تو دوسرا بھی اس پر ظلم کرے۔

ضَالٌّ : بے راہ۔ جسے راستہ معلوم نہ ہو۔ راہِ راست سے ناواقف، یہ ضَلَالَت سے اسم فاعل ہے۔

ھَدَیتُہٗ : میں نے ہدایت دی جسے/ میں ہدایت دے دوں جسے۔

فَاستَھدُونِی : پس تم ہدایت طلب کرو مجھ سے، یہ باب استفعال ہے۔ یعنی اِستِھدَاء اس کے معنی میں طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

أَھدِکُم : تب میں ہدایت دوں گا تمھیں۔ جوابِ شرط ہے۔ فعل مجزوم مضارع۔

جَائِعٌ : بھوکا۔ جُوعٌ: بھوک۔

أُطعِمتُہٗ : میں کھلادوں جس کو/ میں کھلاؤں جس کو۔

فَاستَطعِمُونِی: پس تم کھانا مانگو مجھ سے، یہ لفظ بھی باب استفعال سے ہے۔ یعنی اِستِطعَامٌ اس میں بھی طلب کا مفہوم ہے۔

أُطعِمکُم : میں کھلاؤں گا تمھیں/ میں تمہارے رزق کا بندوبست کروں گا۔ جواب شرط ہے فعل مجزوم مضارع۔

عَارٍ : عریاں/ ننگا/ بے لباس/ جس کے تن پر کپڑا نہ ہو۔

کَسَوتُہٗ : میں نے لباس دیا جس کو/ میں نے کپڑا پہنایا جس کو۔

فَاستَکسُونِی: پس لباس مانگو مجھ سے، اس لفظ کا معاملہ بھی اوپر مذکور فَاستَھدُونِی اور فَاستَطعِمُونی جیسا ہے یعنی اس کے اندر بھی طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

أَکسُکُم : تب میں پہناؤں گا تم کو۔ جوابِ شرط ہے، فعل مضارع مجزوم۔

تُخْطِئُوْنَ : تم خطائیں کرتے ہو/تم لغزشیں کرتے ہو/تم غلطیاں کرتے ہو۔

اللَّیْلَ : رات

النَّھارَ : دن

أَغْفِرُ : میں بخش دیتا ہوں/ میں معاف کر دیتا ہوں۔

الذُّنُوبَ : گناہ۔ذَنْبٌ کی جمع ہے۔

جَمِیْعًا : سب کے سب/تمام/سارے

فَاسْتَغْفِرُوْنِی: پس تم مغفرت طلب کرو مجھ سے/ پس تم بخشش مانگو مجھ سے/ پس تم معافی مانگو مجھ سے۔ یہ لفظ بھی باب استفعال سے ہے۔

أَغْفِرْلَکُمْ: تب میں بخش دوں گا تمھیں/ میں بخش دوں گا تمہارے [گناہ] جوابِ شرط۔فعل مضارع مجزوم۔

لَنْ تَبْلُغُوا: ہرگز نہیں تم پہنچ سکتے/ ہرگز نہیں تم طاقت رکھتے۔

ضُرِّی : میرے نقصان تک

فَتَضُرُّوْنِی: پس تم نقصان پہنچا لو مجھے/ پس تم مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر دیکھو۔

نَفْعِی : میرا فائدہ۔

فَتَنْفَعُوْنِی: پس تم نفع پہنچا لو مجھے/ پس تم مجھے نفع پہنچانے کی کوشش کر دیکھو۔

أَوَّلَکُمْ : تمہارا سب سے پہلا/تم میں سے سب سے پہلا۔

آخِرَکُمْ : تمہارا سب سے آخری/تم میں سے سب سے آخری

اِنْسَکُمْ : تمہارا انسان/ مراد تمام انسان ہیں۔

جِنَّکُمْ : تمہارا جن۔مراد تمام جن ہیں

کَانُوا : ہو جائیں

أَتْقٰی : سب سے زیادہ متقی۔اسم تفضیل

مَازَادَ : نہیں اضافہ کیا اس نے۔یہ ماضی ہے لیکن جملے کے سیاق کو دیکھتے ہوئے ترجمہ مستقبل میں کریں گے "نہیں اضافہ کرے گا۔"

مُلْکِی	:	میری بادشاہت
اَفْجَرِ	:	فاجرترین/سب سے بڑافاجر۔فاجر سے اسم تفضیل،افضل کے وزن پر۔
مَا نَقَصَ	:	نہیں کمی کی/نہیں نقصان کیا
قَامُوا	:	کھڑے ہوجائیں
صَعِیْدٍ	:	مٹی/زمین کااوپری حصہ
فَسَأَلُونِی	:	پھرسوال کریں مجھ سے
فَأَعْطَیْتُ	:	تومیں عطاکردوں
کُلَّ واحِدٍ	:	ہرایک کو
مَسْأَلَتَهٗ	:	اس کاسوال/اس کی طلب/اُس کی ضرورت اورحاجت
عِنْدِی	:	میرے پاس
کَمَا	:	جیسے/جیسا
یَنْقُصُ	:	وہ کمی کرتاہے
المِخْیَطُ	:	سوئی،جس سے سینے پرونے کاکام لیاجاتاہے۔مِفْعَل کے وزن پرخیط سے اسم آلہ ہے
اُدْخِلَ البَحْرَ	:	اُدْخِلَ: وہ داخل کی جائے،البَحْرَ: سمندرمیں
اُحْصِیْهَا	:	میں شمارکروں گاانہیں/میں ان کاحساب کروں گا۔
اُوَفِّیْکُمْ	:	میں بدلہ دیتاہوں تمہیں/میں لوٹاتاہوں تمھیں
اِیَّاهَا	:	یہی/انہی
وَجَدَ	:	جس نے پایا/جس نے دیکھا
خَیْرًا	:	خیر۔
فَلْیَحْمَدِ اللهَ	:	لہٰذاوہ اللہ کی تعریف کرے/لہٰذاوہ اللہ کاشکراداکرے
غَیْرَ ذٰلِکَ	:	اس کے علاوہ/یعنی خیرکے علاوہ۔
فَلَا یَلُومَنَّ	:	وہ ملامت نہ کرے/وہ بُرانہ کہے۔
اِلَّا نَفْسَهٗ	:	مگراپنے نفس کو/مگراپنے آپ کو۔

شرح الحدیث

◀◀ یہ حدیث قدسی ہے، (حدیث قدسی اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے صیغۂ متکلم میں کوئی چیز بیان کرتے ہیں) اس حدیث کا مضمون توحید اور اس کے تقاضوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا اور اختتام پر مضمون سے ذرا غیر متعلق دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور باقی مضمون اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خزانوں کی وسعت اور انسان کے عجز و درماندگی کے ذکر پر مشتمل ہے، پہلے اللہ تعالیٰ نے اختیار اور ہر قسم کے خزانوں کا سرچشمہ اپنی ذات کو قرار دیتے ہوئے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر چیز مجھ سے مانگے اور پھر انسان کو اس کی حیثیت بتائی ہے کہ میرے سامنے تیری کوئی ایسی حیثیت سرے سے ہے ہی نہیں جو مجھے کوئی نفع و نقصان پہنچا سکتی ہو۔ یہ سب کچھ اگر ہو رہا ہے تو انسان کی اپنی ذات کے بھلے اور فلاح کے لیے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس چیز کی ذرہ برابر ضرورت نہیں لہٰذا یہ ایک سبق ہے جس کو انسان ازبر کر لے تو اس کا فائدہ ہے۔ نہ کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا البتہ خود ہی نقصان میں رہے گا۔ ◀◀

ظلم میرے لیے بھی حرام ہے اور تمہارے لیے بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر رکھا ہے، یعنی میں اس بات سے پاک ہوں کہ کسی پر ظلم کروں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ظلم سے بھی کام لیتا ہے۔ ظلم تو کسی کا اختیار کی حدود اور تصرف کو متجاوز کرنے کا نام ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کرے۔ ◀◀ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے، اور نہ اس کی صفت کہ وہ بندوں پر ظلم کرے۔ چند مقامات دیکھیے:

وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ [قٓ:۲۹]

''اور میں اپنے بندوں پر بالکل ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔''

وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ [آل عمران:۱۰۸]

''اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔''

وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ [المومن:۳۱]

''اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔''

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ [فصلت:۴۶]

''اور تیرارب اپنے بندوں کے حق میں ہرگز ظالم نہیں ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا [یونس:۴۴]

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔''

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا [طٰہٰ:۱۱۲]

''جو شخص نیک اعمال کرے جب کہ وہ صاحب ایمان بھی ہو تو اُسے کسی ظلم اور حق تلفی کا خطرہ نہیں۔'' ◄◄

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ میں ظلم نہیں کرتا، لہٰذا انسانوں کو بھی یہ حکم دیا کہ تم بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

►► حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيْهِ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهَا فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَ لَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيْهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيْهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ (۱)

''جس کسی نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو، وہ اس دن سے پہلے پہلے اس ظلم سے خلاصی کرالے، جس دن وہاں درہم ہوگا نہ دینار اور پھر اسے اپنے مظلوم بھائی کو اپنی نیکیاں دینا پڑیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم بھائی کے گناہ اس کے ذمے کردیے جائیں گے۔''

ظلم قیامت کے روز ظالم کے لیے نامرادی کا باعث بن جائے گا۔ قرآن مجید کا بیان ہے:

وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا [طٰہٰ:۱۱۱]

''نامراد ہوگا وہ جو اس روز کسی ظلم کا بار گناہ اٹھائے ہوئے ہو۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ، ثُمَّ قَرَأَ: وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ اِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (ھود:۱۰۲) (۲)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ ۶۵۳۴

(۲) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ (وكذلك أخذ ربك إذا أخذا لقرىٰ......) ۴۶۸۶، صحیح مسلم ۲۵۸۳

''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ أَخْذَهٗ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (ھود:۱۰۲) 'اور تیرا رب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔''

ہدایت مجھ سے مانگو

حدیث کے الفاظ ہیں: ''تم سب بے راہ ہو، سوائے اس کے جسے میں ہدایت دے دوں، لہٰذا مجھ سے ہی ہدایت مانگو۔'' یہ بات قرآن حکیم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ انسان تو راہ راست سے نا آشنا تھا اس کو سیدھی راہ ہم نے دکھائی ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى [الضحیٰ:۷]

''اور اس نے تمھیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ پہلے وہ علم نہیں رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت کی صورت میں نبوت و رسالت کے بعد آپ ﷺ کو سکھایا۔ اس کے بارے میں بھی فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا [الشوریٰ:۵۲]

''اور اس طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے، تمھیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اس روح (قرآن) کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔''

انسانوں کو ہدایت سے سرفراز کرنے کا اللہ تعالیٰ کا اختیار قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا [الکھف:۱۷]

''جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے، اس کے لیے تم کوئی سرپرست و رہنما نہیں پا سکتے۔''

دلوں کو پھیرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے ہدایت کی طرف پھیر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اسی لیے تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ (۳)

''اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر تھامے رکھ۔''

کسی کو ہدایت دینے اور نہ دینے کا یہ اختیار مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ جس شخص کو چاہے ہدایت سے نواز دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس نکتے کو بھی کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ [القصص:۵۶]

''اے نبیؐ! تم جسے چاہو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے، جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔''

رزق کا مطالبہ بھی مجھ سے کرو

رزق کے خزانے اور ان کی تقسیم کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ روئے زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا [هود:۶]

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے، جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔''

چونکہ انسان نے رزق کے حصول کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا کیونکہ رزق کے خزانوں کا مالک وہ ہے لہٰذا اس کی تقسیم کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اختیار کو بیان کرنے کے بعد بڑے زوردار انداز میں مشرکین سے یہ سوال کیا کہ کیا تمہارے شرکاء میں سے کسی کے بس میں ہے کہ وہ رزق کے ان خزانوں کا مالک ہو اور ان کی تقسیم کرے۔ فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ [الروم:۴۰]

(۳) صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء ۲۶۵۴

"اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے، جو اِن میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ [اللہ] اور بہت بالا و برتر ہے، اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

جب ہر شے کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اسی سے مانگنا چاہیے۔ اسرائیلی روایات میں ایک روایت ہے کہ: حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ایک دنیاوی ضرورت پیش ہے لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ میں تجھ سے دنیا کا مطالبہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: مجھ ہی سے مانگو حتیٰ کہ آٹے کے لیے نمک اور گدھے کے لیے چارہ بھی مجھ سے مانگو، کیونکہ بندے کو جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگتا ہے تو اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کے سامنے اپنی فقیری کا اعتراف بھی کرتا ہے تو اس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے: لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتّٰى شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ (۴)

"تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر ضرورت کا سوال اپنے رب سے کرے، حتیٰ کہ جب اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا سوال بھی اُسی سے کرے۔"

حدیث میں طعام اور کساء [خوراک و پوشاک] کا ذکر ہوا ہے۔ ہم نے ان دونوں چیزوں کو ایک جامع لفظ رزق کے تحت اوپر درج کر دیا ہے۔ لہٰذا اب پوشاک کی علیحدہ سے تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں رزق میں شامل ہیں۔ ◄◄

گناہوں کی معافی مجھی سے مانگو

فرمایا گیا ہے: "تم دن رات خطائیں کرتے رہتے ہو۔" لفظ خطا کا اطلاق عمدًا اور سہوًا دونوں طرح کے گناہوں پر ہوتا ہے، یعنی تم عمداً بھی گناہ کرتے رہتے ہو اور بھولے سے بھی تم سے خطائیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم مجھ سے ان گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔

►► خطا سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا انسان کا شیوہ ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بھی اپنی لغزشوں، خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہے۔

---

(۴) ترمذی، کتاب الدعوات، باب لیسأل أحد کم ربہ حاجتہ کلھا......۳۶۰۴

قرآن مجید کی آیات کا مطالعہ کیجیے:

حضرتِ آدم جنت کے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لینے کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کے یوں خواستگار ہوتے ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[الاعراف:۲۳]

"اے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔"

حضرت نوحؑ بیٹے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ذرا الحاح سے بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرزِ عمل کو ناپسند فرمایا اس پر حضرت نوحؑ فوراً اللہ کی بارگاہ میں گر گئے اور دست بدعا ہوئے:

رَبِّ اِنِّىْۤ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْــَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْلِىْ وَ تَرْحَمْنِىْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ[هود:۴۷]

"اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔"

حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شہر چھوڑ گئے اور اللہ کی ناراضی سے مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے مگر وہاں اپنی تقصیر کا احساس ہوا اور یہ دعا وردِ زبان رہی:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ[الانبیاء:۸۷]

"نہیں ہے کوئی الٰہ مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔"

جب اللہ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہیں تو عام آدمی اپنے گناہوں پر طلب مغفرت سے بے نیاز کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں سو سو بار اللہ سے استغفار کیا کرتے تھے۔

خطاؤں پر معافی و مغفرت طلب کرنے والے لوگ تو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ حضرت انسؓ سے مروی ترمذی و ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ بَنِى آدَمَ خَطَّاءٌ، وَ خَيْرُ الْخَطَّاءِ يْنَ التَّوَّابُوْنَ(۵)

(۵) ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی استعظام المومن ذنوبہ ۲۴۹۹

''تمام بنی آدم خطا کار ہیں، مگر بہترین خطا کار وہی ہو سکتے ہیں، جو توبہ کر لیتے ہیں۔''

آیتِ قرآنی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ[آل عمران:۱۳۵]

''[اور یہ متقی] لوگ وہ ہیں، جو کبھی کوئی فحش کام کر بیٹھیں یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں...... اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے؟''

اللہ کی صفتِ بے نیازی

حدیث کے اگلے حصے ''اگر تمہارا اول و آخر اور انس و جن......'' میں ایسے عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ہر چیز سے بے نیاز ہے اور مخلوق کی کسی چیز سے اس کو ذرہ بھر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں چند باتیں واضح کی ہیں:

- زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، سب کا سب اسی کی ملکیت ہے، لیکن وہ اس سب کچھ سے بے نیاز ہے، اسے اس کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ''وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ اس پیدا کردہ وجود کو ختم کر دے اور کسی اور کو اس کی جگہ پیدا فرما دے اور جو ذات اس بات پر قادر ہو کہ وہ جو چاہے تخلیق کرے تو اس سے یہ بات از خود ثابت ہو گئی کہ وہ ذات ہر قسم کی موجودات سے مستغنی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کسی ساجھی شریک سے بھی بے نیاز ہے، اس کا کہنا ہے:

  وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ''بادشاہت میں اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے''
- اللہ تعالیٰ کو کسی معین و مددگار کی بھی کوئی ضرورت نہیں، وہ کہتا ہے: وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ۔ اس کی صفتِ عزت (غلبہ و اقتدار) ہمہ وقت ثابت و مسلم ہے اور اس کے بارے میں صفتِ ذلت (کمزوری یا ناتوانی) کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور جس ذات کی یہ صفات ہوں، اسے اپنے مطیع کی اطاعت و فرمانبرداری کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ اگر ساری مخلوق ایک متقی و پارسا شخص کی مانند تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند ترین مرتبے پر کیوں نہ پہنچ

جائے اور اس کے اوامر ونواہی کی ہمہ وقت، بلا حیل وحجت پابندی کرے، ذرہ برابر اس کی مخالفت نہ کرے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہوسکتا ہے، اور نہ رتی بھر اس کی بادشاہت وسلطنت میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے۔ مخلوق تو اطاعت وفرمانبرداری کی روش اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی اختیار کرتی ہے اور مخلوق کی یہ فرمانبرداری تو اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ لیکن اگر یہی ساری مخلوق سب سے بڑے فاجر یعنی ابلیس کی طرح معصیت کی راہ پر چل پڑے، اس کے احکامات سے روگردانی کرلے، اس کے نواہی پر کان نہ دھرے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ اس کی سلطنت و بادشاہت میں ذرہ برابر کمی کرسکتی ہے۔ وہ ذاتِ الٰہ اگر چاہے تو ان سب کو ہلاک کرکے ان کی جگہ دوسری مخلوق پیدا کرلے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کی روش اسے کوئی نفع پہنچا سکتی ہے یا معصیت وانکار کا رویہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اللہ کے خزانوں کی وسعت

اوپر مذکورہ وضاحت کے تسلسل میں ہی آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میری سلطنت اور خزانوں کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ساری مخلوقات مل کر بیک وقت مجھ سے اپنی حاجات وضروریات جس قدر چاہیں مانگ لیں اور میں ہر ایک کو اس کے مطالبے کے مطابق دے دوں تو میرے خزانے میں اتنی ہی کمی واقع ہوسکتی ہے جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے پر سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اب دیکھیے کہ سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے تو سمندر میں کوئی کمی نہیں آتی اگر پانی کی حقیرسی مقدار سوئی کے ساتھ لگ بھی جاتی ہے تو وہ اس قدر کم ہوتی ہے کہ آنکھیں اسے دیکھنے سے قاصر ہیں اور ترازو اس کا وزن کرنے سے عاجز ہے۔

حدیث کے آخر میں انسان کے لیے یہ ہدایت ورہنمائی موجود ہے کہ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق ملتی ہے تو اس پر اسے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے اور اگر وہ دیکھتا ہے کہ میں اطاعت و فرمانبرداری کے کام نہیں کررہا بلکہ معصیت کی زندگی گزار رہا ہوں تو اس کی ذمہ داری کسی اور کے اوپر عائد نہ کرے، بلکہ اپنے ہی نفس کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے۔

فقہ الحدیث

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظم، عدل وانصاف پر قائم کر رکھا ہے۔ ظلم سے اُس کو کوئی علاقہ نہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے نہ تو دنیا میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ قیامت کے روز ہوگی۔

۳- جب ظلم کو اللہ نے اپنے اوپر حرام کرر کھا ہے تو وہ بھلا بندوں سے اس کا ارتکاب کیسے گوارا کر سکتا ہے؟

۴- اللہ تعالیٰ نے محض ظلم سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ باہمی ظلم سے بھی منع فرمایا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قبل ہر انسان ناواقف راہ ہوتا ہے۔

۶- ہدایت کا مکمل اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں، نبیوں کے بعد دیگر انسانوں کے مراتب کی تو حیثیت ہی دوسری ہے۔

۷- انسان کو ہدایت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرنی چاہیے۔

۸- ہر انسان بھوکا ننگا ہے اور جو خود بھوکا ننگا ہے وہ بھلا اوروں کو کیا دے سکتا ہے؟

۹- انسان کو دنیا بھی اللہ سے ہی مانگنی چاہیے۔

۱۰- انسان کو ظاہری و باطنی پردے کا سوال اللہ تعالیٰ سے ہی کرنا چاہیے۔

۱۱- خطاؤں سے کوئی انسان مبرا نہیں۔لہٰذا ان پر اللہ سے معافی طلب کرنا ہر انسان کے اوپر لازم ہے۔

۱۲- قرآن کے مطابق انبیاء نے بھی اپنی لغزشوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔

۱۳- نفع یا نقصان کے پہلو سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں۔

۱۴- اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے۔اسے کسی نفع نقصان کی کوئی پروا نہیں۔

۱۵- اللہ کے خزانے بہت وسیع ہیں، مخلوق کو عطا کرنے سے ان میں ذرا کمی نہیں ہوتی۔

۱۶- انسان کی اچھائی کا سبب اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے اور اس کی برائی کی وجہ اس کی اپنی ذات ہے۔

۱۷- اچھے کام پر اسے اللہ کا شکر کرنا چاہیے۔

۱۸- برے کام پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

۱۹- دنیا میں انسان کا ایک ایک عمل شمار ہو رہا ہے، جس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

❖❖❖❖❖❖❖

٢٥

الحديث الخامس والعشرون

عَنْ أَبِی ذَرٍّ ﷺ ایضًا:

"أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّی وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ، اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْیٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِی بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَأْتِی أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟! قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِی حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۵

الحدیث الخاس والعشرون

صدقہ کا وسیع تصور

عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ اَیْضًا:

’’ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ

’’أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ ﷺ:

اصحابِؓ رسولؐ میں سے کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

یارسول اللہ ﷺ!

ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ،

اہل مال و دولت اجر لے اڑے۔

یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّي

وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں

وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ

اور ہماری طرح ہی روزہ رکھتے ہیں

وَیَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ أَمْوَالِهِمْ،

(لیکن) اپنے زائد مال و دولت صدقہ بھی کرتے ہیں۔

قَالَ: أَوَ لَیْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ،

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھی ایسی چیز نہیں بنا دی، جس کو تم صدقہ کرسکو؟

اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً،
بلاشبہ صدقہ تو ہر تسبیح (سبحان اللہ) بھی ہے

وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً،
صدقہ تو ہر تکبیر (اللہ اکبر) سے بھی ہے۔

وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً
صدقہ تو ہر تحمید (الحمد للہ) سے بھی ہے،

وَکُلِّ تَهْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً،
صدقہ تو ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ) سے بھی ہے۔

وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ،
اور نیکی کا حکم دینا بھی ایک صدقہ ہے،

وَنَهْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ صَدَقَۃٌ،
برائی سے روکنا بھی ایک صدقہ ہے

وَفِیْ بُضْعِ أَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ،
(حتیٰ کہ بیوی کے ساتھ) تمہاری شرمگاہ (کا استعمال) بھی صدقہ (باعثِ ثواب) ہے۔"

قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ أَیَأْتِیْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَیَکُوْنُ لَهٗ فِیْهَا أَجْرٌ؟!
صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس پر بھی اس کو اجر ملے گا؟

قَالَ أَرَأَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ أَکَانَ عَلَیْهِ وِزْرٌ؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر آدمی اس کو حرام جگہ استعمال کرے تو کیا اس کو گناہ نہیں ہوگا؟

فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَهٗ أَجْرٌ"
اسی طرح اگر وہ اس کا حلال استعمال کرتا ہے تو اس پر اسے اجر ملے گا!"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
[اسے مسلم نے روایت کیا ہے]

تفهیم الفاظ

أَهْلُ الدُّثُورِ: اہل ثروت/ دولت مند۔ الدُّثُورُ، دَثِرٌ کی جمع ہے۔ بہت سامان۔

يُصَلُّونَ : وہ نماز پڑھتے ہیں

كَمَا : جیسے/ جس طرح

نُصَلِّي : ہم نماز پڑھتے ہیں

يَصُومُونَ : وہ روزہ رکھتے ہیں

نَصُومُ : ہم روزہ رکھتے ہیں

يَتَصَدَّقُونَ : وہ صدقہ کرتے ہیں/ وہ صدقہ دیتے ہیں

بِفُضُولِ : فالتو/ زاید/ ضرورت سے زائد

أَوَ لَيْسَ : کیا نہیں

قَدْ جَعَلَ : اس نے بنادیا/ اس نے کردیا

مَا تَصَدَّقُونَ: جو تم لوگ صدقہ کرو

تَسْبِيحَةٍ : تسبیح/ سبحان اللہ پڑھنا

تَكْبِيرَةٍ : تکبیر/ اللہ اکبر پڑھنا

تَحْمِيدَةٍ : تحمید/ الحمد للہ پڑھنا

تَهْلِيلَةٍ : تہلیل/ لا الہ الا اللہ پڑھنا

أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ: نیکی کا حکم دینا

نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ: برائی سے روکنا

بُضْعِ : شرم گاہ/ فرج

شَهْوَتَهُ : اپنی فطری خواہش، جنسی خواہش، شہوانی خواہش۔

أَرَأَيْتُمْ : تمہارا کیا خیال ہے؟

لَوْ وَضَعَهَا: اگر وہ استعمال کرے اسے

أَكَانَ : کیا ہوگا

وِزْرٌ : بوجھ/گناہ

شرح الحدیث

◄ یہ حدیث اور اس سے اگلی حدیث میں صدقہ کا ایک وسیع مفہوم اور تصور پیش کیا گیا ہے۔ صدقہ کی عمومی اور اصولی تعریف اور مفہوم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی خوشنودی و رضا مندی کے حصول کی خاطر مال و دولت خرچ کرنا ہے۔ یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا نام صدقہ ہے، لیکن اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مخصوص مفہوم کے دائرے میں اس قدر وسعت فرما دی ہے کہ اجر کی نیت سے کیا گیا مسلمان و مومن کا ہر اچھا عمل صدقہ قرار پائے گا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ[1] "ہر اچھا کام صدقہ ہے۔"

پیش نظر حدیث میں ان لوگوں کی محرومی کا ازالہ بھی موجود ہے، جو مالدار نہ ہونے کی وجہ سے انفاق کے ذریعے اجر و ثواب حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اِنفاق اور صدقہ کا ایسا تصور دیا ہے کہ وہ اس طریقے سے ان لوگوں سے بھی اجر میں آگے نکل سکتے ہیں، جو مال و دولت خرچ کر کے اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

حدیث میں سب سے پہلے چند کلمات کے ادا کرنے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ تسبیح [سُبْحَانَ اللهِ]، تکبیر [اَللّٰهُ اَكْبَرُ]، تحمید [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] اور تہلیل [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] کے کلمات ہیں۔ ان کلمات کے ذکر کی فضیلت و اہمیت اربعین کی حدیث ۲۳ میں آگئی ہے تفصیل وہاں دیکھیے!

کلماتِ ذکر کے ساتھ ہی زبان سے کیا جانے والا ایک اور عمل بھی ذکر کر دیا گیا کہ یہ بھی صدقہ ہے، یعنی کسی کو نیکی کرنے کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنے کے لیے وعظ و نصیحت کرنا بھی صدقہ ہے۔

صدقہ کے اس مفہوم کی وسعت کی حد دیکھیے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ اپنی شہوت کی تسکین کی خاطر ازدواجی تعلقات قائم کرتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ کیوں؟...... اس لیے کہ زنا کاری کو حرام قرار دیا گیا ہے اور نکاح کے ذریعے تعلقِ ازدواج کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔ ایک آدمی جب حرام سے

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ۱۰۰۵

بچنے کی خاطر کسی عورت سے نکاح کے بعد اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے اور لازمی بات ہے کہ اسے اس پر اجر ملے گا۔

اب آیئے احادیث کی روشنی میں صدقہ کے مفہوم کی مزید وسعت کا مطالعہ کریں۔

زیر تشریح حدیث کے راوی حضرت ابوذرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَبَسُّمُکَ فِی وَجْهِ أَخِیکَ لَکَ صَدَقَةٌ،
وَ أَمْرُکَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ،
وَ اِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِی أَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَةٌ
وَاِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشَّوکَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیقِ لَکَ صَدَقَةٌ
وَ اِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِی دَلْوِ أَخِیکَ لَکَ صَدَقَةٌ (۲)

''تیرا اپنے [مسلمان] بھائی کو مسکرا کر ملنا صدقہ ہے،
تیرا نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے،
تیرا کسی راستہ بھولے ہوئے شخص کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے،
تیرا راستے سے ہڈی، کانٹا اور پتھر ہٹا دینا صدقہ ہے،
تیرا اپنے ڈول سے اپنے [مسلمان] بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔''

شجر کاری اور کاشت کاری بھی صدقے کے مفہوم کی اس وسعت میں شامل ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا کَانَ مَا أُکِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ،
وَ مَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ،
وَ مَا أَکَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ،
وَمَا أَکَلَتِ الطَّیْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ،
وَ لَا یَرْزَأُهُ أَحَدٌ اِلَّا کَانَ لَهُ صَدَقَةٌ (۳)

---

(۲) ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی صنائع المعروف ۱۹۵۶

(۳) صحیح بخاری، کتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس ......۲۳۲۰،
صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع ۱۵۵۲ واللفظ له

''مسلمان کوئی چیز بھی کاشت کرے تو اس سے جو کچھ کھایا جائے گا وہ اس کے لیے صدقہ ہے،
جو کچھ اس سے چوری ہو جائے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے،
جو کچھ درندے اس سے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے،
جو کچھ اس سے پرندے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے،
حتی کہ اگر کوئی اس کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ بھی اس مسلمان کے لیے صدقہ ہے۔''

ایک حدیث میں آتا ہے:

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَی أَهْلِهِ صَدَقَةٌ(۴) ''انسان کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔''

مقدام بن معدیکربؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ،
وَمَا أَطْعَمْتَ وَ لَدَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ،
وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ
وَ مَا أَطْعَمْتَ خَادِمَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ(۵)

''تو جو کچھ اپنے آپ کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔
جو اپنی اولاد کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے،
جو اپنی بیوی کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے،
اور جو اپنے خادم کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے۔'' ◄◄

فقه الحديث

۱- صدقہ محض انفاق کا نام نہیں ہے، جو امیروں کے لیے مخصوص ہو۔ غریب لوگوں کے لیے بھی نیکیاں کمانے کے ہزاروں مواقع ہیں۔

۲- بھلائی کا ہر کام صدقہ ہے، اور ہر صدقہ جو نیک نیتی سے دیا جائے باعثِ اجر وثواب ہوگا۔

---

(۴) ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقۃ علی الأهل ۱۹۶۵

(۵) احمد ۱۳۱/۴

۳- اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر بھی صدقہ ہے۔

۴- بھلائی کی ترغیب اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔

۵- جنسی خواہش کو حلال طریقے سے پورا کرنا صدقہ ہے۔

۶- اپنے اوپر اور اہل وعیال کے اوپر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

۷- مسلمان بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ ہے۔

۸- کسی راہ بھولے شخص کو راہ بتانا صدقہ ہے۔

۹- راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔

۱۰- کسی کو کوئی معمولی چیز دے دینا صدقہ ہے۔

۱۱- زمین میں کاشت کی گئی فصل سے جو کچھ بھی مخلوق استعمال کرے وہ بھی کاشتکار کے لیے صدقہ ہے۔

۱۲- صدقے کا ایک نہیں کئی طریقے ہیں

۱۳- بھلائی کے کسی کام کو حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے، بلکہ اجر کی نیت سے انجام دینے کی کوشش کی جائے۔

❖❖❖❖❖❖

۲۶

الحدیث السادس والعشرون

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ، تَعْدِلُ بَیْنَ اثْنَیْنِ صَدقَةٌ وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِی دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَیْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَیْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِیْطُ الْأَذَی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ"

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ

۲۶

الحدیث السادس والعشرون

انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے

[صدقہ کے مفہوم کی مزید وسعت]

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ:

"ابو ہریرۃ ﷺ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ،

ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ (عضو) پر صدقہ واجب ہے۔

تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ

دو آدمیوں کے درمیان تمہارا عدل وانصاف بھی صدقہ ہے،

وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ،

کسی کو سواری پر سوار ہونے میں تمہاری مدد اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا بھی صدقہ ہے،

وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ،

اور اچھی گفتگو بھی صدقہ ہے۔

وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ،	اور ہر اُس قدم سے جو تم نماز کے لیے اُٹھاتے ہو اجر پاؤ گے
وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ"	یہاں تک کہ تمہارا راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ)	[اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے]

تفہیم الفاظ

سُلامٰی : ہڈی کا جوڑ، اس کی جمع سُلامِیات ہے۔

تَطْلُعُ : طلوع ہوتا ہے [سورج عربی میں مؤنث ہے]

الشَّمْسُ : سورج

تَعْدِلُ : تو عدل کرے/ تو انصاف کرے، تمہارا عدل و انصاف

بَيْنَ : درمیان

اِثْنَيْنِ : دو [۲]

تُعِيْنُ : تو مدد کرے، تمہاری مدد

دَابَّتِهٖ : اس کا چوپایہ/ اس کی سواری

فَتَحْمِلُهٗ : تو اسے سوار کرا دے

تَرْفَعُ : تو اٹھا کر رکھ دے

مَتَاعَهٗ : اس کا سامان

خُطْوَةٍ : قدم/ وہ فاصلہ جو چلتے وقت انسان کے دونوں قدموں کے درمیان طے ہوتا ہے۔

تَمْشِيهَا : تو چلتا ہے انہیں، یعنی تو جو قدم اٹھاتا ہے۔

تُمِيطُ : تو ہٹا دیتا ہے/ تو پرے کر دیتا ہے/ تو دور کر دیتا ہے

اَلْاَذٰی : تکلیف دہ چیز/نقصان دہ چیز

اَلطَّرِیْقِ : راستہ/سڑک

شرح الحدیث

سُلَامٰی انسانی جسم کے چھوٹے چھوٹے اعضا (جوڑوں) کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جوڑ تین سو ساٹھ ہیں اور ہر جوڑ کا روزانہ صدقہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید اور نماز کے لئے اٹھائے گئے قدموں کی طرح کا ہر نیک عمل صدقہ ہے۔ جو شخص دن کے آغاز ہی میں یہ صدقہ ادا کر دے اس نے اپنے بدن کی زکوٰۃ ادا کر دی اور باقی دن اپنے آپ کو محفوظ و مامون کر لیا۔ حدیث میں آیا ہے: اَنَّ رَکْعَتَیْنِ مِنَ الضُّحٰی تَقُوْمُ مَقَامَ ذٰلِکَ ''چاشت کی دو رکعات اس (صدقہ) کے قائم مقام ہیں'' حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَا ابْنَ آدَمَ صَلِّ لِی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ الْیَوْمِ اَکْفِکَ مِنْ اَوَّلِ النَّھَارِ وَاَکْفِکَ آخِرِہٖ[1] ''اے ابن آدم! دن کے آغاز میں میرے لئے چار رکعات پڑھ لے میں دن کے آغاز اور اختتام دونوں میں تیرے لیے کافی ہو جاؤں گا''۔

◄◄ حدیث کا آغاز ان الفاظ سے ہے کہ انسان کو ہر روز اپنے اعضائے جسم کا صدقہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد صدقہ کی چند صورتیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ آیئے پہلے یہ معلوم کرتے ہیں کہ جسم پر عائد ہونے والا صدقہ کیا ہے؟

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنْ نَفْسِ ابْنِ آدَمَ اِلَّا عَلَیْھَا صَدَقَۃٌ فِی کُلِّ یَومٍ طَلَعَتْ فِیْہِ الشَّمْسُ. قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَ مِنْ اَیْنَ لَنَا صَدَقَۃٌ نَتَصَدَّقُ بِھَا؟ قَالَ: اِنَّ اَبْوَابَ الْخَیْرِ لَکَثِیْرَۃٌ، اَلتَّسْبِیْحُ وَالتَّحْمِیْدُ وَالتَّکْبِیْرُ وَالتَّھْلِیْلُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ، وَ تَسْمَعُ الْاَصَمَّ وَ تَھْدِیَ الْاَعْمٰی، وَ تُدِلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلٰی حَاجَتِہٖ، وَ تَسْعٰی بِشِدَّۃِ سَاقَیْکَ مَعَ اللَّھْفَانِ الْمُسْتَغِیْثِ، وَ تَحْمِلُ بِشِدَّۃِ ذِرَاعَیْکَ مَعَ الضَّعِیْفِ، فَھٰذَا کُلُّہٗ صَدَقَۃٌ مِنْکَ عَلٰی نَفْسِکَ[2]

(۱) دارمی ۱/۴۰۱

(۲) ابن حبان ۳۳۴۶

''اولادِ آدم میں سے ہر جان کے اوپر ہر روز صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اتنا مال ہمارے پاس کہاں سے آئے گا جس کا ہم صدقہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں: تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل نیکی کی ترغیب اور برائی کی روک تھام اور یہ کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو، کسی بہرے کو بات سنا دو، اندھے کو راستہ بتا دو، اپنی پنڈلیوں کے زور پر چل کر مدد کے طلب گار کسی مجبور کی مدد کر دو، اپنی قوت بازو سے کسی ضعیف کا بوجھ اٹھا دو، یہ سب کام تمہاری اپنی طرف سے تمہارے نفس کے لیے صدقہ ہیں۔''

صحیح مسلم کی روایت ہے: حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَيَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَ يَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهٗ صَدَقَةٌ(۳)

''ہر مسلمان پر صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ (صدقے کے لیے کچھ) نہ پائے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے یا کر نہ سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی مجبور حاجت مند کی مدد کر دے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھلائی کا حکم دے۔ صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر وہ برائی سے بچے یہ بھی صدقہ ہے!''

یہ صدقہ کی وہ صورتیں ہیں، جن کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے۔ صدقہ کی کچھ صورتیں وہ بھی ہیں، جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔ مثال کے طور پر ذکر [تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید اور استغفار وغیرہ] رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نماز کے لیے مساجد کی طرف جانا، وہاں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا کسی وعظ وتلقین اور درس وتدریس کو سننا، اسی طرح لباس، چال ڈھال میں تواضع اختیار کرنا، کوئی ہنر سیکھنے سکھانے میں وقت صرف کرنا، حلال روزی کمانا اور اس کی تلاش میں رہنا، اسی طرح گزشتہ اعمال پر نفس کا محاسبہ کرنا اور سابقہ گناہوں پر ندامت، توبہ اور غم وافسوس کرنا۔ اللہ کے معاملے میں اپنے نفس کو حقیر سمجھنا، برے کاموں پر نفس کی مخالفت کرنا اور اس کی ناراضی مول لینا، اللہ کے خوف وخشیت سے رونا، زمین وآسمان کے ملکوت (بادشاہی) میں

(۳) صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب کل معروف صدقة ۶۰۲۲

تفکر کرنا، آخرت اور اس سے متعلق چیزوں جنت کے وعدے، جہنم کی وعید وغیرہ پر غور کرنا، اسی طرح کی دیگر چیزیں جن سے ایمان بڑھتا اور اس سے دل کے اعمالِ خشیت ومحبت اور امید وتوکل پرورش پاتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ تفکر بدنی اعمال کے نوافل سے افضل ہے۔ یہ بات ایک سے زائد تابعین حضرت سعید بن میبب، حضرت حسن بصری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے۔ حضرب کعب کا بیان ہے کہ اللہ کے خوف سے رووں یہ عمل مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے بدن کے وزن جتنا سونا اللہ کی راہ میں صدقہ کروں۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب)

فقه الحديث

۱- مال کی طرح بدن کی بھی زکوٰۃ ہے۔
۲- بدن کی زکوٰۃ نیکی اور بھلائی کے وہ کام ہیں، جو فرائض کے دائرے میں نہیں بلکہ نوافل کے دائرے میں آتے ہیں۔
۳- نوافل کے دروازے بے شمار ہیں۔
۴- حدیث کی روشنی میں دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا نیکی ہے۔
۵- کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی نیکی ہے۔
۶- کسی کا سامان لادنے میں معاونت کرنا بھی نیکی ہے۔
۷- اچھی بات کرنا بھی نیکی ہے۔
۸- راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی نیکی ہے۔
۹- نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم نیکی ہے۔
۱۰- کسی (بات نہ سن سکنے والے) بہرے کو بات سمجھا دینا بھی نیکی ہے۔
۱۱- کسی معمولی رہنمائی چاہنے والے کی رہنمائی کر دینا بھی نیکی ہے۔
۱۲- کسی مجبور و بے بس کی مدد کر دینا بھی نیکی ہے۔
۱۳- برائی سے بچنا بھی نیکی ہے۔
۱۴- غرض كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ [ہر اچھا کام نیکی ہے]

❖❖❖❖❖❖❖

٢٧
الحدیث السابع والعشرون

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی نَفْسِکَ وَکَرِهْتَ أَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ"

رَوَاهُ مُسلِم

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ ﷺ قَالَ:

"أَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ: اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ، اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَیْهِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ، وَاِنْ أَفْتَاکَ النَّاسُ وَأَفْتَوْکَ"

حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَیْنَاهُ فِی مُسْنَدَی الْاِمَامَیْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَالدَّارِمِیِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ

۲۷
الحدیث السابع والعشرون

نیکی اور گناہ کی پہچان

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ
وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی نَفْسِکَ
وَکَرِهْتَ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ"

رَوَاهُ مُسلِم

"نواس بن سمعان ﷺ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
نیکی حسن خلق ہے
اور جو چیز آپ کے دل میں کھٹکے اور ناگوار گزرے کہ اس کے بارے میں لوگوں کو خبر ہو، وہ گناہ ہے"
(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ ﷺ قَالَ:
"اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:
جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ؟
قُلْتُ نَعَمْ،

وابصہ بن معبد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ
میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو
آپ ؐ نے فرمایا:
تو نیکی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے؟
میں نے عرض کیا: ہاں!

قَالَ: اِستَفتِ قَلبَکَ،	آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے دل سے پوچھ!
اَلبِرُّ مَا اطمَأَنَّت اِلَیہِ النَّفسُ وَاطمَأَنَّ اِلَیہِ القَلبُ،	[پھر فرمایا] نیکی وہ ہے جس پر تیرا نفس اور دل مطمئن ہو
وَالاِثمُ مَا حَاکَ فِی النَّفسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدرِ، وَاِن أَفتَاکَ النَّاسُ وَأَفتَوکَ"	اور گناہ وہ ہے، جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس سے سینے میں تردّد پیدا ہو جائے۔ خواہ لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور تجھے بھی اس کے کرنے کا فتویٰ دیں"
(حَدِیثٌ حَسَنٌ رَوَینَاہُ فِی مُسنَدَی الاِمَامَینِ أَحمَدَ بنِ حَنبَلٍ وَالدَّارِمِیّ بِاِسنَادٍ حَسَنٍ)	(یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم نے اسے امام احمد بن حنبل اور امام دارمی کی مسند میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

اَلبِرُّ : نیکی/ اچھائی/ اچھا کام

الاِثمُ : گناہ/ برا کام

حَاکَ : وہ جو کھٹکے/ وہ جو شک پیدا کرے

فِی نَفسِکَ: تیرے دل میں

کَرِھتَ : تو ناپسند کرے/ تجھے ناپسند ہو

یَطَّلِعَ : اسے خبر ہو/ اسے اطلاع ہو۔ اس کا فاعل آگے النَّاسُ ہے۔ لہٰذا 'اسے' کو ترجمہ میں شامل نہیں کریں گے۔

أَتَیتُ : میں آیا۔

جِئتَ : تو آیا ہے۔

تَسأَلُ : تو سوال کرے گا۔

اِستَفتِ : تو پوچھ/تو فتویٰ مانگ

اِطمَأنَّتْ : وہ مطمئن ہو جائے [مؤنث ہے]

تَرَدَّدَ : شک پیدا ہو جائے۔

الصَّدرِ : سینہ/دل

اِنْ اَفْتَاکَ: خواہ فتویٰ دیں تجھے

اَفْتَوْکَ : وہ فتویٰ دیں تجھے

اَفْتَاکَ اور اَفْتَوْکَ: کا مطلب یہ ہے کہ خواہ لوگ تجھے بار بار اس کام کے جواز کا فتویٰ دیں۔

شرح الحدیث

نیکی

"نیکی حسن اخلاق ہے"۔ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں: نیکی انتہائی آسان کام ہے، خندہ پیشانی بھی نیکی ہے اور نرم و شیریں گفتگو بھی نیکی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت ایسی نازل فرمائی ہے جس میں نیکی کی کئی انواع کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرمایا: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۷۷)

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور (نیک وہ لوگ ہیں کہ) جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔"

گناہ

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ وہ ہے، جو دل میں کھٹکے، یعنی دل اس کام کے کرنے پر مطمئن و تیار نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ انسان جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو اپنے دل سے رجوع کر لینا چاہیے۔ اگر دل اس کام کے کرنے پر مطمئن ہو تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے۔ شک و شبہ سے متعلق حدیث اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ گزر چکی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ آدمؑ نے اپنے بیٹوں کو جو نصیحتیں کیں، اُن میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے انجام پر غور کر لو۔ اگر میں انجام پر غور کر لیتا تو درخت نہ کھاتا (اور جنت سے نکالا نہ جاتا) ان وصیتوں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو نیک لوگوں سے مشورہ لے لو۔ اگر میں فرشتوں سے مشورہ لے لیتا تو وہ مجھے درخت کا پھل نہ کھانے کا مشورہ دیتے۔

گناہ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ تم یہ پسند نہ کرو کہ اس بارے میں دوسروں کو اطلاع ہو۔ کیونکہ لوگ ایسے شخص کو لعنت ملامت کرتے ہیں، جو مشتبہ چیز کھا لیتا ہے یا اس کو حاصل کر لیتا ہے یا کوئی ایسا کام کر لیتا ہے، جس میں شبہ ہو کہ معلوم نہیں یہ حلال ہے یا حرام ہے اور حرام کام کے ارتکاب پر تو وہ پسند ہی نہیں کرتا کہ کسی کو اس بارے میں خبر ہو۔

گناہ کی ایک دوسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے کرنے پر تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے کہ یہ کام درست نہیں خواہ لوگ یہ فتویٰ ہی دے دیں کہ اس کام کا کرنا جائز ہے تم بھی کر لو۔ مثال سے اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس کوئی تحفہ لے کر آتا ہے اور اس کا اکثر مال حرام کی کمائی ہوتی ہے۔ اب آپ کا دل متردد ہو جاتا ہے کہ آپ یہ ہدیہ قبول کریں یا نہ کریں۔ مگر مفتی آپ کو یہ چیز لے کر استعمال کر لینے یا کھا لینے کا فتویٰ دے دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا شک و شبہ دور نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس طرح کے معاملات اور مواقع پر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا کام نہ کیا جائے جس میں شک و شبہ ہو۔

فقه الحدیث

۱۔ البِرُّ یعنی نیکی اچھے کردار و عمل کا نام ہے۔

۲- نیکی وہ فعل ہے جس کے کرنے پر دل مطمئن ہو۔

۳- گناہ وہ کام ہے، جس کے کرنے پر دل مطمئن نہ ہو۔اور ضمیر اس کے کرنے کی اجازت نہ دے۔

۴- نیکی اور گناہ کے کام میں امتیاز کرنے والا بہترین مشیر انسان کا نفس [ضمیر] ہے۔

۵- ہر کام کرتے وقت نفس [ضمیر] سے رجوع کرنا چاہیے، قرآن نے اسے نفسِ لَوَّامہ کہا ہے۔

۶- جس کام پر دل مطمئن نہ ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور جس پر دل مطمئن ہو اسے کر لیا جائے۔

۷- ایک مؤمن کا دل حلال پر مطمئن ہو جاتا ہے اور حرام پر مضطرب ہو جاتا ہے۔

۸- اگر انسان کا اپنا نفس کسی کام کو جائز نہ سمجھے تو دوسروں کا فتویٰ اس کے شبہ کو دور نہیں کر سکتا۔

۹- جہاں شبہ ہو وہ کام نہ کیا جائے کیونکہ شریعت نے شبہات سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

❖❖❖❖❖❖

۲۸

الحدیث الثامن والعشرون

عَنْ أَبِی نَجِیحِ العِرْباضِ بْنِ سَارِیَةَ ﷺ قَالَ:

"وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنهَا القُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنهَا العُيُوْنُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، قَالَ: أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَ إِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْراً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ المَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ و كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۲۸

الحدیث الثامن والعشرون

سنت سے تمسُّک اور بدعت سے اِحتراز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع نصیحت

عَنْ أَبِی نَجِیْحِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ:

"ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

"وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا القُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا العُیُوْنُ،

(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا وعظ دیا کہ اس وعظ سے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا،

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ وعظ تو ایسا تھا جیسے الوداعی نصیحت ہو، لہٰذا ہمیں اور نصیحت فرمایئے!

قَالَ: أُوْصِیْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَیْكُمْ عَبْدٌ،

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور سمع و طاعت کی نصیحت کرتا ہوں خواہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بنا دیا جائے۔

فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ فَسَيَرَى	تم میں سے جو بھی (طویل عمر) زندہ رہے گا
اخْتِلَافًا كَثِيْرًا،	وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔
فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ	لہٰذا تم میری اور خلفائے راشدین مہدیین
الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ	کی سنت کو اپنے اوپر لازم کر لینا،
عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ،	اسے ڈاڑھوں سے پکڑے رکھنا
وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ،	اور نئی چیزوں سے بچنا
فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ	کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہوتی ہے
وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ،	اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے
وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"	اور ہر گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے"
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)	(اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے)

تفہیم الفاظ

وَعَظَنَا : وَعَظَ + نَا: وعظ فرمایا + ہمیں۔

مَوْعِظَةً : وعظ/تذکیر/اللہ کی ذات یاد دلانے والی گفتگو

وَجِلَتْ مِنهَا : وَجِلَتْ: دہل گئے/کانپ اٹھے۔مِنهَا: اس سے یعنی وعظ سے

ذَرَفَتْ مِنهَا : ذَرَفَتْ: بہہ پڑیں/جاری ہو گئیں۔مِنهَا: اس سے یعنی وعظ سے

الْعُيُوْنُ : آنکھیں۔الْعَيْنُ کی جمع الْعُيُوْنُ ہے۔

كَأَنَّهَا : گویا یہ/جیسے یہ

مُوَدِّعٍ : وداع کہہ جانے والا/ چھوڑ جانے والا

فَأَوْصِنَا : نصیحت کیجیے ہمیں/ وصیت کیجیے ہمیں۔

أُوْصِيْكُمْ : میں نصیحت کرتا ہوں تمھیں/ میں وصیت کرتا ہوں تمھیں

السَّمْعِ : غور سے سننا/ توجہ سے سننا

الطَّاعَةِ : بات ماننا/ حکم ماننا

اِنْ تَأَمَّرَ : خواہ امیر بن جائے/ خواہ ذمہ دار بن جائے

عَبْدٌ : کوئی غلام

يَعِشْ : وہ زندہ رہے گا

فَسَيَرٰى : جلد وہ دیکھے گا

اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا: بہت زیادہ اختلاف

فَعَلَيْكُمْ : پس تم پر لازم ہے پکڑنا/ تھامنا

بِسُنَّتِي : میری سنت کو

سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ: خلفاء کی سنت

الرَّاشِدِيْنَ: راہِ راست اختیار کرنے والے۔ یہ رَاشِدٌ کی جمع ہے۔ اسم فاعل جمع۔

الْمَهْدِيِّيْنَ: ہدایت سے نوازے گئے/ ہدایت یافتہ، یہ مَهْدِیٌّ کی جمع ہے۔ اسم مفعول جمع
سُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ کا ترجمہ ہوگا: ”راہِ راست اختیار کرنے والے خلفاء کی سنت،“ جنھیں اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے۔

عضوا عَلَيْهَا: عَضَّ يَعُضُّ عَضًّا کا معنی دانتوں سے کاٹنا ہوتا ہے، یہاں مراد ہے مضبوطی سے پکڑنا، ترجمہ ہوگا: مضبوطی سے تھامو اسے۔ یعنی سنت کو۔

بِالنَّوَاجِذِ: داڑھیں۔ نَاجِذٌ کی جمع ہے

اِيَّاكُمْ : بچو تم/ دور رہو تم۔ اس لفظ کے بعد اگر و کے عطف کے ساتھ کوئی لفظ آئے تو اس کا معنی اس چیز سے بچنے کے ہوتے ہیں دیکھیے آگے آرہا ہے: وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ

وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرُ: نئے نئے کام/ نئے نئے امور۔ مراد دین میں نیا کام جاری کرنا ہے۔ مُحْدَثَاتِ کی واحد

مُحْدَثَةٌ ہے۔ اَلْاُمُوْرُ کی واحد الاَمْرُ ہے۔

بِدْعَةٌ : ہر ایسی چیز جس کا چلن دین میں نہ ہو اور نئے سرے سے اس کو رواج دے کر دین کا حصہ قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ عبادات میں ہر وہ کام جو سنت کے خلاف ہو بدعت کہلاتا ہے۔ عادات میں ہر وہ کام بدعت ہے جو اُصولِ شریعت اور روحِ شریعت کے خلاف ہو لیکن ہر نئی چیز بدعت نہیں ہوتی۔

ضَلَالَةٌ : گمراہی/ راہِ راست سے متضاد راستہ اور فکر و عمل

النَّارِ : آگ۔ یہاں جہنم مراد ہے

شرح الحدیث

◄◄ رسول اللہ ﷺ کے دلسوز و دلگداز انداز میں فرمائے گئے وعظ سے صحابہؓ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ دنیا کو چھوڑ جائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے کسی ایسی جامع نصیحت کی درخواست کی جس پر آپ ﷺ کے بعد وہ کار بند رہیں اور اس سے تمسک اختیار کیے رکھیں۔

تقویٰ---اسلام کا مطلوب

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی درخواست پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو۔

تقویٰ یعنی اللہ کا خوف تمام عبادات کا لب لباب اور اسلام کا مقصود ہے۔ اسلام کے اوامر و نواہی دراصل مسلمان و مومن کے اندر اسی صفت اور خوبی کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ تقویٰ کو اختیار کر لینے میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے اللہ تعالیٰ نے اگلوں اور پچھلوں سب کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَ اِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ [النساء:۱۳۱]

"تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔"

تقویٰ کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۱۸ دیکھیے۔

سمع وطاعت کی اہمیت اور حدود

سمع وطاعت [بات کو سننا اور ماننا] شریعت کی ایسی شاندار اصطلاح ہے کہ اجتماعیت کے نظام کا تمام تر انحصار اسی کے اوپر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر جب صحابہؓ سے بیعت لی تو فرمایا: عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ یعنی یہ عہد کرو کہ میری بات سنو اور مانو گے، صحابہؓ بھی اپنی گفتگوؤں میں یہ لفظ استعمال کرتے تھے کہ بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت کی بیعت کی۔"

رسول ﷺ کی سمع وطاعت کے بعد مسلمانوں کے امراء [حکمرانوں] کی سمع وطاعت بھی فرض قرار دی گئی ہے۔ متعدد احادیث میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ اس مضمون کا بیان آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِسْمَعُوا وَ أَطِيْعُوا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ (۱) "بات سنو اور مانو خواہ تمہارے اوپر کسی حبشی کو حکمران بنا دیا جائے اور اس کا سر مُنقّی کی مانند ہو۔"

حکمرانوں کی اس سمع وطاعت کا دائرہ اور حدود بھی حدیث کے اندر بیان کردیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

اِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَ أَطِيْعُوا (۲)

"اگر تمہارے اوپر ناک کٹے غلام کو حاکم بنا دیا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے مطابق حکمرانی کرے تو اس کی بات سنو اور مانو۔"

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوا لَهُ وَ أَطِيْعُوا مَا أَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ (۳)

"لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور اگر تمہارے اوپر ناک کٹا حبشی غلام بھی حکمران بن جائے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو جب تک وہ تمہارے اندر قرآن کو نافذ کیے رکھے۔"

سمع وطاعت کے اس دائرے کی مزید وضاحت رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ:

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولی ۶۹۳

(۲) صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة ۱۸۳۸

(۳) ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی طاعة الامام ۱۷۰۶، احمد ۴/۷۰

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الخَالِقِ (۴)

’’اُن کاموں میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، جن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔‘‘

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اگر ہمارے امیر ایسے ہوں جو آپ ﷺ کی سنت پر عمل نہیں کرتے اور آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے بارے میں آپ ﷺ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ یُطِعِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ (۵)

’’اس آدمی کی اطاعت [فرض] نہیں، جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا۔‘‘

اختلافات کے زمانے میں سُنّت سے تمسُّک

رسول اللہ ﷺ نے اپنی نصیحت کے اندر یہ خبر بھی دی کہ میرے بعد بہت سے اختلافات رونما ہوجائیں گے۔ یہ اختلافات دین کے اصولوں میں بھی ہوسکتے ہیں اور فروعات میں بھی۔ اعمال واقوال اور اعتقادات ونظریات میں بھی۔ اس صورت حال میں وہی لوگ راہ راست پر ہوں گے جو سنت رسول ﷺ اور سنت خلفائے راشدین پر عمل پیرا ہوں گے۔

سنت سے تمسّک کی اہمیت رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ’’اس کو داڑھوں سے تھامے رکھنا۔‘‘

سنت کے اتباع کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۹ اور ۴۱ دیکھیے۔

بدعات سے اجتناب واحتراز

دین کے اندر ایجاد کیا جانے والا ہر ایسا عمل، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، مُحْدَثَة کہلاتا ہے اور ہر مُحْدَثَة کو بدعة قرار دیا گیا ہے۔ بدعت دراصل ایسا عمل ہے، جو کوئی شخص اپنی عقل وفکر کی بنیاد پر اختراع کر کے اسے دین قرار دے۔ اس حدیث میں بدعت کی شناعت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کردیا گیا ہے۔

---

(۴) احمد ۱۳۱/۱

(۵) احمد ۲۱۳/۳

رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کو "بہترین بات" اور اپنی ہدایت ورہنمائی کو "بہترین رہنمائی" بھی کہا ہے جبکہ محدثہ [ہر نئے عمل] کو "بدترین امر" کہا ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ(٦)

"یقیناً بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت، محمد کی ہدایت ہے اور بدترین امور محدثات ہیں اور ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

محدثات و بدعات کو "امرِ مردود" کہہ کر بھی رسول اللہ ﷺ نے اس کے خطرناک ہونے کی طرف نشان دہی کی ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے اربعین کی حدیث ۵ دیکھیے! ◄◄

"میری سنت کو لازم پکڑو" کا مطلب یہ ہے کہ معاملات میں اختلافات کے مواقع پر سنت کو اپناؤ اور اسے ڈاڑھوں سے پکڑے رکھو۔ ڈاڑھوں سے مراد پچھلے دانت ہیں۔ جب انسان کسی چیز کو ڈاڑھوں میں پکڑتا ہے تو بڑی مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے کیونکہ تمام دانتوں کی قوت مجتمع ہو کر بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور سنت کو دانتوں سے پکڑنے کا مطلب، اسے اپنانا اور اہل بدعات کے پیچھے نہ چلنا ہے۔ یہاں خلفائے راشدین مہدیین سے ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم مراد ہیں، جو خلافت علی منہاج النبوۃ کے لیے سرتوڑ کوششیں کرتے رہے۔

فقہ الحدیث

١- ہر نیک عمل کی قبولیت کا انحصار تقویٰ پر ہے۔

٢- کوئی شخص تقویٰ کی راہ اختیار کیے بغیر اللہ کے حضور کامیاب نہیں ہوسکتا۔

٣- اِتباع کا دوسرا نام سمع وطاعت ہے۔

٤- اللہ اور رسول ﷺ کے بعد اولی الامر [اہل منصب] کی سمع وطاعت فرض قرار دی گئی۔

٥- اللہ و رسول ﷺ کی سمع وطاعت بلا حیل و حجت فرض ہے۔

٦- اولی الامر کی سمع وطاعت صرف معروف میں فرض ہے، معصیت اور منکر میں نہیں۔

---

(٦) صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة ٨٦٧

۷- سمع وطاعت سے دراصل دینی بنیادوں پر قائم ریاست کا استحکام مطلوب ہے۔

۸- سمع وطاعت سے انتشار، بغاوت اور باطل کی سرکوبی بھی مطلوب ہے۔

۹- اختلافات کے ہر موقع پر سنت سے رہنمائی حاصل کرنا فرض ہے۔

۱۰- سنت کا اطلاق خلفائے راشدین کے طریقے اور فیصلوں پر بھی ہوتا ہے۔

۱۱- سنت کی موجودگی میں بدعات کو رواج دینا رسول ﷺ کی حیثیت کو چیلنج کرنا ہے۔

۱۲- سنت کے مقابلے میں بدعت پر عمل اِتباعِ رسول ﷺ سے انکار ہے۔

۱۳- جس عمل یا سوچ کی اصل دین وشریعت میں نہ ہو، وہ بدعت ہے۔

۱۴- اللہ کے رسول ﷺ نے بدعت کو نا قابل قبول قرار دیا ہے۔

۱۵- بدعت گمراہی ہونے کی بنا پر جہنم میں لے جانے کا باعث بنے گی۔

۱۶- دنیاوی وسائل اور ذرائع پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا، یہ اعتقادات، عبادات، عادات اور معاملات میں شریعت کو مدنظر رکھنے کا نام ہے۔

❖❖❖❖❖❖

٢٩
الحديث التاسع والعشرون

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷺقَالَ:

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِى الْجَنَّةَ وَ يُبَاعِدُنِى عَنِ النَّارِ؟ قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَ اِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَ تُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِى الزَّكَاةَ، وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِى جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ – حَتّٰى بَلَغَ – يَعْمَلُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: أَ لَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهٖ، وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا، قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَوْ قَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ“

رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

۲۹
الحدیث التاسع والعشرون

ایک بہت بڑا سوال اور اس کا جواب

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷺ قَالَ:	''معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:
قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ	میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ
أَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ	مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل
و یُبَاعِدُنِی عَنِ النَّارِ؟	اور جہنم سے دور کردے؟
قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ	آپ ﷺ نے جواب دیا ''تم نے بہت بڑا سوال کیا ہے
وَاِنَّہُ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ،	(دراصل) یہ (عمل) اس شخص کے لیے بہت آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان بنادے۔
تَعْبُدُ اللّٰہَ لَاتُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا	''(وہ عمل یہ ہے کہ) تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو کہ کسی بھی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ۔
وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ	نماز قائم کرو،

وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ،	زکوٰۃ ادا کرو،
وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ،	رمضان کے روزے رکھو
وَتَحُجُّ الْبَيْتَ،	اور بیت اللہ کا حج کرو۔''
ثُمَّ قَالَ:	پھر آپؐ نے فرمایا:
أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟	''کیا میں تمہیں خیر کے دروازوں کی نشاندہی بھی نہ کردوں؟
اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ،	(وہ تین دروازے یہ ہیں) روزہ (گناہوں سے بچنے کی) ڈھال ہے۔
وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ	صدقہ خطا کو اس طرح مٹا دیتا ہے
كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ،	جیسے پانی آگ کو بجھا ڈالتا ہے
وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ،	اور آدھی رات کے وقت آدمی کا نماز پڑھنا (بھی خیر کا ایک دروازہ ہے)''
ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ – حَتّٰى بَلَغَ – يَعْمَلُوْنَ،	پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت کیں۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدہ:۱۶،۱۷)☆

☆ ترجمہ: ''اُن (نیک بندوں) کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے رب کو (نماز تہجد میں) خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، لہٰذا (ان نوافل کا اہتمام کرو!) کوئی (نفس) نہیں جانتا کہ ان کے اِن اعمال کی جزاء میں ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے؟''

ثُمَّ قَالَ: أَلا أُخبِرُکَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنامِهِ؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں سارے معاملے کی بنیاد، ستون اور چوٹی کے بارے میں نہ بتاؤں؟“

قُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسولؐ اللہ! بتایئے!

قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ

آپ ﷺ نے فرمایا: ”معاملے کی بنیاد اسلام ہے۔

وَعَمُوْدُهُ الصَّلاةُ،

اس کا ستون صرف نماز ہے

وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الجِهَادُ،

اور اس کی چوٹی صرف جہاد ہے“

ثُمَّ قَالَ: أَلا أُخبِرُکَ بِمَلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّهِ؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سارے معاملے کا احاطہ کرنے والی چیز کے متعلق نہ بتاؤں؟“

قُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ،

میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں، بتایئے!

فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، وَقَالَ:

پھر آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا:

کُفَّ عَلَیکَ هٰذَا،

”اسے قابو میں رکھو“

قُلتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهِ؟

میں نے پوچھا: یا نبی اللہ ﷺ! کیا ہم سے اُن باتوں کا مؤاخذہ بھی ہوگا، جو ہم اس زبان سے کرتے ہیں؟

فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ أَوْ قَالَ: عَلَىٰ مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ"

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

آپؐ نے فرمایا: "معاذ! تمھاری ماں تمھیں گم کرے۔ لوگوں کو ان کی زبان کا کیا دھرا ہی اوندھے منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرائے گا"۔

(یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے)

تفہیم الفاظ

يُدْخِلُنِي : وہ داخل کر دے مجھے

يُبَاعِدُنِي : وہ دور کر دے مجھے

عَظِيمٌ : بہت بڑا

يَسِيرٌ : بہت آسان/ ہلکا

يَسَّرَ : وہ آسان بنا دے/ وہ آسان کر دے

أَدُلُّكَ : میں تمہاری رہنمائی کروں؟

أَبْوَابِ الْخَيْرِ: نیکی کے دروازے۔ بَابٌ کی جمع أَبْوَابٌ ہے۔

جُنَّةٌ : ڈھال/ فولادی چادر کی ایک خاص شکل کا ٹکڑا، جو دشمن کا وار روکنے کے لیے میدان جنگ میں آدمی استعمال کرتا تھا۔

تُطْفِئُ : وہ بجھا دیتی ہے [مؤنث]

يُطْفِئُ : وہ بجھا دیتا ہے [مذکر]

الْخَطِيئَةَ : خطا/ لغزش/ کوتاہی/ غلطی

الْمَاءُ : پانی

جَوْف : پیٹ/ بطن۔ یہاں جَوْفُ اللَّيْلِ سے آدھی رات کا وقت مراد ہے۔ یعنی وقتِ تہجد۔

تَـلا	:	اس نے تلاوت کی۔ یہاں فاعل رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لہٰذا ترجمہ ہوگا آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔
تَتَجافَی	:	وہ الگ ہوتی ہیں/ وہ جدا ہوتی ہیں۔ یہ باب تفاعل ہے۔ اس میں مشارکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہاں دوسرا شریک مَضَاجِعُ ہے جو بے جان ہے لہٰذا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنے پہلو بستروں سے جدا کردیتے ہیں تو بستر بھی ان کو اپنے سے جدا کردیتے ہیں۔ یعنی ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے؟
جُنُوبُهُمْ	:	ان کے پہلو۔ جَنْبٌ کی جمع جُنُوبٌ ہے۔
مَضَاجِع	:	بستر/ بچھونا۔ مَضْجَعٌ کی جمع ہے۔ یہ اسم ظرف ہے۔
رَأْسُ الْأَمْرِ	:	معاملے کی بنیاد/ سب سے بنیادی مقام، رَأْسُ کا لغوی معنی سر ہے۔
عَمُوْد	:	ستون۔
ذِرْوَة	:	چوٹی/ بلند جگہوں میں نمایاں جگہ۔
سَنَامُ	:	کوہان/ اونچی جگہ
مِلَاک	:	قابو میں رکھنے والا (Controlling)، اِحاطہ کرنے والا۔
بَلٰی	:	کیوں نہیں!/ جی ہاں/ ضرور ضرور
كُفَّ	:	تم بند رکھو/ تم قابو میں رکھو۔
مُؤَاخَذُوْنَ	:	قابلِ باز پرس لوگ/ قابلِ مؤاخذہ لوگ۔
نَتَكَلَّمُ	:	ہم بات کرتے ہیں/ ہم بولتے ہیں۔
ثَكِلَتْكَ	:	وہ گم کردے تجھے [مؤنث]
يَكُبُّ	:	وہ الٹا کرکے گرائے گا/ وہ اوندھے منہ گرائے گا۔
وُجُوْه	:	چہرے، وَجْهٌ کی جمع۔
مَنَاخِر	:	نتھنے، مِنْخَرٌ کی جمع ہے۔ اسم ظرف ہے۔
حَصَائِدُ	:	کٹی ہوئی فصل، حَصِيْدٌ کی جمع ہے۔
أَلْسِنَةُ	:	زبانیں۔ لِسَـانٌ کی جمع ہے۔ یہ زبان (Toung) اور بولی (Language) دونوں

کے لیے بولا جاتا ہے۔

شرح الحدیث

◀◀ اللہ تعالیٰ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسا سوال کیا جس کا جواب حاصل کرنا ہر مؤمن کی دلی خواہش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب میں نور و ہدایت کے متعدد موتی بکھیر دیے۔ اور ان چیزوں کے تذکرے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توفیق کو بیان کر کے یہ بات بھی واضح کر دی کہ کوئی انسان یہ خیال نہ کرے کہ ان اعمال کی انجام دہی میرا اپنا کمال ہے، بلکہ وہ یہ ایمان رکھے کہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ آیئے مختصراً ان امور کا مطالعہ کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے:

ارکان اسلام

جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا سب سے پہلا ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے ارکانِ اسلام کو قرار دیا ہے۔ توحید، نماز، زکوٰۃ، صوم رمضان اور حج بیت اللہ پر مفصل گفتگو اَربعین کی حدیث ۲ اور ۳ میں بیان کی جا چکی ہے۔

خیر کے دروازے

ارکانِ اسلام کا ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا میں تمہیں خیر کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر خیر کے دروازوں میں ان امور کا ذکر فرمایا جو فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے طور پر انسان ادا کرتا ہے۔

روزہ: رسول اللہ ﷺ نے خیر کے دروازوں میں سب سے پہلے روزے کا ذکر فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں روزے کو ڈھال اور مضبوط قلعہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ:

اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ وَ حِصْنٌ حَصِینٌ مِنَ النَّارِ (۱)

"روزے ڈھال اور آگ سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعے ہیں۔"

روزے کو ڈھال اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعے انسان دنیا میں معصیت کاری سے بچتا ہے اور یہی چیز

(۱) احمد ۲/۴۰۲

آخرت میں اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال کا کام دے گی اور جس شخص کے پاس دنیا میں گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال نہ ہوگی اس کے پاس آخرت میں آگ سے بچنے کے لیے بھی ڈھال نہ ہوگی۔

صدقہ : صدقہ کا ایک وسیع مفہوم و تصور حدیث ۲۵ اور ۲۶ میں آچکا ہے۔ یہاں صدقہ سے مراد انفاق فی سبیل اللہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ یُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ (البقرہ:۲۷۱) ''اگر تم اپنے صدقات علانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی برائیاں اس طرز عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔''

اس آیت میں ایک اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ انسان جو کچھ بھی خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا، اس کا اجر اس کو یقیناً ملے گا، لیکن یہ کام اگر علانیہ اور غیر حاجتمندوں کو دے دیا جائے تو اس کے دنیاوی فوائد شاید اس قدر نہ ہوں، جس قدر مخفی طریقے سے اور اصل ضرورت مندوں کو دینے سے حاصل ہوتے ہیں۔

صدقے کے ضمن میں ایک اور اصولی ہدایت قرآن مجید نے یہ فرمائی ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اس شخص پر اس کا احسان نہ جتایا جائے، جس کو صدقہ دیا گیا ہے اور اس سے ناجائز و ناروا مطالبات کر کے اسے یہ احساس نہ دلایا جائے کہ میں نے تجھے زکوٰۃ یا صدقہ دیا ہے، لہٰذا تجھے میرا احسان مند ہونا چاہیے۔ آیت قرآنی کے الفاظ ہیں:

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّ مَغۡفِرَةٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ یَّتۡبَعُهَاۤ اَذًی (البقرہ:۲۶۳)

''ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے، جس کے پیچھے دکھ ہو۔''

صدقے کے بارے میں تفصیلی احکامات سورۃ البقرہ کی آیات ۲۶۱-۲۷۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان آیات میں بیان کردہ باتیں ہر مسلمان کے علم میں ہونی چاہییں۔

ایک حدیث میں ہے:

اِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ لَتُطْفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِیتَةَ السُّوْءِ (۲)

''پوشیدہ طور پر دیا گیا صدقہ، رب کی ناراضی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بری موت کو ٹال دیتا ہے۔''

---

(۲) ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ ۶۶۴، جامع العلوم و الحکم ۱۰/۲۹ (السر) کا لفظ جامع العلوم والحکم میں ہے جبکہ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھیے (ضعیف ترمذی ۱۵۵)

آدھی رات کی نماز: اس نماز کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بھی جہنم کی آگ کو اسی طرح ٹھنڈا کرتی ہے جس طرح صدقہ آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس بارے میں رہنمائی تو رسول اللہ ﷺ کے کلمات میں ہی اوپر درج کی جا چکی ہے۔ یعنی سورۃ السجدہ کی آیات۔ عام لفظوں میں اس نماز کو نمازِ تہجد کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب امت کو بھی دلائی ہے۔ اس نماز کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ قِيَامُ اللَّيْلِ (۳)

''فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز قیامُ اللیل یعنی تہجد ہے۔''

معاملے کی بنیاد، ستون اور چوٹی

خیر کے دروازوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے ایک نئے عنوان سے کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان میں معاملے کی اصل اور بنیاد یعنی جو کچھ ایک مسلمان کو بتایا گیا ہے اور اس پر عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ اسلام ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر انسان اس کے کسی ایک جز کو قطعاً قائم نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اسلام کو مکمل طور پر اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس سے ہٹ کر کچھ قبول نہیں ہوگا، خواہ وہ نیکی اور بھلائی کے کتنے ہی بڑے ذخیرے کیوں نہ ہوں۔

اسلام کو بنیاد قرار دے کر نماز کو معاملے کا مرکزی ستون قرار دیا گیا۔ خیمہ زنی میں مرکزی ستون کی بہت اہمیت ہے، یعنی اگر خیمہ کے درمیان ستون قائم نہ رہے تو سارا خیمہ درمیان سے جھک جاتا ہے اور اس کے نیچے کا خلا اس قدر کم ہو جاتا ہے کہ خیمہ میں موجود لوگ خیمہ سے فائدے کی بجائے تکلیف محسوس کرنے لگتے ہیں۔

[نماز کی اہمیت کا مفصل ذکر اَربعین کی حدیث ۲، ۳ میں بھی گزر چکا ہے تاہم اس پر اصولی گفتگو کے لیے اربعین کی حدیث ۲۲ ملاحظہ کیجیے]

جہاد کو معاملے کی چوٹی قرار دیا گیا ہے۔ اس امر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام کی تمام مدنی زندگی جہاد اور امورِ جہاد کے اہتمام میں گزری۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ موقع کی مناسبت سے ایک آیت اور حدیث کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ:۱۵۴)

(۳) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم ۱۱۶۳

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔''

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ ثُمَّ جِهَادٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ (۴) ''اللہ پر ایمان اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد۔''

ایک حدیث میں ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا شَحَبَ وَجْهٌ وَ لَا اُغْبِرَّتْ قَدَمٌ تَبْتَغِی فِیْهِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوضَةِ كَالْجِهَادِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ (۵)

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے، فرض نمازوں کے بعد درجاتِ جنت کے حصول میں جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، جس میں انسان کا چہرہ خون آلود اور قدم غبار آلود ہوں۔''

سارے معاملے کی کنٹرولنگ [Controling]

رشد و ہدایت سے بھری اس گفتگو کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی چیز کا ذکر فرمایا، جس کے اوپر تمام تر معاملے کا انحصار ہے، آپ ﷺ نے اس چیز کو مَلاک کا نام دیا ہے۔ یہ ایک جامع لفظ ہے۔ مشہور عربی ڈکشنری: المعجم الوسیط میں لفظ مَلاک اور مِلاک کا مفہوم یوں درج کیا گیا ہے:

مَلَاكُ الْأَمْرِ: قِوَامُهُ وَ خُلَاصَتُهُ، أَوْ عَنْصَرُهُ الْجَوهَرِيُّ. يُقَالُ: الْقَلْبُ مَلَاكُ الْجَسَدِ.

''مَلاکُ الاَمرِ کا معنی ''معاملے کا خلاصہ اور اس کا اصل'' ہے۔ یا معاملے کے جوہری عنصر کو مَلاک کہتے ہیں۔ دل کے بارے میں کہا جاتا ہے: ''دل پر جسم کا انحصار ہے''

یہ لفظ م کی زبر کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی مِلاک۔ اس کا معنی وسط [درمیان] کے ہیں۔ اس لفظ کا صحیح مفہوم انگریزی لفظ کنٹرولنگ ادا کرتا ہے۔

---

(۴) التاریخ الکبیر ۲۰۶۹

(۵) احمد ۵/۲۴۶

رسول اللہ ﷺ نے زبان کو سارے معاملے کی کنٹرولنگ قرار دیا ہے۔ایک حدیث میں ہے:
حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ(٦)
''انسان کسی غیر واضح معاملے میں کوئی ایسا لفظ کہہ دیتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ مشرق ومغرب کے فاصلے کے برابر آگ میں دور جا گرتا ہے۔''
زبان کے بارے میں اہلِ علم کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہے:
جِرْمُهُ صَغِيرٌ وَ جُرْمُهُ كَبِيرٌ ''اس کا جسم چھوٹا مگر جرم بہت بڑا ہوتا ہے۔''
حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ(٧)
''جو شخص مجھے جو کچھ دو جبڑوں اور جو کچھ دو ٹانگوں کے درمیان ہے، اس کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''
'دو جبڑوں کے درمیان میں جو کچھ ہے' سے مراد 'زبان' اور 'دو ٹانگوں کے درمیان جو کچھ ہے' سے مراد 'شرم گاہ' ہے۔
[اس حدیث کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۱۵] ◂◂

فقه الحديث

۱- اسلام میں داخل ہونے، اس پر زندہ رہنے، اسی پر مرنے، آخرت میں بخشش کا مستحق ٹھہرنے، جہنم سے نجات پانے اور جنت میں داخل ہونے کی پہلی اور آخری شرط توحید کا اقرار واعتراف اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔
۲- باقی ارکانِ اسلام کی باری توحید کے متصل بعد ہے، ان کے ادا کرنے سے کوئی شخص کسی شرعی عذر کے بغیر

---

(٦) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ...... ٦٤٧٧، صحیح مسلم ۲۹۸۸ واللفظ لہ
(٧) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ...... ٦٤٧٤،

مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

۳- جو شخص ارکانِ اسلام کا اہتمام نہیں کرتا، وہ لاکھ نیکی کے کام کرے، بہر حال وہ دین کے تقاضے پورے نہیں کر رہا۔

۴- ارکان اسلام کا اہتمام فرض جبکہ بقیہ اعمال ترغیبات پر مشتمل نفل عمل ہے۔ جنت میں داخلے کا راستہ فرائض کے ادا کرنے ہی پر موقوف ہے، نوافل فرائض کے ادا کرنے میں رہ جانے والی کمی کو پورا کرنے کا ذریعہ ہیں۔

۵- اس حدیث کی رو سے نوافل میں رمضان کے علاوہ روزے رکھنا، زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ دینا، فرض نماز کے علاوہ رات کو نماز پڑھنا شامل ہیں۔

۶- خیر وشر کے پورے نظام کی اصل اسلام ہے۔

۷- اس نظام کے قیام میں نماز کو مرکزی ستون کی حیثیت حاصل ہے۔

۸- جہاد اس عمارت کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی جہاد دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں اسلامی زندگی کا امتیازی نشان ہے۔

۹- اس سارے معاملے کا خلاصہ، جوہر اور انحصار کی اصل شے، زبان ہے۔

۱۰- زبان کے لایعنی، بے ہودہ اور برے استعمال سے رکنا، شریعت کا تقاضا ہے۔

۱۱- بہت سے لوگ زبان کے عمل [کہے ہوئے الفاظ] کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

۱۲- زبان کے برے اعمال کی سزا عام نہیں ہوگی، بلکہ منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرایا جائے گا۔

۱۳- انسان نیکی کے کام اور بدی سے اجتناب، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل ہی سے انجام دیتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۳۰
الحدیث الثلاثون

عَنْ أَبِی ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"اِنَّ اللّٰهَ تعالٰی فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْیَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْیَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا"

حَدیثٌ حَسَنٌ رَواهُ الدّار قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُ

۳۰
الحديث الثلاثون

فرائض، حدود، محرمات کا تعین

اور

بعض اشیاء کے بارے میں شریعت کی خاموشی

عَنْ أَبِی ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

اِنَّ اللّٰهَ تَعالٰی فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْهَا،

وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا،

وَحَرَّمَ أَشْیَاءَ فَلَا تَنْتَهِکُوْهَا

وَسَکَتَ عَنْ أَشْیَاءَ رَحْمَةً لَکُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا

(حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُ)

"ابوثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، تم ان کو پامال نہ کرنا!

اور کچھ حدود وضع کی ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرنا!

اور کچھ اشیاء حرام کی ہیں تم ان کی حرمت کو نہ توڑنا!

اور کچھ اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم پر ترس کھاتے ہوئے کسی بھول کے بغیر خاموشی اختیار کی ہے، تم ان کے بارے میں نہ کریدنا۔"

(حدیث حسن ہے اسے دار قطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تفهيم الفاظ

فَرَضَ : لازم کیا ہے/ واجب ٹھہرایا ہے/متعین کر دیا ہے۔

فَرَائِضَ : فَرْضٌ کی جمع۔لازم یاواجب ٹھہرائی ہوئی چیزیں/کام۔

فَلا تُضَيِّعُوهَا: فَلا لہٰذا نہ ف+لا: لہٰذا+ نہ۔ تُضَيِّعُو +هَا=تم ضائع کرو+ان کو=لہٰذا نہ تم ضائع کرو انہیں۔یعنی فرائض کو۔

حَدَّ : خط کھینچ دیا ہے/اس نے حد قائم کر دی ہے۔

حُدُودًا : حَدٌّ کی جمع۔بارڈر لائن۔حُدودًا۔حَدٌّ کا مفعول بہٖ ہے اس لیے اس کی آخری د پر زبر ہے۔

فَلا تَعْتَدُوهَا: لہٰذا نہ تجاوز کرو تم ان سے۔

حَرَّمَ : اس نے حرام ٹھہرایا/ اس نے ممنوع قرار دے دیا۔

أَشْيَاءَ : شَیءٌ کی جمع۔چیزیں۔

فَلا تَنْتَهِكُوهَا: لہٰذا تم نہ خراب کرو انہیں۔هَا [انہیں] کا اشارہ أَشْيَاءَ کی طرف ہے۔

رَحْمَةً لَكُمْ: رَحْمَةً رحم کرتے ہوئے/ترس کھاتے ہوئے۔لَكُمْ: تمہارے لیے یعنی تم پر۔
رَحْمَةً لَكُمْ:تم پر رحم کرتے ہوئے۔

غَيْرَ نِسْيَانٍ: غَيْرَ: بغیر۔نِسْيَان: کسی بھول کے۔غَيْرَ نِسْيَانٍ: کسی بھول کے بغیر، مرکب اضافی ہے۔

فَلا تَبْحَثُوا: لہٰذا مت کرید و۔

عَنْهَا : عَنْ + هَا: متعلق+ان کے=اِن کے متعلق۔

شرحُ الحديث

« اس حدیث میں فرائض کی حفاظت کرنے، حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنے، حرام اشیاء کی حرمت کو پامال نہ کرنے اور مباح چیزوں کے بارے میں زیادہ کریدنے اور تفتیش نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فرائض میں عموماً وہی چیزیں شامل کی جاتی ہیں، جن کو اسلام کے بنیادی ستون کہا گیا ہے۔یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ فَلا تُضَيِّعُوهَا [ان کو ضائع نہ کرو] کے الفاظ سے فرائض کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ان فرائض

میں نماز ایک ایسا فرض ہے، جس کو ادا کرنا ہر مسلمان کے لیے روزانہ پانچ مرتبہ فرض قرار دیا گیا ہے۔اس کی اہمیت بہت سی قرآنی آیات اور متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ واسرائیل کی اولاد کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:۵۹)

''پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی، قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ فرض کو اہمیت نہ دے کر اسے ضائع کر دینا، گمراہی میں جا گرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو!

حدود اللہ سے مراد وہ کام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مسائل کے ذکر میں بہت سی چیزوں اور کاموں سے منع کرنے کے بعد فرمایا ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ:۲۲۹) ''یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو! اور جو لوگ حدودِ الٰہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔''

اس آیت سے قبل جن مسائل کا ذکر ہے، حدود اللہ سے آگاہی حاصل کرنے کی خاطر ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔

محرمات کی ایک فہرست

ان حدود کے ذکر کے بعد، ان اصل محرمات کا ذکر ہے، جن کا استعمال اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

ذیل میں محرمات کی ایک فہرست ملاحظہ ہو:

۱۔ وہ محرمات جن کی حرمت قرآنِ کریم کی آیات سے ثابت ہے، سورۃ الانعام میں (۹) باتوں کا ذکر کیا گیا:

- قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ج وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱) وَ لَا

تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱۵۲) [الانعام]

"اے نبیؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں، تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: (۱) یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، (۲) اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو (۳) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے، (۴) اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی، (۵) اور کسی جان کو، جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو، مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو اور (۶) یہ کہ مالِ یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ رُشد کو پہنچ جائے۔ (۷) اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اسکے امکان میں ہے۔ (۸) اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ (۹) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

سورۃ الاعراف میں (۴) باتوں کا ذکر کیا گیا:

- قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف:۳۳)

"اے نبیؐ! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: (۱) بے شرمی کے کام...... خواہ کھلے ہوں یا چھپے...... (۲) اور گناہ اور ناحق زیادتی، (۳) اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی، اور (۴) یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمھیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے)۔"

سورۃ المائدہ میں (۱۱) باتوں کا ذکر ہوا:

- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ [المائدہ:۳]

"تم پر حرام کیا گیا (۱) مردار، (۲) خون، (۳) سور کا گوشت، (۴) وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، (۵) وہ جو گلا گھٹ کر، (۶) یا چوٹ کھا کر، (۷) یا بلندی سے گر کر، (۸) یا ٹکر کھا کر مرا ہو، (۹) یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو...... سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا...... (۱۰) اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ (۱۱) نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو۔"

- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ [النساء:۲۳]

"تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو۔ ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو اور) تعلق زن و شو نہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے...... اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔ اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔"

- وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا [البقرہ:۲۷۵]

"اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام!"

- قرآن مجید میں بعض اوقات 'حرام' کا لفظ استعمال کیے بغیر، کسی چیز سے وعید و تشدید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا منع کر دینا بھی اس چیز کی حرمت کو ثابت کرتا ہے مثلاً:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱) [المائدہ]

"یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ

تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟"

۲- محرمات کی دوسری قسم وہ ہے، جس کی حرمت کے بارے میں سنّت (احادیث نبویؐ) سے احکام ملتے ہیں، یہ بھی ایک طویل فہرست ہے مثلاً:

- اِنَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمِيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ [۱]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔"

اس تجارت کی حرمت کی دلیل بھی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهٗ [۲]

"جب اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی قیمت کو حرام کر دیا ہے۔"

- دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی حرمت قرآنِ مجید نے صراحت کے ساتھ بیان کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مزید حکم دیا کہ:

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَ عَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَ خَالَتِهَا [۳]

"عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ جمع نہ کیا جائے اور نہ اسے اس کی خالہ کے ساتھ جمع کیا جائے۔"

- مشرک مرد وعورت سے نکاح بھی حرام ہے:

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ (البقرہ:۲۲۱)

"تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والأصنام ۵۰۸۱
(۲) صحیح ابن حبان ۵۰۲۸
(۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتها أو خالتها فی النکاح ۱۴۰۸

تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ایک مومن غلام، مشرک شریف سے بہتر ہے، اگر چہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمھیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔"

- علانیہ زنا کا پیشہ اختیار کرنے والے مرد اور عورت سے بھی نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (النور:۳)

"زانی نکاح نہ کرے، مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ۔اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک۔اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہل ایمان پر۔"

- مقررہ مدت کے لیے مقررہ اجرت پر نکاح [متعہ] کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے:

شروع میں اس کی اجازت بامرِ مجبوری دی گئی، مگر بعد میں اس کو حرام کر دیا گیا۔صحیح مسلم میں سبرہ جہنی کی روایت ہے:

أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَتْحَ مَكَّةَ فَأَذِنَ لَنَا فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ قَالَ فَلَمْ أَخْرُجْ حَتّٰى حَرَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (۴) "وہ نبی ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر شریک تھے۔آپ ﷺ نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی۔پھر میں وہاں سے نکلا نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کر دیا۔"

- دوران حیض عورت سے مجامعت کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ (البقرہ:۲۲۲)

"حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ! جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔"

- اسی طرح عورت کے دبر سے اجتناب کا بھی حکم ہے:

لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ (۵)

"عورتوں کے دبر میں صحبت نہ کرو۔"

---

(۴) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ و بیان أنہ أبیح ثم نسخ واستقر تحریمہ الی یوم القیامۃ ۱۴۰۶

(۵) ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النھی عن اتیان النساء فی ادبارھن ۱۹۲۴

- شراب سمیت ہر نشہ آور چیز کو یہ کہہ کر حرام کر دیا: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (٦) "ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔"
- انسان کے مال و جان اور عزت آبرو کو بھی سنت نے حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ (٧)

"بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔"

جہاں شریعت خاموش ہو، وہاں زیادہ کرید نا نہیں چاہیے

زیرِ تشریح حدیث کا آخری حصہ مُباحات کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے، مُباحات کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کچھ چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں خاموش رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کسی بھول یا نسیان کی وجہ سے نہیں کیا، کیونکہ اللہ تو بھولتا نہیں لَا يَضِلُّ وَ لَا يَنْسَى [طٰہٰ:٥٢] انسانوں پر رحم کرتے ہوئے اللہ نے ان کو مزید پابندیوں میں نہیں جکڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اب کوئی شخص ان چیزوں کے بارے میں کرید اور تفتیش میں نہ لگ جائے کہ یہ بھی حرام کے دائرے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر نرمی فرمائی ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال پر ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی تو انسانوں کو از خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے گریز کرنا چاہیے۔

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرہ:١٩٥] "اور اپنے ہاتھوں ہی خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: لوگو تم پر حج فرض کیا گیا۔ تم حج کرو! ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال فرض کیا گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ آدمی نے تین مرتبہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔

اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے کثرتِ سوال اور کرید اور تفتیش سے متعلق اظہارِ ناراضی کرتے ہوئے فرمایا:

ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَ اِخْتِلَافِهِمْ عَلَى اَنْبِيَاءِ هِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ. (٨)

---

(٦) صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر وأن کل خمر حرام ٢٠٠٢

(٧) مجمع الزوائد ...... ٣/٢٧٠،

(٨) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر...... ١٣٣٧

''میں نے تمہیں جس چیز پر چھوڑ دیا ہے اس پر عمل کرو! تم سے پہلے تو میں محض کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔ میں جس چیز سے تمھیں کروں اس سے اجتناب کرو! اور جب کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو!''

اس حدیث کا مضمون ایک اور حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا، وَ عَلٰى جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ، وَ عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ، وَ عَلٰى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اُدْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا وَ لَا تَتَفَرَّجُوا! وَ دَاعٍ يَدْعُو مِنْ جَوْفِ الصِّرَاطِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ وَالصِّرَاطُ: الْإِسْلَامُ، وَالسُّوْرَانِ: حُدُودُ اللّٰهِ، وَ الْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ: مَحَارِمُ اللّٰهِ، وَ ذٰلِكَ الدَّاعِي عَلٰى رَأْسِ الصِّرَاطِ: كِتَابُ اللّٰهِ، وَالدَّاعِي مِنْ فَوْقِ وَاعِظُ اللّٰهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ (۹)

''حضرت نواس بن سمعان ﷛ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھے راستے کی مثال بیان کی ہے کہ اس راستے کے دونوں اطراف دیواریں ہیں، جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے ہیں، راستے کے دروازے کے اوپر ایک پکارنے والا پکارتا ہے: لوگو! سب راستے پر چل پڑو اور ادھر ادھر نہ جاؤ۔ اس طرح ایک پکارنے والا راستے کے درمیان سے بھی پکار لگاتا ہے [کوئی گزرنے والا] اگر ان دروازوں میں سے کسی کا پردہ ہٹانے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ [پکارنے والا] کہتا ہے: ''تجھ پر افسوس اسے نہ کھول۔ اگر تو اس کو کھولے گا تو اس سے الجھ کر رہ جائے گا۔ [پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:] یہ راستہ: اسلام ہے۔ دیواریں: حدود اللہ ہیں۔ کھلے ہوئے دروازے: اللہ کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ راستے کے دروازے پر سے آواز دینے والا: اللہ کی کتاب ہے اور اوپر [درمیان] سے آواز لگانے والا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مسلمان کے دل میں موجود واعظ [ضمیر] ہے۔''

[اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے حدیث ۶ کا مضمون ملاحظہ کیجیے]

(۹) احمد...... ۱۸۲/۴

فِقۂ الحدیث

۱- فرائض کو ادا کرنے میں حدود اللہ کا پاس اور مکروہ و حرام سے اجتناب میں آدمی کو نہایت محتاط ہونا چاہیے۔

۲- اللہ تعالیٰ کا سکوت انسانوں کے لیے رحمت ہے۔

۳- اللہ کا سکوت کسی نسیان/ بھول کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۴- جہاں شریعت خاموش ہو، وہ چیزیں مباح ہوتی ہیں، ان میں زیادہ تفتیش اور کرید جائز نہیں۔

۵- انسان کے لیے غیر محتاط طرز زندگی ٹھیک نہیں۔

۶- انسان کو اپنے رویوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۳۱
الحدیث الحادی والثلاثون

عَنْ أَبِی العَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ ﷺ قَالَ:

”جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ،فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِی عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِیَ النَّاسُ فَقَالَ ﷺ: ”اِزْهَدْ فِی الدُّنیَا یُحِبَّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبَّکَ النَّاسُ“

حَدِیْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَغَیْرُهُ بِأَسَانِیْدَ حَسَنَةٍ

۳۱

الحديث الحادى والثلاثون

اللہ اور مخلوق کا محبوب بننے کا گُر

عَنْ أَبِی العَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ ﷺ قَالَ:

"جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِی عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِی اللّٰهُ وَأَحَبَّنِی النَّاسُ

فَقَالَ ﷺ: "اِزْهَدْ فِی الدُّنْيَا يُحِبَّکَ اللّٰهُ

وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّکَ النَّاسُ"

(حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ)

"ابوالعباس سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے کہ میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: سامانِ دنیا سے بے پروا ہو جا، اللہ تجھ سے محبت کرے گا

اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس سے بے پروا ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کریں گے"

(یہ حدیث حسن ہے، اسے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تفہیم الفاظ

دُلَّنِی : بتائیے مجھے/میری رہنمائی فرمائیے۔

أَحَبَّنِي : وہ محبت کرے مجھ سے۔

اِزْهَدْ : بے نیاز ہو جا، بے پروا ہو جا۔

يُحِبَّكَ : محبت کرے گا تجھ سے۔

شرحُ الحدیث

دنیا کی ان چیزوں کو ترک کرنے کا نام 'زھد' ہے، جن کی انسان کو ناگزیر ضرورت نہ ہو۔ اگرچہ وہ حلال ہی ہوں۔ یہ چیزیں جس قدر میسر ہوں، انہی پر اکتفا کیا جائے اور مشتبہ چیزوں کے ترک کرنے کو 'ورع' کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زاہدین سب سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیاوی مال ومتاع کی اس چیز سے محبت کرتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اور اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرے۔ یہ لوگ اپنے لیے وہی عمل پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے: اگر کسی کو دانا شخص کے پاس جانے کا مشورہ دینا ہو تو اسے زاہدین کے پاس بھیجا جائے۔ کسی نے کہا ہے:

كُنْ زَاهِدًا فِيمَا حَوَتْ أَيْدِي الْوَرٰى   تَضْحٰى اِلٰى كُلِّ الانَامِ حَبِيْبَا

أَوْ مَا تَرَى الْخَطَّافَ حَرَّمَ زَادَهُمْ   فَغَدَا رَئِيْسًا فِي الْحُجُوْرِ قَرِيْبَا

"تم اس چیز سے بے نیاز ہو جاؤ! جو لوگوں نے جمع کر رکھی ہے تو تمام مخلوق کے محبوب بن جاؤ گے۔"

"اگر تم دیکھو کہ کوئی ڈاکو لوگوں کے مال کو حرام سمجھ کر چوری سے رک گیا ہے تو وہ جلد ہی بہت بڑا عقلمند بن جائے گا"۔

امام شافعیؒ نے دنیا کی مذمت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَذُقِ الدُّنْيَا فَاِنِّي طَعِمْتُهَا   وَسِيقَ اِلَيْنَا عَذْبُهَا وَعَذَابُهَا

"جو آدمی دنیا کا ذائقہ چکھنا چاہتا ہے، وہ مجھ سے پوچھ لے کہ اس کا مزہ کیسا ہے! کیونکہ میں نے تو دنیا

کو کھا کے دیکھا ہے۔ اس کا تلخ و شیریں میرے سامنے حاضر کر دیا گیا۔"

فَلَمْ أَرَهَا اِلاَّ غُرُوْرًا وَبَاطِلًا ۔۔۔ كَمَا لَاحَ فِي ظَهْرِ الفَلَاةِ سَرَابُهَا

"تو میں نے اسے دھوکہ وفریب اور باطل کے سوا کچھ نہیں پایا، جس طرح صحراء میں سراب، پانی دکھائی دیتا ہے۔"

وَمَا هِيَ اِلاَّ جِيفَةٌ وَ مُسْتَحِيلَةٌ ۔۔۔ عَلَيْهَا كِلَابٌ هَمُّهُنَّ اِجْتِذَابُهَا

"یہ دنیا تو ایک مردار ہے، جس کے اوپر کتے ٹوٹے پڑے ہیں، جو اس کو بھنبھوڑ کر کھا جانا چاہتے ہیں۔"

فَاِنْ تَجْتَنِبْهَا كُنْتَ سِلْمًا لِاَهْلِهَا ۔۔۔ وَاِنْ تَجْتَذِبْهَا نَازَعَتْكَ كِلَابُهَا

"اگر تم اس سے دور رہو گے تو دنیا داروں سے اپنے آپ کو بچا لو گے اور اگر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کے کتے تم سے یہ چھین لیں گے۔"

فَدَعْ عَنْكَ فَضَلَاتِ الاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ۔۔۔ حَرَامٌ عَلَى نَفْسِ التَّقِيِّ اِرْتِكَابُهَا

"فضول اور بے معنی کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ ایک متقی نفس کے لیے تو ان کا ارتکاب حرام ہے۔"

ضرورت کی حد تک طلب واجب لیکن زیادہ کی حرص ناپسندیدہ ہے

امام شافعیؒ کے الفاظ "متقی شخص پر فضول کاموں کا ارتکاب حرام ہے" یہ اشارہ کرتے ہیں کہ دنیا پر خوش ہونا حرام ہے۔ امام بغویؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کی یہ تصریح کی ہے: "اور مذموم دنیا سے مراد ضرورت سے زائد کی طلب اور حرص رکھنا ہے، کیونکہ ضرورت کی حد تک اسے طلب کرنا تو واجب ہے۔ بعض علماء نے تو کہا ہے کہ ضرورت کی طلب دنیا میں شامل نہیں ہے اور یہاں 'دنیا' سے مراد ضرورت سے زائد کی طلب وخواہش رکھنا ہے۔" امامؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال لیا ہے: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (آل عمران: ١٤) "لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس ...... عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں ...... بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ قول فراخی وخوشحالی کی اس طلب وآرزو کی طرف اشارہ ہے، جو پچھلے زمانوں میں بھی انسان کرتا

رہا ہے۔امام شافعیؒ نے کہا ہے: دنیا کی حلال چیزوں کی بھی زائد از ضرورت طلب ایک سزا ہے، جو اللہ تعالیٰ اہلِ توحید کو دیتا ہے۔کسی نے کہا ہے:

لَا دَارَ بَعْدَ الْمَوْتِ يَسْكُنُهَا　　　اِلَّا الَّتِي كَانَ قَبْلَ الْمَوْتِ يَبْنِيهَا

”موت کے بعد انسان کا کوئی گھر نہیں، جہاں وہ ٹھہر سکے، سوائے اس ٹھکانے کے، جو انسان موت سے قبل تعمیر کرتا ہے۔“

فَاِنْ بَنَاهَا بِخَيْرٍ طَابَ مَسْكَنُهُ　　　وَاِنْ بَنَاهَا بِشَرٍّ خَابَ بَانِيهَا

”اگر وہ اس گھر کو اچھے طریقے سے تیار کرے گا تو اس کا یہ گھر اس کے لیے خوشی کا باعث ہوگا اور اگر برے طریقے سے بنائے گا تو اس کا بنانے والا نقصان میں رہے گا۔“

اَلنَّفْسُ تَرْغَبُ فِي الدُّنْيَا وَقَدْ عَلِمَتْ　　　اَنَّ الزَّهَادَةَ فِيهَا تَرْكُ مَافِيهَا

”نفس تو متاعِ دنیا میں رغبت رکھتا ہے، جبکہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کو چھوڑنے کا نام ہی زہد ہے۔“

فَاغْرِسْ اُصُوْلَ التُّقٰى مَا دُمْتَ مُجْتَهِدًا　　　وَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَ الْمَوْتِ لَاقِيهَا

”پس جب تک سعی وجہد میں مشغول رہو تقویٰ کی آبیاری کرتے رہو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے بعد اسی تقویٰ کی چھاؤں میں تمہیں بیٹھنا ہے“۔

دنیا کا سامان اور انسانی رویے

◄◄ دنیا اور سامان دنیا کی طلب و بے طلبی کے حوالے سے انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱- تو وہ لوگ ہیں، جنہوں نے دنیا کے بعد جزا و سزا کے کسی مقام کا ہی انکار کر دیا۔ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا وَ رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُوْنَ، اُوْلٰئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ[یونس:۷،۸]

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، اُن کا آخری ٹھکانا جہنم ہوگا، ان برائیوں کی پاداش میں، جن کا اکتساب وہ (اپنے اس غلط عقیدے اور غلط طرز عمل کی وجہ سے) کرتے رہے۔“

یہ وہ لوگ ہیں، جن کا غم اور پریشانی بس دنیا سے لطف اندوز ہونا اور موت سے پہلے پہلے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ[محمد:۱۲]

"اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں، جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں، اور ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے۔"

مذکورہ لوگوں کے داخلِ جہنم ہونے کی بنیادی وجہ دنیا پر ریجھ کر اسی کا ہو رہنا قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا علماء نے اس خدشے کے پیشِ نظر دنیا سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا ہے کہ کہیں انسان زیادہ کی طلب میں اس قدر منہمک نہ ہو تا چلا جائے کہ زندگی کا اصل مقصد ہی بھول جائے۔

۲- انسانوں کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں، جو دنیا کے بعد عذاب و ثواب کے دن اور مقام کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء و رسل کی شریعتوں سے منسوب بھی ہیں۔ ان کی مزید تین اقسام ہیں:

(۱) اپنے اوپر ظلم کرنے والے،

(۲) درمیانے درجے کے اعمال کرنے والے،

(۳) اللہ کے حکم پر نیکیوں میں سبقت لے جانے والے،

۱- ان تینوں اقسام میں پہلی قسم کے لوگ زیادہ ہیں اور یہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ دنیا کو بلا ضرورت حاصل کرتے اور بے مصرف خرچ کر دیتے ہیں۔ دنیا کا حصول ان کی سب سے بڑی پریشانی بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کی خوشی و ناخوشی اور دوستی و دشمنی کی بنیاد دنیا کا سامان ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ لہو و لعب، زینت و تفاخر اور تکاثر کے رسیا ہوتے ہیں۔ دنیا کے مقصود و مطلب سے ناآشنا ہوتے ہیں، وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا تو اس سفر کی تیاری کی جگہ ہے، جو ہمیشگی کے گھر کی طرف جاری ہے۔ ان لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اجمالاً آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اس کی تفصیل سے واقف نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے وہ دارِ آخرت کے لیے کوئی قابلِ ذکر توشہ ذخیرہ نہیں کر سکتے۔

۲- دوسری قسم درمیانے درجے کے اعمال والے لوگ ہیں۔ یہ مباح اور جائز ذرائع سے دنیا کو حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں اور زاید کہ اپنے لیے جمع بھی کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں پر کسی سزا و عذاب کی کوئی وعید نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ آخرت کو کس حد تک اپنی ترجیح میں رکھتے ہیں۔ کامیابی کی سطح

تک یا ناکامی کی حدود تک ہی۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اگر مجھے اپنی حسنات میں کمی کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری آسان زندگی میں شریک ہو جاتا۔ مگر میں نے تو اللہ تعالیٰ کو ایک قوم کے بارے میں فرماتے سنا ہے:

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ [الاحقاف:۲۰]

''پھر جب یہ کافر آگ کے سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: 'تم اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر چکے اور ان کا لطف تم نے اٹھالیا، اب جو تکبر تم زمین میں کسی حق کے بغیر کرتے رہے اور جو نافرمانیاں تم نے کیں ان کی پاداش میں آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔''

دراصل دنیا کے سامان سے دنیا میں مکمل طور پر مستفید نہ ہونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان طیبات کا مزہ متقین وصالحین کو جنت میں دے گا۔

۳- اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں میں وہ لوگ شامل ہیں، جو دنیا کے مقصود و مطلب کو سمجھ گئے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے انہیں یہ سمجھ آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں، انسان کو محض آزمائش کے لیے ٹھہرا رکھا ہے کہ دیکھے کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

جب ان لوگوں کو ٹھیک طرح سے یہ علم ہو گیا کہ دنیا کا مطلوب و مقصود کیا ہے تو انہوں نے اپنا غم اور پریشانی سامانِ دنیا کے پیچھے مارے مارے پھرنے کو نہ بننے دیا، بلکہ دنیا کے صرف اتنے ہی حصے پر اکتفا کیا، جس قدر ایک مسافر زادِ سفر اٹھا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

مَا لِي وَلِلدُّنْيَا! اِنَّمَا مَثَلِي وَ مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ، قَالَ فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ ثُمَّ رَاحَ عَنْهَا وَ تَرَكَهَا[1]

''میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس مسافر جیسی ہے، جو کسی گرم دن کو درخت کے سائے تلے آرام کرے اور پھر اسے چھوڑ کر عازم سفر ہو جائے۔'' ◄◄

[دنیا کی حقیقت کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۴۰]

---

(۱) احمد ۱/۴۴۱

انسان حصول دنیا کے بعد جب اس کی بنیاد پر فخر و تکبر، نمائش و نمود اور مقابلہ بازی پر اتر آتا ہے تو یہ چیز قابلِ مذمت ہے اور جو شخص اللہ کی نعمت کے اعتبار سے اس پر خوش ہو، وہ لائق تعریف ہے۔

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے: ''اے اللہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کر رکھا ہے، ہم اس کے سوا کسی چیز پر خوش نہیں ہوتے۔'' اللہ تعالیٰ نے بھی زندگی میں میانہ روی اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے کہ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذَالِکَ قَوَامًا (الفرقان:۶۷) ''جب یہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو اسراف سے کام لیتے ہیں نہ بخل سے، بلکہ ان کی درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَ لَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَا افْتَقَرَ مَنِ اقْتَصَدَ[۲]

''جو اپنے کام کے لیے استخارہ کرلے، وہ ناکامی نہیں دیکھے گا۔ جو دوسروں سے مشورہ لے لے، وہ شرمندگی نہیں اٹھائے گا اور جو خرچ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرے، وہ تنگ دست نہیں ہوگا۔''

کہتے ہیں: زندگی میں میانہ روی کو اختیار کرنا انسان کی آدھی مشقت کو گھٹا دیتا ہے۔ میانہ روی سے مراد پورا پورا اور ضرورت کے مطابق خرچ اور کام کرنا ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے: جو حلال کمائے اور درمیانے درجے میں خرچ کرے وہ بچت کی راہ پر چل پڑا۔

فقهُ الحدیث

۱- زندگی کا مقصد، محض دنیا کے سامان سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے۔

۲- دنیا کا سامان تو انسان کے لیے آزمائش ہے۔

۳- یہ حلال اور جائز ذرائع سے کمایا گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل ہے۔

۴- دنیا کو غلط، ناجائز اور حرام طریقے سے حاصل کیا جائے تو باعث عذاب و عتاب ہے۔

۵- ضرورت کی خاطر دنیا کمانا معیوب نہیں، لیکن دنیا کماتے کماتے دین کے تقاضوں کو نظر انداز کر دینا غلط ہے۔

۶- رزقِ حلال کا حصول تو مسلمان کے لیے باعث اجر ہے۔

۷- اگر ذرائع جائز ہوں تو ضرورت سے زائد کمانا بھی قابلِ مذمت نہیں۔

---

(۲) مجمع الزوائد ۲/۲۸۰

۸- دراصل یہ زہد و ورع کی اعلیٰ منزل ہے کہ انسان ان چیزوں کے حصول کی کوشش ترک کر دے، جن کی ضرورت ناگزیر نہیں اور ان چیزوں سے اپنا دامن بچائے رکھے، جو شبہات کے دائرے میں آتی ہیں۔

۹- انسان میانہ روی سے خرچ کرے تو اس کی طلب دنیا بھی محدود رہتی ہے اور وہ فقر سے بھی بچ جاتا ہے۔

۱۰- انسان حصولِ دنیا کی انتہا تک پہنچنے میں لگا رہے اور اللہ کا انکار کر دے تو یہ سراسر خسارا ہے۔

۱۱- انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھ کر دنیا کمائے اور دین کے تقاضے بھی پورے کرے تو یہ اصل مطلوب و مقصود ہے۔

۱۲- دنیا کی طیبات سے کم واسطہ رکھنے کی مصلحت یہ ہے کہ جنت میں مومن کو یہ سب چیزیں مہیا کی جائیں گی لہٰذا ان کے حصول کی تشویق کی خاطر یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ دنیا میں ان چیزوں سے کم سے کم واسطہ رکھو، تا کہ آخرت میں ان کا حصول آسان ہو سکے۔

❖❖❖❖❖❖❖

۳۲

الحدیث الثانی والثلاثون

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِکِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِیِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :

"لا ضَرَرَ وَ لا ضِرَارَ."

حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُمَا مُسْنَدًا. وَرَوَاهُ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّأِ مُرْسَلًا عَنْ عَمْرِ و بْنِ یَحْیٰی عَنْ أَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَأَسْقَطَ أَبَا سَعِیْدٍ، وَلَهُ طُرُقٌ یُقَوِّی بَعْضُهَا بَعْضًا

۳۲

الحدیث الثانی والثلاثون

نہ تو نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ سَعْدِ بْنِ مَالِکِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ :

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ".

حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَغَیْرُھُمَا مُسْنَدًا. وَرَوَاہُ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا مُرْسَلًا عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی عَنْ أَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَأَسْقَطَ أَبَا سَعِیْدٍ، وَلَہٗ طُرُقٌ یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بَعْضًا

"ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"(اسلام میں) نہ تو دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی اجازت ہے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی۔"

[علماء نے ایک ترجمہ یہ بھی کیا ہے] "نہ تو نقصان پہنچاؤ نہ خود نقصان اٹھاؤ۔"

[یہ حدیث حسن ہے، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے اس کو مسند روایت کیا ہے اور مالک نے موطا میں عن عمرو بن یحیٰ عن ابیہ عن النبی ﷺ کے واسطہ سے مرسل روایت کیا ہے اور ابوسعید کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث دیگر سندوں سے بھی مروی ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتی ہیں]

شرح الحدیث

کسی کو ضرر نہ پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کو ناحق یا کسی سابقہ جرم پر تکلیف نہ پہنچائے اور ضرار کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی اس آدمی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش میں نہ لگ جاؤ، جس نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔ جب کوئی تمہیں گالی دے تو تم جواب میں اسے گالی نہ دو۔ اگر کوئی تمہیں چوٹ لگا دے تو تم بھی اسے

چوٹ نہ لگاؤ، بلکہ گالی گلوچ سے بچتے ہوئے اپنا حق حاکم وقت سے (عدالت میں) طلب کرو۔

جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر بیٹھیں تو اس موقع پر کوئی از خود بدلہ نہ لے، بلکہ حاکم سے رجوع کر کے اپنا حق وصول کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **اَلْمُتَسَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ**(۱)

''آپس میں دو گالی دینے والے ایک دوسرے کو جو کہتے ہیں۔ ان میں سے پہل کرنے والا گنہگار رہتا ہے، جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔''

ضرر وضرار کے دائرہ کی وسعت

◄◄ **لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ** میں ایک عمومی قاعدہ اور اصول بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے، جس کا دائرہ مسلمان معاشرہ تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ نوع انسانی کے ہر فرد کے لیے اس میں قابل قبول اور لائق عمل اصول بیان کیا گیا ہے۔

یہ چیز قرآن حکیم کی اس تعلیم کی پوری پوری ترجمانی ہے، جس میں کہا گیا ہے: **لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ** [البقرہ:۲۷۹]

حدیث کے مفہوم کی وسعت کا ایک دائرہ تو یہ ہے۔ دوسرا دائرہ اس کے اطلاق کا ہے کہ کہاں کہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں بھی زندگی کے تمام شعبے اور پہلو شامل کر دیے گئے ہیں، چند ایک کا سرسری ذکر قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

مسلمان کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ(۲)

''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔''

اس حدیث میں بھی مسلمان کو 'بے ضرر' رہنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس تعلیم کے باوجود اگر کہیں کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اِزالہ عفو ودرگزر اور احسان کی تعلیم دے کر کیا گیا ہے۔ ان بنیادی تعلیمات کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث نے زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں میں اَخلاقیات کا ایک ایسا نظام

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن السباب ۲۵۸۷

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده ۱۰

اور تعلیم پیش کی ہے کہ دنیا کا کوئی اور مذہب ایسی تعلیم پیش کرنے سے قاصر ہے، ایک نظر میں چند پہلوؤں کا مطالعہ کیجیے:

وصیت میں ضرر کی ممانعت

قرآن مجید میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مورث کے ذمے اگر کوئی قرض ہے یا اس نے ورثا کے علاوہ کسی کے حق میں کوئی وصیت کی ہے تو پہلے اسے ادا کیا جائے اور پھر ورثاء میں وراثت تقسیم ہو۔ فرمایا:

مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ [النساء:۱۲]

''وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہوا ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔''

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ''ضرر رسانی'' کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

''وصیّت میں ضرر رسانی یہ ہے کہ ایسے طور پر وصیت کی جائے، جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور قرض میں ضرر رسانی یہ ہے کہ محض حقداروں کو محروم کرنے کے لیے آدمی خواہ مخواہ اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے، جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو، یا اور کوئی ایسی چال چلے، جس سے مقصود یہ ہو کہ حقدار میراث سے محروم ہو جائیں۔'' [ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی، آیت مذکورہ کا حاشیہ]

اس کے علاوہ وصیت میں یہ چیز بھی ضرر ہوگی کہ کوئی مرنے والا ورثاء میں سے کسی ایک کے حق میں محض اس لیے وصیت کر جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَعۡطٰی کُلَّ ذِیۡ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ (۳)

''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار [وراثت] کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں۔''

وصیت میں ضرر کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی غیر وارث کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کر دی جائے کہ حق داروں کو اس سے خاصا نقصان اٹھانا پڑے۔ اس چیز کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا اور اس کی حد متعین فرما دی۔ فرمایا:

اَلثُّلُثُ، وَ الثُّلُثُ کَثِیۡرٌ (۴)

---

(۳) ترمذی کتاب الوصایا عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء لا وصیة لوارث ۲۱۲۰

(۴) صحیح بخاری کتاب الوصایا، باب أن یترک ورثته أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس ۲۷۴۲

''مال کے ایک تہائی (تک وصیّت کی جاسکتی ہے)، اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔''

اس کے باوجود اگر کوئی شخص ایک تہائی سے زیادہ کسی کے حق میں وصیت کر جائے تو اس کا نفاذ ورثاء کے مشورے اور اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ خواہ یہ وصیت نیک نیتی سے کی گئی ہو، یا ضرر کی نیت سے ہو۔

معاشرت میں ضرر کی ممانعت

میاں بیوی کے کشیدہ اور مکدر تعلقات کے دوران میں ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی کوشش ہمیشہ کی طرح آج کے معاشرے میں بھی ایک ناگزیر عمل بن گیا ہے لیکن اسلام نے اس حوالے سے بھی احسان وحسنِ اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں تو ان کو بار بار طلاق کے ذریعے تنگ نہ کرو اگر طلاق دینا ہی چاہتے ہو تو دے ڈالو اور اگر نہیں دینا چاہتے تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے ساتھ رکھو۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ [البقرہ:۲۳۱]

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آ جائے، تو یا بھلے طریقے سے انہیں روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔ محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا، وہ درحقیقت آپ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔''

عورتوں کو طلاق دے ڈالنے کی صورت میں بھی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انہیں اپنے ساتھ ہی رکھو لیکن اس غرض سے نہیں کہ تم انہیں ستاؤ۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ [الطلاق:٦]

''ان کو (زمانہ عدت میں) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے ان کو نہ ستاؤ۔''

طلاق کے باعث پیدا ہونے والے ایک اور مسئلے میں بھی اس چیز کا خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ مسئلہ بچے کو دودھ پلانے کا ہے۔ چونکہ تعلقات دونوں طرف سے کشیدہ ہوتے ہیں، بچے پر حق بھی دونوں طرف کا ہوتا ہے، ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت کے تقاضے ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی بچے کے معاملے سے لاتعلق اور بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ماں ممتا کی وجہ سے بچے کو چھوڑنا گوارا نہیں کر سکتی اور باپ اپنی نسل ہونے کی وجہ سے اس سے

دست کش ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن بچے کو دودھ پلانے کا معاملہ تو بہر حال ناگزیر ہے، وہ ماں پلائے یا کوئی اور۔

اسلام نے یہ اجازت دی ہے کہ باہمی رضامندی سے اگر ماں دودھ پلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر باپ کسی اور خاتون سے پلوائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ دونوں صورتوں میں سے جو بھی ہو، ہر صورت میں ہر ایک کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور اسے تنگ نہ کرے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ [البقرہ:۲۳۳]

”(جو باپ چاہتے ہوں) ان کی اولاد پوری مدتِ رضاعت تک دودھ پیے، تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔“

اس ضمن کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ طلاق ہو جانے کی صورت میں بچہ ماں سے لے لے مگر ماں کی ممتا اور بچے کے ساتھ پیار و محبت کی وجہ سے یہ تعلیم دی گئی کہ ماں اور بچے کے درمیان علیحدگی نہ ہونے پائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۵)

”جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کر دی اللہ قیامت کے روز اس کے اور اس کے محبوب افراد کے درمیان تفریق ڈال دے گا۔“

تجارت میں ضرر کی ممانعت

خرید و فروخت میں ضرر یہ ہے کہ کوئی اشد ضرورت مند کسی کے پاس جائے اور چیز کے مالک کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے اس چیز کی ناگزیر ضرورت ہے تو وہ دس روپے کی چیز پندرہ روپے میں فروخت کرے۔ اس تجارت کو

(۵) ترمذی، کتاب السیر، باب فی کراھیۃ التفریق بین الصبی ۱۵۶۶

حدیث میں بیع المضطر ''مجبور کا سودا'' کا نام دیا گیا ہے۔

تجارت میں ضرر کی اور بھی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، جن کی قباحت کے بارے میں انسان کا ضمیر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک بار ضرور احساس دلاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ہمسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت

ہمسائے کو ضرر دینے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی دیواریں اس قدر بلند کر لی جائیں کہ ان کو ملنے والی ہوا رک جائے اور ان کے گھر میں بلا ارادہ نظر جا پڑے۔ اپنا کوڑا اٹھا کر اپنے مکان کے حدود کی بجائے، ہمسائے کے حدود میں رکھنے کی کوشش کی جائے۔ کوئی معمولی استعمال کی چیز مانگے تو فراہم نہ کی جائے۔ کوئی ایسا کیمیکل مستقل استعمال کیا جائے، جس سے ہمسائے کو تکلیف ہو۔ ایسا شور وغل برپا کیا جائے جس سے اسے تکلیف ہو۔ اس طرح کے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے امور ہیں، جن کو آج کے دور میں کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔

دین کے نام پر دوسروں کو ضرر پہنچانا

آج کل مختلف مسالک کے درمیان علمی مذاکرے اور بحثیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور سب وشتم کا زور ہوتا ہے۔ دوسرا بھی مقابلۃً اپنی صفائی پیش کرتے کرتے وہی انداز اختیار کر لیتا ہے، جو پہلے نے کیا ہوتا ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہوتا ہے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اصل دین میرا مسلک ہے اور دوسرا کفر و فسق کی حدود کو جا پہنچا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دین کی بنیاد سب کی ایک ہے اور عقائد میں جو فرق ہے، اس پر لڑائی کے بجائے قرآن و سنت کی روشنی میں اسے ٹھنڈے دل سے از خود سمجھا جا سکتا ہے۔ فروع کا اختلاف تو ایسی بات نہیں ہے جس کے اوپر جنگ کھڑی کی جا سکے۔ یہ تو مسالک کا مسئلہ ہے، (جو تعبیر یا دلیل یا مدلول کے اختلاف سے سامنے آتا ہے) قرآن مجید نے تو دوسرے ادیان کے ساتھ مکالمے میں احسان کی تعلیم دی ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے خداؤں کو برا نہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جواباً وہ بھی اللہ کو برا کہیں گے۔ قرآن مسلمانوں کو صاف حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ[الانعام:۱۰۸]

''یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔''

آج بعینہ یہی صورت حال ہے کہ ایک دوسرے کے مؤقف سے جہالت کی بنا پر، اہل مسالک باہم دست و گریباں ہیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کے موقف کو عدل وانصاف اور امانت ودیانت کے ساتھ مطالعہ کریں تو ہر ایک پر دوسرے کی غلطی اور درستی واضح ہو جائے گی۔

اس حدیث کی روشنی میں، مختلف مسالک کے مسلمانوں کو کم ازکم یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ وہ نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ کسی سے تکلیف اٹھانے کے اصول کے تحت، اپنا اپنا کام جاری رکھتے ہوئے حق کی جستجو کو مقدم رکھیں۔ جہاں حق نظر آجائے اس کو کسی تعصب وعناد کے بغیر فوراً قبول کرلیں اپنی وابستگیوں کو نہ دیکھیں۔ یہی ایک طریقہ ہے، جس سے اس امت کا شیرازہ یکجا ہوسکتا ہے۔ ورنہ باہمی سر پھٹول نے تو امت کے جسد سے اتحاد واتفاق کی روح کو کھینچ لیا ہے۔

فقه الحديث

۱- بلاوجہ کسی کو تکلیف نہیں پہچانا چاہیے۔
۲- کوئی وجہ ہو تب بھی مسلمان کو عفو واحسان سے کام لینا چاہیے۔
۳- کسی کو تکلیف دیں گے تو آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی۔
۴- مسلمان بے ضرر ہوتا ہے۔
۵- ضرر وضرار کا دائرہ، پوری نسل انسانی کی حدود تک وسیع ہے۔
۶- زندگی کے تمام شعبوں میں ضرر وضرار کی ممانعت ہے۔
۷- قرآن وسنت سے چند متعین مقامات درج ذیل ہیں، جہاں نام لے کر ضرر سے منع کیا گیا ہے:

وصیت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
معاشرت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
تجارت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
ہمسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت ہے۔
فروعی اختلافات میں بھی ضرر کی ممانعت ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

٣٣

الحديث الثالث والثلاثون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَ دِمَاءَ هُمْ، لٰكِنِ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ هٰذَا، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ.

۳۳

الحدیث الثالث والثلاثون

نزاعی معاملات میں قانونی ضابطے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

"لَوْ یُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوَاھُمْ،
لَادَّعٰی رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ
وَ دِمَاءَ ھُمْ،
لٰکِنِ الْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِی
وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ أَنْکَرَ"

حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ وَغَیْرُہٗ ھٰذَا، وَبَعْضُہٗ فِی الصَّحِیْحَیْنِ

"ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر محض لوگوں کے دعووں کی بنیاد پر ہی فیصلے اُن کے حق میں کیے جانے لگیں تو لوگ تو قوم کے مال و جان پر دعویٰ کر دیں گے۔

مگر (اصول یہ ہے کہ) دلیل (شہادت اور ثبوت) پیش کرنا دعوے دار کے ذمے ہے اور قسم اٹھانا انکار کرنے والے پر لازم ہے۔"

[یہ حدیث حسن ہے بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کے بعض الفاظ بخاری و مسلم میں بھی آئے ہیں]

تفہیم الفاظ

لَو : اگر

يُعْطَى: اس کو دیا جائے

لَادَّعَى : ضرور وہ مدعی بن بیٹھے/ضرور وہ دعویٰ کر دے

البَيِّنَةُ : گواہی/شہادت/آنکھوں دیکھی صورت حال کا بیان/کسی چیز کے حق ہونے کے بارے میں دلائل۔

المُدَّعِي : دعویٰ کرنے والا، اپنے حق کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کرنے والا۔

اليَمِينُ : قسم/حلف/کسی چیز کے حق یا باطل ہونے کے بارے میں حلفیہ بیان دینا

أَنْكَرَ : اس نے انکار کیا/وہ منکر ہوا

شرح الحدیث

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ:

جَاءَ خَصْمَانِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَادَّعَى أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُدَّعِي: أَقِمْ بَيِّنَتَكَ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ، فَقَالَ لِلْآخَرِ: أَحْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا لَهُ عَلَيْكَ أَوْ عِنْدَكَ شَيْءٌ[1]

''نبی ﷺ کے پاس دو جھگڑنے والے آئے، اور ان میں سے ایک نے دوسرے کے خلاف (اپنے کسی حق کا) دعویٰ کیا تو نبی ﷺ نے مدعی سے فرمایا: دلیل [شہادت] پیش کرو! اس آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی دلیل نہیں، پھر آپ ﷺ نے دوسرے آدمی سے فرمایا: اس اللہ کی قسم اٹھاؤ، جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں کہ تیرے ذمہ اس آدمی کا کوئی حق نہیں یا تیرے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔'' ◄◄

بَیِّـنة: دلیل (شہادت) ﷺ پیش کرنا، مدعی کے ذمے ہے، کیونکہ وہ ظاہری صورت حال کے خلاف دعویٰ کر رہا ہوتا ہے اور اسے بری الذمہ ہونے کیلئے یہ کام کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

◄◄ حدیث میں لفظ بیّـنہ استعمال ہوا ہے۔ اس میں شاہدین [دو گواہ]، دلائل و قرائن اور وہ تمام معاونات آ جاتے ہیں، جو مدعی کے دعوے کو حق ثابت کر رہے ہوں۔ عموماً مقدمات میں دیگر دلائل و قرائن کی نسبت، زیادہ واسطہ شہادت ہی سے رہتا ہے اور شہادت چھپانے کو گناہ قرار دیا گیا ہے قرآن مجید میں اس کے بارے میں آیا ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ [البقرہ:۲۸۳]

---

(۱) السنن الکبریٰ للنسائی ۶۰۰۷

"اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ! جو شہادت چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے۔"

لیکن دورِ حاضر کے عدالتی نظام کی سست رفتاری اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی بے بسی اور بے تاثیری نے اس عمل کو مشکل تر بنا دیا ہے۔ عدالتیں مقدمات کا جلد فیصلہ نہیں کرتیں اور بے چارے گواہ اس سارے عرصے میں معلق رہتے ہیں۔ دوسری طرف مدعیٰ علیہ میں سے کوئی ظالم اٹھتا ہے اور مقدمہ کے گواہوں کو ہی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، تاکہ گواہوں کا وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ اس مسئلے پر حکومت اور عدالتوں کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ ان حالات میں گواہوں کو گواہی دینے میں کس طرح تحفظ اور سہولت فراہم کی جا سکتی ہے اور اہلِ علم و افتاء کو بھی سوچنا چاہیے کہ گواہوں کو قتل کی دھمکیوں اور خوف کے ماحول میں اپنا فرض کس طرح پورا کرنا چاہیے؟

مسلمانوں کے مشہور قاضی، حضرت شریحؒ کے عدالتی فیصلے اسی طرح کے اصول و احکام کے آئینہ دار ہوتے تھے۔ ان فیصلوں میں سے ایک فیصلہ وہ ہے، جو انہوں نے حضرت علیؓ کی زرہ کے حوالے سے دیا تھا۔ حضرت علی مدّعی تھے کہ زرہ میری ہے۔ قاضی نے شہادت مانگی تو انہوں نے اپنے بیٹے حسنؓ اور غلام قنبر کی شہادت پیش کی، مگر قاضی شریحؒ نے باپ کے حق میں بیٹے اور مالک کے حق میں غلام کی گواہی کو مسترد کر دیا اور فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف دے دیا۔

اسلام نے جو عدالتی نظام دیا ہے، اس کی بنیادیں اس قدر مضبوط استوار ہیں کہ اگر ان بنیادوں کے مطابق فیصلے کیے جائیں تو شاذ ہی کسی حق دار کی حق تلفی ہو۔ قتل، وراثت، تہمت [قذف] اور ملکیت و معاشرت وغیرہ کے تمام معاملات میں بہترین اُصول وضع کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر حدیث میں ان اصولوں میں سے ایک اصول بیان ہوا ہے۔ ◄◄

یَـمـیـن: مدعیٰ علیہ کے ذمے قسم اٹھانا ہے، کیونکہ وہ اصل حقیقت کے مطابق ہونے کا دعوے دار ہے، لہٰذا اسے بھی بری الذمہ ہونے کے لئے یہ کام کرنا ہوگا۔

اس طرح کی قسم کو قسمِ صبر یا قسمِ غموس بھی کہتے ہیں۔ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ حقدار کو اس کے حق سے روک دیا جاتا ہے اور روکنا ہی صبر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ یَقْتَطِعُ بِہٖ مَالَ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ ھُوَ عَلَیْھَا فَاجِرٌ لَقِیَ اللّٰہَ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانَ (۲) "جس نے قسمِ صبر اٹھائی تاکہ وہ مسلمان کا مال ہتھیا لے، جبکہ حقیقت میں وہ جھوٹا ہو تو وہ اللہ

(۲) صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب الخصومۃ فی البئر والقضاء فیھا ۲۳۵۶

تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (آل عمران:۷۷)

"وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک سزا ہے۔"

بہتر ہے کسی مقدمہ میں قسم اٹھانے والے فریق کو، تنبیہ کرنے کے لئے جج یہ آیت پڑھ کر سنا دے۔

◀◀ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی ناحق دعویدار اپنے دلائل و دعویٰ کو اگر اپنے زور بیان کے ذریعے عدالت میں مؤثر طریقے سے پیش کر لیتا ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ دے دیتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ثابت ہوگیا ہے لہٰذا اب کسی کی چیز اس کی ملکیت بن گئی ہے یا یہ اپنے مخالف فریق کے مقابلے میں جھوٹا ہوتے ہوئے بھی سچا قرار دیا گیا ہے۔ قاضی شریحؒ اس طرح کے مواقع پر اکثر فریقین کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس مقدمہ میں تم جھوٹے ہو، لیکن میں گواہیوں کی روشنی میں فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں، لہٰذا تم کسی دوسرے کا حق اگر مجھ سے فیصلہ کرا کے لے لو گے تو تم اپنے لیے جہنم کی آگ ہی خرید و گے۔

دوسری طرف یہ تعلیم دی گئی کہ اگر مدعی سچا ہو، حق پر ہو، لیکن دلیل [شہادت] پیش نہ کر سکے اور مدعیٰ علیہ قسم اٹھالے کہ یہ میرا حق ہے تو مدعی کو صبر کرنا چاہیے اور عدالت کے فیصلے کو قبول کرنا چاہیے۔ حضرت علیؓ کے دعوے کے خلاف حضرت شریحؒ کے فیصلے پر حضرت علیؓ کے ردعمل اور طرز عمل کی نوعیت یہی تھی۔ انہوں نے بلا حیل وحجت قاضی شریحؒ کے فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ چور، جو ایک یہودی تھا، اسلام کے نظام عدل اور اہلِ اسلام کے اس نظام پر یقین واعتماد کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔[۳] ◀◀

(۳) یہ واقعہ یہودی کے ساتھ حلیۃ الاولیا ۴/۱۳۹، لسان المیزان ۲/۳۴۲ میں جبکہ نصرانی (عیسائی) کے ساتھ بیہقی ۱۰/۱۳۶ کنزالعمال ۱۷۷۸۹ میں موجود ہے۔

فقه الحدیث

۱- مسلمان کا خون، مال اور آبرو، تینوں چیزیں قانونی طور پر قابلِ حرمت قرار دی گئی ہیں۔

۲- لہٰذا ان کی حرمت کو کسی قانونی جواز کے بغیر توڑا نہیں جاسکتا۔

۳- کسی شخص کے محض دعوے اور محض افواہ کی بنیاد پر، کسی کے خون، مال یا آبرو کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

۴- مدّعی کو اپنا دعویٰ اور موقف سچ ثابت کرنے کے لیے، دلائل وشواہد پیش کرنا ضروری ہے۔

۵- اگر مدّعی دلائل وشواہد پیش نہ کر سکے تو 'مدّعیٰ علیہ' اپنا موقف حق ثابت کرنے کے لیے حلف اٹھائے۔

۶- شہادت رکھنے والے لوگوں کو، حتی الوسع شہادت دینی چاہیے۔

۷- مدّعی اگر جھوٹے دلائل وشواہد پیش کرتا ہے تو اس پر اسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

۸- جھوٹے دلائل کی بنیاد پر کیا جانے والا غلط فیصلہ، کسی ناحق کو حق قرار نہیں دے سکتا، یہ محض ظاہری صورت حال کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اصل صورت حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہوتا ہے۔

۹- مدّعیٰ علیہ بھی اگر جھوٹی قسم اٹھا کر کوئی فیصلہ اپنے حق میں کرالے تو وہ چیز اس کا حق قرار نہیں پاسکتی۔

۱۰- مدّعیٰ علیہ اگر جھوٹی قسم اٹھائے تو اس کو عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔

۱۱- دنیا کے کسی بہت بڑے حق سے دستبردار ہو جانا، آخرت کے ادنی عذاب سے بدرجہا بہتر ہے۔

۳۴

الحدیث الرابع والثلاثون

عَنْ أَبِی سَعِیْدِ الخُدْرِیِّ ﷺ قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ”مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ، وَ ذٰلِکَ أَضعَفُ الْاِیْمَانِ“

رَوَاہُ مُسْلِمٌ